رسائل علمِ غیب

ازاحۃ العیب بسیف الغیب ۞ انباء المصطفیٰ بحال سر واخفی ۞ خالص الاعتقاد

تصنیف: اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

تخریج وحاشیہ

ڈاکٹر قاری ابو احمد محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

ناظم تعلیمات: سیدنا عمر بن خطاب اسلامک یونیورسٹی واہ کینٹ

بانی وناظم اعلیٰ: دار القلم اسلامک سنٹر پاکستان

مدیر مسئول: سیدنا حمزہ بن عبد المطلب لائبریری

پروگریسو بکس

الاحادیث النبویة ۞ الواریة فی خالص ۞ الاعتقاد و تمہیدہ

ناظم تعلیمات: سیدنا عمر بن خطاب اسلامک یونیورسٹی واہنڈو

بانی و ناظم اعلیٰ: دار القلم اِسلامک سنٹر پاکستان

مدیر مسئول: سیدنا حمزہ بن عبد المطلب لائبریری

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	رسائل علم غیب
مترجم	ڈاکٹر قاری ابواحمد محمد ارشد مسعود اشرف چشتی ناظم تعلیمات: سیدنا عمر بن خطاب اسلامک یونیورسٹی داہنڈو
ناشر	چوہدری میاں غلام رسول میاں جواد رسول، میاں شہزاد رسول
پرنٹرز	آصف صدیق پرنٹرز، لاہور
قیمت	=/روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ۰ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

ازاحۃ العیب بسیف الغیب

فهرسة الآيات القرآنية الواردة في ازاحة العيب

فهرست الاحاديث النبوية ﷺ

الواردة في انباء المصطفى ﷺ

فهرسة الآيات القرآنية

الاحاديث النبوية الواردة في انباء المصطفى ﷺ

الآیات القرآنیة
الوارة فی خالص الاعتقاد وتمهیده

الآيات القرآنية الوارة في خالص الاعتقاد وتمهيده

الاحاديث النبوية الوارة في خالص الاعتقاد وتمهيده

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

ادارہ پروگریسو بکس نے بتوفیق الٰہی بلند پایہ تصانیف کو اعلیٰ طباعت سے مرصع کر کے تشنگان علم وفن کی خدمت میں پیش کرنے کا بیڑا اُٹھا رکھا ہے اور اس عظیم منصوبے کے پیش نظر اب قارئین کی خدمت میں اعلیٰحضرت، عظیم المرتبت، الشاہ، الشیخ، الحافظ، القاری، المحدث الامام احمد رضا خان قادری بریلوی علیہ رحمۃ الباری کے تین رسائل "ازاحة العيب بسيف الغيب، انباء المصطفى بحال سر واخفىٰ، خالص الاعتقاد" علامہ ڈاکٹر قاری ابو احمد محمد ارشد مسعود مدظلہ العالی کی تخریج وتسہیل کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

اس سے قبل یہ رسائل علیحدہ علیحدہ اور اکٹھے بھی شائع ہوئے ہیں مگر بغیر تسہیل وتخریج، یونہی فتاویٰ رضویہ شریف تخریج شدہ میں بھی ان رسائل کو شامل کیا گیا مگر اس مجموعہ میں تخریج و تسہیل کے ساتھ ساتھ ان رسائل کے متعلقات پر وارد اعتراضات کو بھی سامنے رکھتے ہوئے معترضین کے اعتراضات کے جوابات بھی حاشیہ میں دیے گئے ہیں اور ساتھ ساتھ احادیث کے شواہد بھی بیان کر دیے گئے ہیں تاکہ یہ مجموعہ عوام وخواص کے لئے فائدہ مند ثابت ہو سکے۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ اگر ان میں پروف ریڈنگ یا پرنٹنگ میں کوئی خامی محسوس کریں تو ہمیں مطلع کریں تاکہ آئندہ اس کو دور کیا جا سکے۔

ادارہ ہذا کے سرپرست کے والدین کے لئے مغفرت کی دعاؤں کے ساتھ ساتھ ادارہ کی ترقی وبھلائی کے لئے بھی دعا فرمائیں۔ شکریہ

چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول

پروگریسو بکس اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اللہ رب العزت کی توفیق اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل سے بندۂ عاجز کو اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت، مجدد دین وملت، امام اہل سنت، الشاہ، الشیخ، الحافظ والقاری، امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کئی علمی رسائل وکتب کو پڑھنے اور وقت کی ضرورت کے تحت ان پر تخریج وتعلیق کا کام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی جن میں خاص طور پر ''الامن والعلی[مطبوع]''، ''حیاۃ الموات فی بیان سماع الأموات'' اور رسائل علم غیب وغیرہ شامل ہیں راقم الحروف نے ان رسائل پر تخریج کا کام کافی عرصہ پہلے کیا تھا جن میں سے ایک رسالہ ''انباء المصطفیٰ علیہ وسلم بحال سرو اخفی''، ستمبر ۲۰۰۶ء کو شائع ہوا جس میں بعض مقامات پر چند مشکل الفاظ کے معانی بھی بیان کئے گئے تھے اس کی اشاعت کے بعد بعض احباب نے حکم فرمایا کہ دوسرے رسائل پر بھی تخریج کے ساتھ تسہیل اور متن میں موجود احادیث کے شواہد کو بھی بیان کر دیا جائے تاکہ عوام وخواص کے لئے فائدہ مند ہوں۔

پس راقم الحروف نے ان احباب کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے تسہیل وشواہد کے ساتھ ساتھ بعض معترضین کی طرف سے کئے جانے والے بعض اعتراضات کو بھی سامنے رکھتے ہوئے ان رسائل پر کام کیا جو بعض وجوہات کی وجہ سے کافی عرصہ تک شائع نہ ہوسکا، اب عزیزم میاں جواد رسول صاحب نے اپنے ادارہ پروگریسو بکس کی طرف سے ان کو شائع کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے اللہ رب العزت ان کی اس نیک کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے اور ان کے ادارہ کو دن رات ترقی نصیب فرمائے، آمین، بجاہ النبی الامین الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ قارئین سے التماس ہے کہ ان میں رہ جانے والی کمی واغلاط کے متعلق مطلع کریں تاکہ آئندہ ان کو دور کیا جاسکے۔

ابو احمد محمد ارشد مسعود عفی عنہ

علم غیب رسول ﷺ

مجموعہ رسائل

اعلیحضرت الشاہ الشیخ امام احمد رضا خان محدث بریلی نور اللہ مرقدہ

فیض نظر: مناظر اسلام، محقق العصر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عباس رضوی صاحب

مدظلہ العالی

مفتی احناف متحدہ عرب امارات

بانی و ناظم اعلی: سیدنا عمر بن خطاب اسلامک یونیورسٹی واہنڈو، گوجرانوالہ، پاکستان

تخریج و تسہیل

ڈاکٹر قاری ابو احمد محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

ناظم تعلیمات: سیدنا عمر بن خطاب اسلامک یونیورسٹی واہنڈو

مدیر مسئول: سیدنا حمزہ بن عبد المطلب لائبریری

بانی و ناظمِ اعلیٰ: دار القلم اِسلامک ریسرچ سنٹر پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ازاحة العیب بسیف الغیب

1330ھ

اس رسالہ مبارکہ میں گمراہیت کے پیشواؤں کے علم غیب پران شبہات کا بے نظیر ازالہ کیا گیا ہے جن پران کو بڑا ناز تھا۔

تصنیف:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ

تخریج و تسہیل:

ڈاکٹر قاری ابواحمد محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

ناظم تعلیمات: سیدنا عمر بن خطاب اسلامک یونیورسٹی واہنڈو

بانی وناظمِ اعلیٰ: دارالقلم اِسلامک سنٹر پاکستان

مدیر مسئول: سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب لائبریری

0300-6522335

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

اما بعد:

مسئلہ:

از مدرسہ دیوبند ضلع سہارنپور مرسلہ یکے از اہل سنت نصرہم اللہ تعالیٰ بوساطت جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب مُحدّث سُورتی سلمہ اللہ تعالیٰ۔

تسلیمات دست بستہ کے بعد گزارش ہے کہ بندہ اس وقت وہاب گڑھ مدرسہ دیوبند میں مقیم ہے جناب عالی! (یعنی جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب مُحدّث سُورتی) جو جو باتیں آپ نے ان لوگوں کے حق میں فرمائی تھیں وہ سب سچ ہیں سر مُو فرق نہیں۔

عید کے دن بعد نماز جمیع اکابر علماء وطلباء ورؤسا نے مل کر عیدگاہ میں بقدر ایک گھنٹہ یہ دُعا مانگی کہ "اللہ تعالیٰ جارج پنجم بادشاہ لندن کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور اس کے والد کی خدا مغفرت کرے"۔

اور جس وقت جارج پنجم ولایت سے بمبئی کو آیا تو مبلغ ۲۴ روپیہ کا تار برائے خیر مقدم یعنی سلامی روانہ کر دیا اور بتاریخ ۱۳ ذی الحجہ ایک بڑا جلسہ کر دیا کہ جس میں چار گھنٹے مختلف علماء نے بادشاہ انگریز کی تعریف اور دعا بیان کی، اور خوشی کے واسطے مٹھائی تقسیم کی، اور عین خطبہ میں بیان کیا کہ:

امام احمد بن حنبل نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کو امام احمد نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میری عمر کتنی باقی ہے آپ نے پانچ انگشت اُٹھائیں، پھر برائے تعبیر محمد بن سیرین کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا:

"خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ"۔ تو معلوم ہوا کہ: آپ مطلع علی الغیب نہیں۔

دوم: ذوالیدین (1) کی حدیث کو بیان کیا کہ آپ کو نماز میں سہو ہو گیا۔ جب ذوالیدین نے بار بار استفسار کیا اور آپ نے صحابہ سے دریافت کیا تو پھر نماز کو پورا کیا۔ اس حدیث سے معلوم یہ

---

(1)"ذو اليدين " اِن کا نام "**خرباق**" ہے اور کنیت ابوعربان سلمی ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام عمیر، کنیت ابومحمد اور لقب خرباق ہے، بعض کہتے ہیں کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین دونوں ایک ہی ہیں، رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں، اور یہ غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔

ان کی جس روایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کا ذکر کئی طُرق سے مروی ہے جن میں سے بعض طرق ضعیف بھی ہیں لیکن یہ واقعہ صحیح بھی موجود ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "صحیح" میں کتاب الصلاۃ ،باب :تشبيك الاصابع في المسجد وغيره " میں مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے:" قال صلى بنا رسول الله ﷺ احدى صلوتى العشاء قال ابن سيرين قد سماها أبو هريرة ولكن نسيت أنا فصلى بنا ركعتين ثم سلم فقام إلى خشبة معروضة في المسجد فاتكأ عليها كانه غضبان ووضع يده اليمنى على اليسرى وشبك بين اصابعه ووضع خده الايمن على ظهر كفه اليسرى وخرجت السرعان من ابواب المسجد فقالوا قصرت الصلوة و في القوم أبو بكر و عمر فهاباه ان يكلماه و في القوم رجل في يديه طول يقال له ذواليدين قال يا رسول الله ﷺ أنسيت أم قصرت الصلوة قال لم انس ولم تقصر فقال اكما يقول ذواليدين فقالوا نعم فتقدم فصلى ما ترك ثم سلم ثم كبر وسجد مثل سجوده او اطول ثم رافع رأسه و كبر وسجد مثل سجوده أو أطول ثم رفع رأسه و كبر فربما سألوه ثم سلم فيقول نبئت ان عمران بن حصين قال ثم سلم .

(صحيح البخارى ۱/۶۹)

بعض علماء اس روایت کے منسوخ ہونے کی طرف بھی گئے ہیں، اس کی شرح وتفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

"فتح البارى شرح صحيح البخارى ، كتاب الصلاة ،وعمدة القارى شرح صحيح البخارى ، كتاب الصلاة ، ومرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ۳/۸۶الى ۹۲".

ہوتا ہے کہ آپ کے علم مشاہدہ میں نقصان ثابت ہوگیا، علم غیب پر اِطّلاع تو ابھی دُور ہے انتھی۔

یہاں کے لوگ اس قدر بدمعاش ہیں کہ مولوی محمود حسن مُدرسِ اول درجہ حدیث نے مسلم شریف کے سبق میں بابِ شفاعت کی اس حدیث میں کہ: ''آپ نے جب تمام مسلمین کی شفاعت کی اور سب کو نجات دیدیا مگر کچھ لوگ رہ گئے یعنی منافقین وغیرہ تو آپ نے ان کے واسطے شفاعت کی تو فرشتوں نے منع کر دیا کہ تم نہیں جانتے ہو کہ ان لوگوں نے کیا، کچھ نکالا بعد آپ کے، تو اس سے ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ: ''ہر جُمعہ میں رسول اللہ ﷺ پر اُمّت کے اعمال پیش ہوتے ہیں'' یہ غلط ہے، محض افتراء ہے، علم غیب کا کیا ذکر۔ اللہ اکبر۔

ترمذی شریف کے سبق ۱۷۲ صفحہ آخر میں ہے:

''ایک عورت کے ساتھ زنا ہوگیا اکراہ کے ساتھ، تو اس عورت نے ایک شخص پر ہاتھ رکھا، آپ نے اس شخص کو رجم کا حکم فرمایا۔ پس دوسرا شخص اُٹھا اور اُس نے اقرار زنا کا کرلیا، پہلے شخص کو چھوڑا اور دوسرا مرجوم ہوگیا۔

آپ نے فرمایا: ''تاب توبة... الخ''۔ (یعنی اس نے پکّی توبہ کی)۔(1)

اگر شخص ثانی اقرار نہ کرتا تو پہلے شخص کی گردن اُڑا دیتے، یہ اچھی غیب دانی ہے، هذا کله قوله.

اور بھی وقتاً فوقتاً احادیث میں کچھ نہ کچھ کہے بغیر نہیں چھوڑتے۔

'' اللّٰه اکبر ، معاذ اللّٰه من شره''.

اللہ بہت بڑا ہے، اللہ عزوجل کی پناہ اس کے شر سے۔

---

(1) (مکمل حدیث بمع سند آگے آئے گی ان شاء اللہ العزیز۔ ارشد مسعود عفی عنہ)

الجواب

اللہ عزوجل گمراہی و بے حیائی سے پناہ دے، فقیر نے " انباء المصطفی ﷺ" (1) کے مختصر جُملوں میں ان شُبہات اور ان جیسے ہزاروں ہوں تو سب کا جواب شافی دے دیا مگر وہابیہ اپنی خرافات سے باز نہیں آتے اور "الدولة المکیة" میں بیان ابین [زیادہ واضح] ہے، میں پھر تذکیر کردُوں کہ ان شاءاللہ العزیز بار بار سُوال کی حاجت نہ ہو اور ذِی فہم سُنّی ایسے لاکھ شُبھے ہوں تو سب کا جواب خود دے لے۔

فقیر نے قرآنِ عظیم کی آیاتِ قطعیہ سے ثابت کیا کہ قرآنِ عظیم نے ۲۳ برس میں بتدریج نزولِ اجلال فرما کر اپنے حبیب ﷺ کو جمیع مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْن یعنی روزِ اوّل سے آخر تک کی ہر شئے ہر بات کا علم عطا فرمایا، اور اُصول میں مبرہن ہو چُکا کہ آیات قطعیہ کے خلاف کوئی حدیثِ آحاد(2) بھی مُسلَّم نہیں ہو سکتی اگر چہ سنداً صحیح ہو تو مخالف قرآنِ عظیم کے خلاف پر جو دلیل پیش کرے اس پر چار باتوں کا لحاظ لازم۔

اوّل : وہ آیت قطعی الدلالت یا ایسی ہی حدیث متواتر ہو۔(2)

---

(1)(الحمد للہ !رسالہ ھذا فقیر کی تخریج کے ساتھ شائع ہو چکا ہے)

(2)[خبر آحاد: حافِظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "خبر کے لئے یا تو متعدّد سندیں ہوں گی، بغیر کسی معین تعداد کے یا تعداد کے تعین کے ساتھ، دو سے زیادہ کی تعین کے ساتھ، یا دو کے ساتھ، یا ایک کے ساتھ۔ پس قسم اول متواتر ہے، جو اپنی شرائط کے ساتھ یقینی علم کا فائدہ دیتی ہے اور قسم دوم مشہور ہے اور وہی مستفیض ہے، ایک خیال کے مطابق، اور قسم سوم عزیز ہے اور وہ شرط نہیں ہے حدیث کے صحیح ہونے کے لئے برخلاف ان کے جن کا یہ گمان ہے، اور قسم چہارم غریب ہے، اور قسم اول کے علاوہ باقی تینوں قسمیں آحاد ہیں۔

حدیثِ متواتر: متواتر وہ خبر ہے جس کی روایت کثرت کے اعتبار سے اس مقام تک پہنچے کہ عادۃً اس کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو جیسے شہر مکہ کے وجود کی خبر یا غزوۂ بدر کی خبر۔ ===

دوم: واقعہ تمامی نزولِ قرآن کے بعد کا ہو۔(1)

سوم: اس دلیل سے رأساً عدم حُصُولِ علم ثابت ہو کہ مخالف مستدل ہے اور محلِ ذہول میں اس پر جزم محال، اور وہ منافی حصول علم نہیں بلکہ اس کا مثبت و مقتضی ہے۔(2)

چھارم: صراحۃً نفی علم کرے ورنہ بہت عُلُوم کا اظہار مصلحت نہیں ہوتا، اور اللہ اعلم یا خدا ہی جانے یا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ایسی جگہ قطع طمع جواب کے لئے بھی ہوتا ہے، اور نفی حقیقتِ ذاتیہ، نفی حقیقتِ عطائیہ کو مستلزم نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے متواتر کے لئے پانچ شرائط کا ذکر کیا ہے جن میں (۱) سندوں کی کثرت (۲) راویوں کی تعداد اس قدر ہو کہ ان سب کا جُھوٹ پر اِتّفاق کر لینا یا ان سے اتفاق جھوٹ صادر ہونا عادۃً محال ہو۔ (۳) سند کی ابتداء سے انتہا تک یہ کثرت یکساں ہو، کسی مقام پر ان میں کمی نہ آئے۔ (۴) خبر کا تعلُّق حس سے ہو، عقل سے نہ ہو۔ (۵) ان روات کی خبر سے سامع کو علمِ یقینی حاصل ہوا ہو۔ کثرتِ رواۃ میں کوئی تعداد متعین نہیں، مختلف لوگوں نے اسے مختلف بتایا ہے حتّٰی کہ یہ تعداد تین سو تیرہ تک پہنچتی ہے۔ تفصیل کے طالِب مُلاحَظہ فرمائیں: ("شرح شرح نخبة الفكر للملا على القاري ١٦١إلى ١٩١، وشرح النخبة للحافظ ابن حجر، ونزهة النظر ٣٩، وكتاب الغاية في شرح الهداية في علم الرواية للحافظ السخاوي ١/٢٢٨الى ٢٣٢)۔

احادیثِ متواترہ پر علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الازهار المتناثرة في الأخبار المتواترة" اور اس پر اضافہ ابو عبد اللہ محمد بن جعفر الکتانی "نظم المتناثرة من الحديث المتواترة" قابل دید ہیں]

---

(1)[یعنی جس واقعہ کو عدمِ علم کی دلیل بنایا گیا ہو، وہ قرآن پاک کے مکمّل نازل ہونے کے بعد پیش آیا ہو]

(2)[مخالف نے جس واقعہ کو دلیل بنایا ہو اس میں صرف عدم حُصُولِ علم والا احتمال ہی ہو اور توجہ نہ ہونے کا احتمال نہ ہو، کیونکہ کسی واقعہ سے ذہول ہو جانا، توجّہ نہ ہونا، علم نہ ہونے کی دلیل نہیں بلکہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس چیز کا علم تو ہے، لیکن وقتی طور پر اس کی طرف توجہ نہیں گئی۔]

اللہ عزوجل روزِ قیامت رسولوں کو جمع کر کے فرمائے گا﴿مَــا ذَا اُجِبۡتُمۡ﴾(1) تم جو کُفّار کے پاس ہدایت لے کر گئے انہوں نے تمہیں کیا جواب دیا؟۔

سب عرض کریں گے:﴿لَا عِلۡمَ لَنَا﴾(2) ہمیں کچھ علم نہیں۔

اِن شُبہات اوران کے امثال کے ردکو یہی چار جُملے بس ہیں،اور یہاں **امر پنجم** اور ہے کہ وہ واقعہ روزِ اول سے قیامِ قیامت تک یعنی ان حوادث سے جو لوحِ محفوظ میں ثبت (۱) ہیں کہ انہیں کے احاطہ کا دعوٰی ہے،اُمُورِ متعلّقہ ذات وصفات وابدوغیرہ نامتناہیات سے ہو تو بحث سے خُرُوج اور دائرۂ جنون وسفاہت میں صریح ولوج (۲) ہے۔ان جُملوں کے لحاظ کے بعد وہابیہ کے تمام شُبہات برباد ہو جاتے ہیں،

﴿کَشَجَرَۃٍ خَبِیۡثَۃِ اجۡتُثَّتۡ مِنۡ فَوۡقِ الۡاَرۡضِ مَا لَھَا مِنۡ قَرَارٍ﴾ ۔(3)

(''جیسے ایک گندہ درخت کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہے اب اسے قیام نہیں'')۔

اب یہیں ملاحظہ کیجئے:

اولاً : چاروں شُبہے امر اوّل سے مردود ہیں۔ان میں کون سی آیت یا حدیث متواتر قطعی الدلالۃ ہے۔

ثانیاً : دوسرا اور چوتھا شبہ امر دوم سے دوبارہ مردود ہیں کہ یہ ایّامِ نزول کے وقائع (۳) ہیں یا کم ازکم ان کا بعد تمامی نزول ہونا ثابت نہیں۔

(2.1)[سورۃ المائدۃ :۱۰۹].

(3)[سورۃ ابراھیم :۲۶]

(۱)[ثَبۡتُ :نقش،تحریر، لکھے جا چکے ہیں]

(۲)[وَلُوۡجُ :جنون وبے وقوفی کے دائرہ میں داخل ہونا]

(۳)[وَقَائِعُ: واقعات،حالات]

ثـــالثـًــا : دوسرا شُبہ امر سوم سے سہ بارہ اور تیسرا دوبارہ مردود ہے، شُبہ دوم میں تو صریح بدیہی (۱) یقینی ذُہُول (۲) تھا۔

نماز فعل اختیاری ہے اور افعال اختیاریہ بے علم وشعور ناممکن، مگر وہابیہ بدیہات (۳) میں بھی انکار رکھتے ہیں، **ذلك بأنهم قوم يكابرون** ۔(''یہ اس لئے ہے کہ وہ لوگ حق کا انکار کرنے والے، مکابرہ اور غرور سے کام لینے والے ہیں'')۔

اور شُبہ سوم کا حال بھی ظاہر، روزِ قیامت کا عظیم ہجوم، تمام اوّلین وآخرین واِنس وجن کا اژدحام، لاکھوں منزل کے دُور میں مقام اور حوض وصراط ومیزان پر گنتی شُمار کی حد سے باہر، مختلف کام اور ہر جگہ خبر گیراں صرف ایک محمد رسول اللہ سید الانام علیہ وعلیٰ الہٖ افضل الصّلاۃ والسّلام، اس سے کروڑویں حصّے کا کروڑواں حصّہ ہجوم، کارہائے عظیمہ مہمہ، اگر ایسے دس ہزار پر ہو، جن کی عقل نہایت کامل اور حواس کمال مجتمع اور قلب اعلیٰ درجہ کا ثابت تو ان کے ہوش پراں (۴) ہو جائیں، آئے حواس گُم ہوں۔ یہ تو محمد رسول اللہ ﷺ کا سینہ پاک ہے جس کی وُسعت کے حضور عرش اعظم مع جُملہ عوالم صحرائے لق ودق میں بھنگے (۵) کے مانند ہیں، جسے ان کا رب فرماتا ہے:

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾(1) (''کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا'')۔

پھر ان عظیم وخارج از حد شُمار کاموں کے علاوہ وقت وہ سہمناک (۶) کہ اکابر انبیاء ومرسلین نفسی

(1)[سورة الم نشرح:ا]

---

(۱)[بَدِیہی : واضح، روشن، وہ بات جس میں دلیل کی حاجت نہ ہو]

(۲)[ذُہُوْلْ: بھول، غفلت، یعنی وقتی طور پر ذہن اس کی طرف متوجہ نہیں تھا]

(۳)[بَدِیہیَات: وہ اُمور جن کا مفہوم بالکل واضح ہے]

(۴)[ہُوْشْ پراں : ہوش اُڑ جانا، گھبرا جانا]

(۵)[بھُنگے : ضعیف، لاغر، کمزور، یعنی تھوڑے سے] (۶)[سَھَمْنَاك: خوف ناک]

نفسی پکاریں، رب عزوجل اس غضبِ شدید کے ساتھ تجلّی فرمائے ہو کہ نہ اس سے پہلے کبھی ہوئی نہ اس کے بعد کبھی ہو۔ پھر ایک مسلمان انہیں اس سے زیادہ پیارا جیسے مہربان ماں کا اکلوتا بچہ، وہ جوشِ ہیبت، وہ کام کی کثرت، وہ وفورِ رحمت، وہ لاکھوں منزل کا دَورہ، وہ کروڑوں طرف نظر، سنکھوں طرف خیال۔ ایسی حالت میں اگر بعض باتیں ذہنِ اقدس سے اُتر جائیں تو عین اعجاز ہے، جس سے بالاصرف علمِ الٰہی ہے وبس، **ولکن الوھابیة قوم لا یعقلون** . (''اور لیکن وہابی وہ قوم ہیں جنہیں عقل نہیں'') اور اس پر صریح دلیل حضور اقدس ﷺ کو تمام اُمت کا دکھایا جانا، حضور اقدس ﷺ کے اُمت کے اعمال برابر عرض ہوتے رہنا، تو ہے ہی، جس پر احادیثِ کثیرہ ناطق ہیں اگرچہ وہابیہ اپنی ڈھٹائی سے انکار کریں۔

مگر سب سے زیادہ صاف صریح دلیلِ قطعی یہ ہے کہ آخر روزِ قیامت کچھ لوگوں کی نسبت یہ واقعہ پیش آنے کی حدیث بیان کون فرما رہا ہے، خود حضور اقدس ﷺ ہی تو اِرشاد فرمارہے ہیں۔ اگر اس ہجومِ عظیم، کارہائے خطیر میں ذُہول نہ ہوتا، تو یہ واقعہ واقع ہی نہ ہوتا تو اس وقت اتنے ذُہول سے چارہ نہیں ﴿ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ﴾(1) (''تا کہ اللہ پورا کرے جو کام ہونا ہے'') ''**ولکن الوھابیة قوم یفرقون** '' (''اور لیکن وہابی تفریق پیدا کرنے والی قوم ہے'')

رابعًا : پہلا شبہ امر چہارم سے دوبارہ مردود ہے۔ کسی کی مقدارِ عمر ووقتِ موت اُسے بتادینا غالب اوقات اکثر ناس (۱) کے لئے مصلحتِ دینیہ کے خلاف ہے، تو ایسے مُہمل سوال (۲) کے جواب سے اگر اعراض (۳) فرمایا اور حوالہ بخدا فرمادیا تو کیا مستبعد (۴) ہے۔

(1)[سورۃ الأنفال:۴۴]

---

(۱)[اَکْثَرُ نَاسْ :اکثر لوگوں کے لئے]

(۲)[مُھْمَل سُوَالْ :بیکار سوال، نکمّا سوال، فُضُول سوال، بے معنی سوال]

(۳)[اِعْرَاضْ :منہ پھیرنا، بچنا، روگردانی کرنا، یعنی توجّہ نہ فرمائی] (۴) [مُسْتَبْعَدْ :کیا بعید ہے]

فائدہ :

یہ انہیں جملوں سے ان چاروں شبہوں کے متعدّد رد ہو گئے ،اب بتوفیقہ تعالیٰ بعض بقیہ افادات ذکر کریں کہ وہابیہ کی کمال جہالت آفتاب سے زیادہ روشن ہو اور چاروں شبہوں میں ہی ایک پر چار چار رد ہو جائیں۔

فأقول: وبالله التوفيق (''چنانچہ میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالی کی ہی طرف سے ہے'')

شُبہ اوّل کے دورد گزرے امر اول و چہارم سے ،ثالثًا حضرات علمائے وہابیہ کی جہالت تماشا کردنی۔امام احمد بن حنبل نے خواب دیکھا اور امام ابن سیرین سے تعبیر پوچھی۔اے سبحان اللہ! جھوٹ گھڑے تو ایسا گھڑے ،امام ابن سیرین کی وفات سے ساڑھے ترپن برس بعد امام احمد بن حنبل کی ولادت ہوئی۔ابن سیرین کی وفات نہم شوال ۱۱۰ھ کو ہے اور امام احمد بن حنبل کی ولادت ربیع الاول ۱۶۴ھ ایک سو چونسٹھ میں۔

تقریب میں ہے:

" محمد بن سيرين ثقه ثبت عابد كبير القدر،... مات سنة عشر ومائة ".(1)

(''امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ثقہ ،ثبت ،عابد بڑی قدر و منزلت والے ہیں ،آپ نے ۱۱۰ھ میں وصال فرمایا'')۔

وفیات الاعیان میں ہے:

"محمد بن سيرين... له اليد الطولى في تعبير الرؤيا... وتوفي تاسع شوال يوم الجمعة سنة عشر ومائة بالبصرة ".(2)

---

(1)(تقريب التهذيب لإبن حجر العسقلانی،صفحه۵۳۸(۵۹۴۷)بيت الافكار الدولية)

(2)(وفيات الأعيان ، لإبن خلكان ،جلد۴ صفحه ۱۸۲،(۵۶۵) ،دار صادر بيروت)

(''محمد بن سیرین خوابوں کی تعبیر میں کامل مہارت رکھتے تھے، آپ ۹ شوال ۱۱۰ھ بروز جمعہ بصرہ میں فوت ہوئے'')۔

تقریب میں ہے:

"أحمد بن محمد بن حنبل... مات سنة إحدى وأربعين، وله سبع و سبعون سنة".(1)

(''امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ۷۷ سال کی عمر میں ۲۴۱ھ میں وصال ہوا'')۔

وفیات الاعیان میں ہے:

" الإمام أحمد بن حنبل ....وخرجت أمه من مرو وهي حامل به، فولدته في بغداد في شهر ربيع الأول سنة أربع وستين ومائة".(2)

(''اور امام احمد بن حنبل کی والدہ جب مرو سے چلیں تو حاملہ تھیں، بغداد پہنچیں تو آپ پیدا ہوئے ۱۶۴ھ میں'')۔

مگر یہ کہیے کہ امام احمد نے جب کہ اپنے جدِّ امجد کی پُشت میں نُطفے تھے یہ خواب دیکھا اور امام ابن سیرین نے ما في الأرحام (۱) سے بھی خفی ترغیب (۲) ما في الأصلاب (۳) کو جانا اور تعبیر بیان کی، یوں آپ کے طور پر رسول اللہ ﷺ کی غیب دانی نہ ہوئی تو ابنِ سیرین کو علمِ غیب ہوا۔ یہ شاید حضراتِ وہابیہ پر آسان ہو کہ ان کو اوروں کے فضائل سے اتنی عداوت نہیں جو اصل اُصول جُملہ فضائل یعنی فضائلِ حضور اقدس ﷺ سے ہے۔

(1)(تقريب التهذيب، لابن حجر العسقلانی ،۵۳(۹۶)،بيت الأفكار الدولية ،عمان).

(2)(وفيات الأعيان ، لابن خلكان ،جلد ۱ صفحه ۶۴(۲۰)، دار صادر بيروت).

---

(۱)[مَا فِي الْأَرْحَامْ : جو رحموں میں ہے]

(۲)[خَفِيْ تَرْ غَيْبْ :زیادہ چھپا ہوا غیب]

(۳)[مَا فِي الْأَصْلَابْ : جو پُشتوں میں ہے]

لطیفه جلیله:

دیوبندی علماء کی جہالت اپنے قابل ہے، ان کے اکابر کی ان سے بھی بڑھ کران کے قابل تھی۔

عالی جناب امام الوہابیہ مولوی گنگوہی صاحب آنجہانی اپنے ایک فتوے میں اپنی دادِ قابلیت دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''حسین بن منصور کے قتل پر امام ابو یوسُف شاگردِ امام ابوحنیفہ جو کہ سید العلماء تھے اور سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو تمام سلاسل کے مرجع ہیں دونوں نے فتوی قتل کا دیا، بجا ہے۔

[**حاشیہ**: قتل پر قتل کا فتویٰ بھی قابلِ تماشا ہے۔ یعنی قتل کو قتل کیا جائے یا قاتل کو۔ منہ قدس سرہ]

درفنِ تاریخ هم کمالے دارند. (''فن تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں'')۔

سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پنجم ربیع الاوّل یا ربیع الآخر ۱۸۲ھ اور حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ کا یہ واقعہ ۲۳ ذی قعدہ ۳۰۹ھ، دونوں میں قریب ایک سو اٹھائیس برس کا فاصلہ ہے، مگر امام ابو یوسف کو غیب دان کہئے کہ اپنی وفات سے سوا سو برس بعد کے واقعہ کو جان کر حلاج کے قتل کا پیشگی فتوی دے گئے۔

تذکرة الحفاظ، علامہ ذہبی میں ہے:

القاضي أبو يوسف الإمام العلامة فقيه العراقين.. صاحب أبي حنيفة ..واجتمع عليه المسلمون... مات في ربيع الآخر سنة ثنتين وثمانين و مائة عن سبعين سنة إلا سنة وله أخبار في العلم والسعادة... ". (1).

(''قاضی ابو یوسف امام، علامہ، اہلِ کوفہ و بصرہ کے فقیہ، امام ابوحنیفہ کے شاگرد، اور تمام مسلمان آپ پر متفق ہیں، آپ نے ربیع الآخر ۱۸۲ھ میں ۶۹ برس کی عمر میں داعی اجل کو لبیک

---

(1) (تذكرة الحفاظ ،للحافظ الذهبي ،جلد ا صفحه ۲۹۲. ۲۹۳(۲۷۳)

کہااور علم وسیادت میں ان کی خبریں ہیں‘‘)۔

وفیات الاعیان میں ہے:

”کانت ولادة القاضي أبي يوسف سنة ثلث عشرة ومائة وتوفي يوم الخميس أول وقت الطهر لخمس خلون من شهر ربيع الأول سنة اثنتين وثمانين ومائة ببغداد “. (1)

(’’یعنی قاضی ابو یوسف کی ولادت ۱۱۳ھ میں ہوئی اور وفات ۵ ربیع الاول بروز جمعرات ظہر کے اوّل وقت میں بغداد میں ہوئی‘‘)۔

اسی میں تاریخِ شہادت حضرت حلاج میں لکھا:”یوم الثلثا لسبع بقين وقيل لست بقين من ذي القعدة سنة تسع وثلث مائة “.(2)

(’’یعنی بروز منگل ذوالقعدۃ کے سات دن رہتے ہوئے اور کہا گیا کہ ذوالقعدہ باقی نہیں تھا ۳۰۹ھ کو ہوئی‘‘)۔

سلطان اورنگ زیب محی الدین عالمگیر انار اللہ تعالیٰ بُرہانہ کی حکایت مشہور ہے کہ کسی مُدعی ولایت کا شُہرہ سُن کران کے پاس تشریف لے گئے، اس کی عمر طویل بتائی جاتی تھی، سلطان نے پوچھا: جناب کی عمر شریف کس قدر ہے؟ کہا مجھے تحقیق تو یاد نہیں مگر جس زمانے میں سکندر ذوالقرنین امیر تیمور سے لڑ رہا تھا میں جوان تھا۔ سلطان نے فرمایا: علاوہ کشف وکرامات درفن تاریخ ہم کمال دارند۔ (’’یعنی کشف وکرامت کے علاوہ فنِ تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں‘‘)۔

دیوبندی صاحبوں نے تو ترپن، چون برس کا بل رکھا تھا جناب گنگوہی صاحب سوا سو برس سے

---

(1)(وفيات الأعيان، لإبن خلكان ،جلد ٦ صفحه ٣٨٨ (٨٢٤)،دار صادر بيروت).

(2)(وفيات الأعيان ، لإبن خلكان ،جلد ٢ صفحه ١٤٥(١٨٩)، دار صادر بيروت).

بھی اُونچے اُڑ گئے یعنی شملہ بمقدارِ علم۔اس سنت پر قائم ہو کر اگر کوئی دیوبندی یا تھانوی حضرت گنگوہی صاحب کے تذکرہ میں لکھ دیتا کہ عالیجناب گنگوہیت مآب کو ابنِ ملجم نے غسل دیا اور یزید نے نماز پڑھائی اور شمر نے قبر میں اُتارا، تو کیا مُستبعد [بعید] تھا بلکہ وہ اس کے قریب تر ہوتا دو وجہ سے:

۱ ''ممکن کہ اشتراکِ اسماء ہو، وفات گنگوہی صاحب کے وقت جو لوگ ان کاموں میں ہوں ان کے یہ نام ہوں۔

باب تشبیہ واسع ہے جیسے لکل فرعون موسی (''یعنی ہر فرعون کے مقابلے میں موسی ہوتا ہے'') مگر جناب گنگوہی صاحب کے کلام میں کہ امام ابو یوسف شاگرد امام ابو حنیفہ جو کہ سید العلماء تھے کوئی تاویل بنتی نظر نہیں آتی سوا اس کے کہ اتنا عظیم جہل شدید یا حضرت امام پر اتنا بیباکانہ افترائے بعید ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ العزیز المجید ۔

رابعًا : بغرض صحتِ حکایت یہ معبر(۱) کی اپنی مقدارِ علم ہے، ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عمر ہی بتائی ہو خواہ مجموع خواہ باقی۔ پانچ انگلیوں سے اشارے میں پانچ یا چھ دن یا ہفتے یا مہینے یا برس یا ساٹھ یا بہتر برس یا تیس سال دس مہینے گیارہ دن یا اکتیس سال چار مہینے گیارہ دن یا اکتیس سال چار مہینے چند دن بارہ (12) احتمال ہیں۔ کیا دلیل ہے کہ خواب دیکھنے والے کی عمر اگرچہ بفرضِ غلط امام احمد ہی ہوں، روزِ خواب سے آخر تک ان میں سے کسی مقدار پر نہ ہوئی۔ امام احمد کی عمر شریف ستتر (۷۷) سال ہوئی۔

اگر پانچ برس کی عمر میں خواب دیکھا ہو تو سب میں بڑا احتمال ۷۲ سال ممکن ہے اور باقی زیادہ واضح ہیں، یا اصل دیکھئے تو امام احمد و امام ابن سیرین کا نام تو دیو بندیوں نے بنا لیا۔ کیا دلیل کہ واقعی

---

(۱)[مُعَبِّر :خواب کی تعبیر بیان کرنے والا]

خواب دیکھنے والے کی ساری عمر چار احتمال اخیر سے کسی شمار پر نہ ہوئی۔

خواب دیکھنے کی تاریخ اور دیکھنے والے کی تاریخِ ولادت و تاریخ وفات یہ سب صحیح طور پر معلوم ہوئیں اور ثابت ہو کہ اس کی مجموع عمر و باقی عمر کوئی ان میں سے کسی احتمال پر ٹھیک نہیں آتی، اس وقت اس کہنے کی گنجائش ہو کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے مقدارِ عمر ہی بتائی ہو معبر کو اس کے جاننے کی طرف راہ نہ تھی لہذا اپنی سمجھ کے قابل اسے غُیُوبِ خمسہ کی طرف پھیر دیا۔

دیوبندیوں کو تو شاید اس اشارے میں یہ بارہ (12) احتمال سمجھنے بھی دشوار ہوں، حالانکہ وہ نہایت واضح ہیں، اور ان کے سوا اور دقیق (۱) احتمال بھی تھے کہ ہم نے ترک کر دیئے۔(۲)

شُبہ ثانیا کے تین رد گزرے امر اول و دوم و سوم سے، **رابعًا** دیوبندیوں کی عبارت کہ آپ کے علمِ مشاہدہ میں نقصان ثابت ہو گیا، علم غیب پر اطّلاع تو ابھی دُور ہے، جس ناپاک و بے باک طرز پر واقع ہوئی اس کا جواب تو ان شاء اللہ تعالیٰ روزِ قیامت ملے گا۔ مگر ان سفیہوں کو دین کی طرح عقل سے بھی مس نہیں، امر اہم و اعظم و اجل و اعلیٰ میں اِشتغال بارہا امر سہل سے ذُہول کا باعث ہوتا ہے۔(۳) ایسی جگہ اس کے ثبوت سے ہی اس کا انتفا ہوتا ہے نہ کہ اس کی نفی سے اس کی نفی پر استدلال کیا جائے، **ولکن الوھابیة قوم یجھلون** ”مگر وہابی قوم ہی جاہل ہے“۔

---

(۱)[**دقیق**: باریک، نازک، مشکل، کھٹن]۔

(۲)[اہل عرب اپنی انگلیوں کے مخصوص اشاروں سے مخصوص عدد مراد لیتے ہیں اور منڈیوں میں بھاؤ وغیرہ لگانا ہو تو منہ سے بولے بغیر راز داری سے عدد مقصود کے لئے انگلیوں کے ساتھ اس کا اشارہ کر دیتے ہیں مثلاً دورانِ تشہد انگلی اُٹھاتے وقت ترپن (53) کا عدد بنایا جاتا ہے اس طرح پانچ اُنگلیاں خاص خاص انداز میں اُٹھانے سے کل بارہ (12) احتمال نکلتے ہیں ایسے اشارات و احتمالات تک رسائی امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ ایسے محدث و ملہم ہی کے لئے ممکن ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ، (ظہور احمد جلالی)]۔

(۳)[یعنی کسی اہم معاملہ میں پوری طرح متوجہ ہونے سے آسان معاملہ کی طرف خیال نہیں جاتا]۔

شبہ ثالثہ کے دور دگزرے امراول وسوم سے۔

یہ حدیث جس طرح دیوبندی نے بنائی صریح افتراء ہے، نہ صحیح مسلم میں کہیں اس کا پتا ہے حضور اقدس ﷺ پر اعمالِ اُمت پیش کیے جانے کو غلط ومحض افتراء کہنا غلط ومحض افتراء ہے۔

حدیث (۱)

بزار اپنی مسند میں بسندِ صحیح جیّد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"حَيَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُحَدِّثُونَ وَنُحَدِّثُ لَكُمْ وَوَفَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ فَمَا رَأَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُ اللهَ عَلَيْهِ وَمَا رَأَيْتُ مِنْ شَرٍّ اِسْتَغْفَرْتُ اللهَ لَكُمْ .(1)

میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے (کیونکہ) تم مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تم سے باتیں کرتے ہیں۔اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے، پس بھلائی دیکھوں کا تو اللہ عزوجل کی حمد بجا لاؤں گا اور بُرائی دیکھوں گا تو تمہارے لئے استغفار کروں گا۔

أَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ وَلَهٗ رِضَاءً وَلِحَقِهِ الْعَظِيْمِ اَدَاءً

آمِيْنَ .

---

(1)(أخرجه البزار في مسنده ٥/٣٠٨،و٣٠٩(١٩٢٥)،مكتبة العلوم والحكم ،مدينة المنورة).

غیر مقلد البانی نے اپنے "سلسلة الأحاديث الضعيفه والموضوعة ٢/ ٤٠٤ (٩٧٥) ، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع الرياض "میں اس روایت کو ذکر کیا اور اس روایت پر مندرجہ ذیل = = =

اعتراض وارد کئے ہیں جو کہ مع ان کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں:

اولاً :"قلت :فاتفاق جماعة من الثقات على رواية الحديث عن سفيان دون آخر الحديث "حياتي ..." ثم متابعة الأعمش له على ذلك مما يدل عندي على شذوذ هذه الزيادة ؛لتفرد عبد المجيد بن عبد العزيز بها ،لا سيما وهو متكلم فيه من قبل حفظه ، مع أنه من رجال مسلم ،....قلت :ولهذا قال فيه الحافظ في التقريب :صدوق يخطئ .

خلاصہ کلام یہ کہ ثقات کی ایک جماعت نے اس روایت کو سفیان سے روایت کیا ہے مگر "حياتي ---الخ" کے علاوہ پھر اعمش نے اس کے ساتھ ان کی متابعت کی ہے جو میرے نزدیک اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اگلی زیادت شاذ ہے کیونکہ اس کو بیان کرنے والا عبد المجید بن عبد العزیز متفرد ہے اور اس میں حافظہ کے لحاظ سے کلام ہے باوجود کہ یہ صحیح مسلم کے رجال میں سے ہے۔

آگے چند محدثین سے عبدالمجید بن عبدالعزیز پر جرح نقل کی ہے اس کے بعد کہا کہ میں کہتا ہوں اسی لئے حافظ ابن حجر نے اس کے بارے میں کہا کہ:" صدوق يخطئ ".

الجواب:

اولاً: البانی صاحب شاید یہ بھول گئے کہ انہوں نے اپنے "سلسلة الصحيحة " میں اسی کی مثل سند بلکہ اس سے بھی کمزور سند سے زیادت کو قبول کرتے ہوئے صحیح میں شمار کیا ہے اگر تحقیق میں عدل وانصاف کوئی شرط ہے تو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن دراصل انہیں اپنے خیالات ونظریات عدل وانصاف سے زیادہ عزیز ہیں۔

ملاحظہ ہو وہ روایت اور اس کی سند

"محمد بن عبد الله بن نمير ، حدثنا أبو معاوية ، حدثنا إسماعيل بن مسلم ،عن الحسن ، عن أنس ، قال رسول الله ﷺ أحب الأسماء الى الله عبد الله ،وعبد الرحمن ، والحارث ".(رواه أبو يعلى في مسنده ٥٧٠٥(٢٧٧٩)

البانی صاحب اس روایت کو "سلسلة الصحيحة ٢/٦٠٥(٩٠٤)" میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: ==

....

....

قلت وهذا اسناد ضعيف ،الحسن هو البصري وقد عنعنه وإسماعيل بن مسلم هو أبو إسحاق المكي ضعيف الحديث كما في التقريب .

قارئین کرام! مذکورہ بالا سند میں بقول البانی دو علتیں موجود ہیں:

ایک تو امام حسن بصری کی تدلیس اور وہ اس کو عن کے ساتھ روایت کرر ہے ہیں۔البانی صاحب امام حسن بصری کی تدلیس کو تسلیم کرر ہے ہیں اور عند المحدثین مدلس کا عنعنہ بالاتفاق مردود ہوتا ہے۔

دوسری اسماعیل بن مسلم، ابو اسحاق مکی جو کہ ضعیف الحدیث ہے۔

اب ملاحظہ فرمائیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ عبد المجید کے بارے میں تو فرماتے ہیں کہ:" **صدوق يخطئ** " جبکہ اسماعیل بن مسلم کے بارے میں صاف فرماتے ہیں کہ:" **ضعيف الحديث** "۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جس کے بارے میں " **صدوق يخطئ** " کی جرح ہو اس کی حدیث زیادہ قابلِ ضعف ہوتی ہے یا جس کے متعلق " **ضعيف الحديث** " کی جرح ہو اس کی روایت زیادہ ضعیف ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب میں جو مراتب بنائے ہیں ان میں پانچویں مرتبہ میں جن الفاظ کا ذکر کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں: " **الخامسة :من قصر عن درجة الرابعة قليلا وإليه الاشارة بصدوق سيء الحفظ أو صدوق يهم أو له أوهام أو يخطئ ...** اور آٹھویں مرتبہ میں لکھتے ہیں کہ : " **الثامنة :من لم يوجد فيه توثيق لمعتبر ، ووُجد فيه اطلاق الضعف ، ولو لم يفسر ، وإليه الاشارة بلفظ :ضعيف . (مقدمة تقريب التهذيب صفحه ۱۷)**

حافظ ابن حجر عسقلانی کے پہلے چھ مراتب راوی کی تعدیل پر دلالت کرتے ہیں جبکہ آخری چھ راوی پر جرح پر دلالت کرتے ہیں۔ملاحظہ ہو: **الفاظ وعبارات الجرح والتعديل بين الافراد ،والتكرير والتركيب للدكتور أحمد معبد عبد الكريم ۱۸۰.۱۸۱،مكتبة أضواء السلف الرياض .**

پس معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر کے نزدیک اسماعیل بن مسلم کی روایت زیادہ ضعیف ہوتی ہے بنسبت عبد المجید بن عبد العزیز کی روایت کے، اور پھر اس کی روایت میں بقول البانی بھی ایک علت ہے جبکہ اس روایت جس کو

البانی نے صحیحہ میں شمار کیا ہے دو علتیں موجود ہیں۔

ثانیا : البانی صاحب حدیث عبداللہ بن مسعود پر اعتراض کرتے ہوئے عبدالمجید بن عبدالعزیز کے متعلق لکھتے ہیں کہ:"وقد وثقه جماعة وضعفه آخرون ،وبين بعضهم السبب ، فقال الخليلي :ثقة ، لكنه أخطأ في أحاديث .وقال النسائي :ليس بالقوي ، يكتب حديثه .وقال ابن عبد البر : روى عن مالك أحاديث أخطأ فيها . وقال ابن حبان في المجروحين (۲/۱۵۲):منكر الحديث جدا ، يقلب الأخبار ، ويروي المناكير عن المشاهير ، فاستحق الترك .

خلاصہ کلام یہ کہ عبدالمجید بن عبدالعزیز کی ایک جماعت نے توثیق کی ہے اور دوسروں نے تضعیف اور بعض نے سببِ جرح بھی ذکر کیا ہے یہاں البانی صاحب نے جو نام پیش کئے ہیں ان میں امام خلیلی ،نسائی ،ابن عبدالبر اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہم قابلِ ذکر ہیں۔

جبکہ اسماعیل بن مسلم کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"تركه ابن المبارك وربما روى عنه ".الضعفاء الصغير (۱۹) . وتركه يحيٰى وابن مهدي .(التاريخ الكبير ۱/۳۸۲(۱۱۷۹)).

امام ابن عدی فرماتے ہیں:أحاديثه غير محفوظة عن أهل الحجاز والبصرة والكوفة إلا أنه ممن يكتب حديثه . (الكامل في الضعفاء ۱/۲۸۴(۱۲۰)).

امام ابن معین فرماتے ہیں:ليس بشئ .(تاريخ ابن معين رواية الدارمي ۶۶(۱۲۱)).

امام ابن معین ہی فرماتے ہیں:"ليس بشي . (تاريخ ابن معين رواية الدوري ۴/۸۲(۳۲۳۷)).

امام ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:"يخطئ أسأله عن الحديث فما كان يدري شيئا". (تهذيب التهذيب ۱/۲۸۹)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ:"ما روى عن الحسن في القراء ات فاما إذا جاء إلى المسندة مثل حديث عمرو بن دينار يسند عنه أحاديث مناكير ليس أراه بشئ وكان ضعفه = = =

ويسند عن الحسن عن سمرة أحاديث مناكير.

(العلل ومعرفة الرجال ۲/۳۵۲(۲۵۵۶).

امام احمد بن حنبل ہی فرماتے ہیں کہ:"منکر الحديث". (تهذيب الكمال ۳/۲۰۱)

امام ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ:هو بصري .. ضعيف الحديث. (الجرح والتعديل ۲/۱۹۸)

امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ:

"هو ضعيف الحديث ليس بمتروك، يكتب حديثه (الجرح والتعديل ۲/۱۹۸)

امام علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ :"لا أكتب حديثه (الجرح والتعديل ۲/۱۹۸)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:"متروك الحديث". (تهذيب الكمال ۳/۲۰۳)

ابراہیم بن یعقوب سعدی فرماتے ہیں "واهي الحديث جدا (تهذيب الكمال ۳/۲۰۲)

عمرو بن علی فرماتے ہیں کہ:"يحدث عنه أهل الكوفة الأعمش وإسماعيل بن أبي خالد وجماعة وكان ضعيفا في الحديث يهم فيه وكان يكثر الغلط يحدث عنه من لا ينظر في الرجال.

(تهذيب الكمال ۳/۲۰۲).

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"قد تكلم فيه بعض أهل العلم من قبل حفظه". (السنن "الجامع" (۱۴۰۱)

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

"متروك". (سوالات البرقاني للدارقطنى رواية الكرجى عنه ۱۴(٦).

امام دارقطنی ہی فرماتے ہیں کہ:ضعيف. (علل الدارقطنى ۴/۲۵۹(۵۴۷).

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:"وأنا أبرأ من عهدته". (صحيح ابن خزيمة (۲۴۲۹).

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :"هذا فيه ضعف". (السنن الكبرى ۸/۳۹).

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:"كان فصيحا وهو ضعيف يروى المناكير عن ===

....

....

المشاهير ويقلب الأسانيد (تهذيب التهذيب ۲۸۹/۱)

امام بزاراور ابواحمد حاکم فرماتے ہیں کہ :"لیس بقوي ". (تهذيب التهذيب ۲۸۹/۱)

امام عقیلی، ابن الجارود، دولابی اور ساجی نے اسے ضعفاء میں شمار کیا (تهذيب التهذيب ۲۸۹/۱).

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:"وهو ضعيف "(مجمع الزوائد ۱۶۸/۱، ۸۰وغيرهما)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:" ضعفوه " . (الكاشف مع تقريب ۸۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:"ضعيف الحديث " (تقريب التهذيب ۸۲).

مذکورہ بالا آئمہ کے علاوہ بھی اس کی تضعیف کرنے والے موجود ہیں اور مجھے اپنے وسائل کی حد تک کسی محدث سے اس کی کوئی معتبر توثیق نہیں ملی لہذا محدثین کی آراء کے مطابق یہ بالاتفاق ضعیف ہے، جبکہ عبدالمجید بن عبد العزیز کے جارحین کا حال اس سے بہت بہتر ہے جیسا کہ البانی صاحب نے خود بھی اقرار کیا ہے کہ ایک جماعت نے اس کی توثیق کی ہے، پس عدل وانصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس کی روایت کو بدرجہ اولیٰ صحیحہ میں شمار کیا جاتا جبکہ اس کی سند میں کوئی اور علّت بھی موجود نہیں ہے حالانکہ امام ابن عدی کے بقول اسماعیل بن مسلم کی روایات خاص کر اہلِ حجاز و بصرہ اور کوفہ سے غیر محفوظ ہیں اور البانی صاحب کی صحیحہ میں شمار کردہ روایت بھی اہل بصرہ میں سے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔

ثالثا: قارئین کرام! یہ عبدالمجید بن عبدالعزیز وہی ہے جس کی ایک روایت کے بارے میں البانی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:"حديث صحيح رجاله ثقات غير عبد المجيد بن عبد العزيز بن أبي رواد قال الحافظ صدوق يخطئ ،أفرط ابن حبان فقال متروك .

(ضلال الجنة في تخريج السنة لابن أبي عاصم ۲۷۶/۱ (۵۲۷)

البانی صاحب نے جن آئمہ سے عبدالمجید پر جرح نقل کی ہے ان میں امام ابن حبان کی جرح یعنی ان کا عبدالمجید بن عبدالعزیز کو متروک قرار دینا بقول البانی جی بھی افراط ہے لہذا یہ جرح قابلِ قبول نہ ہوئی۔

اور امام نسائی اور خلیلی کے کلمات میں جہاں جرح ہے وہاں امام خلیلی کا " ثقه " اور امام نسائی کا "یكتب = =

....

....

حدیثہ " کہنا اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ یہ راوی ان کے نزدیک بھی اتنا گرا ہوا نہیں کہ اس کی روایات کو ترک کر دیا جائے، باقی امام خلیلی کا یہ کہنا کہ "لکنه أخطأ في أحاديث " اور ابن عبدالبر کا یہ کہنا کہ "روى عن مالك أحاديث أخطأ فيها" اس طرف اشارہ ہے کہ یہ خاص امام مالک سے بیان کردہ روایات میں ہے اور یہ روایت وہ امام مالک سے بیان نہیں کر رہا لہذا البانی صاحب کا ان وجوہات کی بنا پر اس روایت کو ضعیفہ میں شمار کرنا غلط و بے بنیاد ہے۔ واللہ اعلم۔

رابعا: آئمہ کی ایک جماعت نے اس کی روایات کی تصحیح وتحسین فرمائی ہے، ملاحظہ ہو:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ آپ اس کی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"هذا حديث حسن "(الجامع الترمذي ٥٦٦ (١٩١٨)۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں اس کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے۔"مستدرك ١/٤٩٩(٨٨٤)وقال :هذا حديث صحيح على شرط مسلم، فقد احتج بعبد المجيد بن عبد العزيز ،وسائر الروة متفق على عدالتهم ...الخ .

اور امام ذہبی نے اس کی تلخیص میں ان الفاظ کے ساتھ موافقت کی کہ "على شرط مسلم ".

مستدرک ۴/۳۲۵-۳۲۶: وقال :هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه .

وقال الذهبي :صحيح .

ان کے علاوہ امام ابن خزیمہ وغیرہ نے اس کی روایات کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے بغیر جرح وتنقید کے، اور حافظ ابن حجر نے "بلوغ المرام" میں امام ابن خزیمہ سے اس کی روایت کی تصحیح نقل کی بغیر کسی نکیر کے۔

جبکہ اسماعیل بن مسلم کی حالت اوپر مذکور ہو چکی۔

ثانیاً :البانی صاحب صحیحہ میں ذکر کردہ روایت کی تقویت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"ولكن للحديث شاهد قوي يرويه به الحجاج بن أرطاة عن عمير بن سعيد عن سبرة بن أبي سبرة عن أبيه أنه أتى النبي ﷺ قال ما ولدك قال فلان وفلان وعبد العزى = = =

....

....

فقال رسول الله ﷺ هو عبد الرحمن ، ان أحق أسمائكم أو من خير أسمائكم ان سميتم عبد اللّٰه ،وعبد الرحمن ،والحارث .ومن هذا الوجه أخرجه ابن مندة كما في الاصابة ٣٩٢/٢. قلت و هذا سند ضعيف من أجل الحجاج فانه مدلس وقد عنعنه .وسبرة بن أبي سبرة ،أورده ابن أبي حاتم في الجرح والتعديل ٢٩٦/١/٢،ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا ، لكن أورده في الصحابة وذكره ابن حجر في القسم الأول من الصحابة ، وساق له هذا الحديث من رواية أبي أحمد الحاكم عن الحجاج به . وقد تابعه أخوه عبد الرحمن نحوه ، رواه أبو إسحاق عن خيثمة بن عبد الرحمن بن (أبي)سبرة :أن أباه عبد الرحمن ذهب مع جده إلى رسول الله ﷺ فقال له :ما إسم ابنك ؟ قال :عزيز ، فقال النبي ﷺ :لا تسمه عزيزا ، ولكن سمه عبد الرحمن ، ثم قال :فذكره.

(أخرجه أحمد ١٧٨/۴)وابن حبان (١٩۴۵)مختصرا ، وكذا الحاكم (۲۷۶/۴) .

وقال :صحيح الإسناد .ووافقه الذهبي .

قلت :لكن ظاهره الإرسال ، وقد وصله أحمد في رواية له من هذا الوجه عن خيثمة بن عبد الرحمن عن أبيه به نحوه ،قلت :فهذا موصول ، وكذلك رواه الطبراني ، قال الهيثمي ٥٠/٨)ورجاله رجال الصحيح .

الجواب :

اولاً: البانی صاحب کا بیان کردہ قوی شاہد ایسا ہے جس کی ان کے نزدیک بھی سند ضعیف ہے اور اس میں بقول ان کے حجاج بن ارطاہ مدلس ہے اور وہ عن سے روایت کر رہا ہے اور مدلس کا عن سے روایت کرنا بالاتفاق مردود ہوتا ہے۔

ثانیًا: دوسری سند کے ساتھ جو البانی صاحب نے متابعت ثابت کی ہے اس سے ہمیں غرض نہیں کیونکہ پہلی سند میں سبرہ پر کلام کا مسئلہ نہیں بلکہ حجاج کی تدلیس کا مسئلہ ہے اور دوسری سند میں بھی ابو اسحاق السبیعی = = =

راوی موجود ہے جو کہ مشہور مدلس ہیں اور آخری عمر میں اختلاط کا بھی شکار ہو گئے تھے ملاحظہ ہو:" طبقات المدلسين وتقريب التهذيب كلاهما لابن حجر". اور یہ بھی عن کے ساتھ بیان کر رہے ہیں لہذا چاہئے تھا کہ البانی صاحب اس کی سند کو بھی ضعیف لکھتے لیکن نہ جانے کس مصلحت کے پیش نظر انہوں نے اسے ضعیف قرار نہیں دیا۔

ثالثاً: دونوں روایتوں میں اختلاف موجود ہے کیونکہ ایک میں نام "عبدالعزی" بیان ہوا اور دوسری میں "عزیز" جبکہ ان کے ساتھ جانے والا بچہ ایک ہی تھا جیسا کہ پہلی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "یہ عبدالرحمٰن ہے"، اور دوسری روایت میں خیثمہ بیان کر رہے ہیں کہ ان کے والد عبدالرحمٰن ان کے دادا کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے جن کا پہلا نام عزیز تھا، پس دونوں روایتوں میں مخالفت پائی گئی۔

رابعاً: البانی صاحب نے مسند احمد کا جو حوالہ بیان کیا ہے اس کی سند میں بھی ابو اسحاق صیغہ عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔

اور امام حاکم نے جس روایت کو بیان کیا اور اس کی تصحیح فرمائی ہے اور حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے اس میں امام شعبہ بیان کرتے ہیں کہ: " سمعت أبا إسحاق يحدث عن خيثمة ان جده سمى أباه عزيزا فذكر ذلك للنبي ﷺ فسماه عبد الرحمن ". اس روایت میں اگلے الفاظ " ان أحق أسمائكم أو من خير أسمائكم ان سميتم عبد الله ،وعبد الرحمن ،والحارث". موجود ہی نہیں، پس البانی صاحب کی بیان کردہ روایت کے اگلے الفاظ کی نہ تو امام حاکم نے تصحیح کی اور نہ ہی حافظ ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے لہذا ان کی تصحیح ان الفاظ کے ثبوت میں قطعاً فائدہ مند ثابت نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح امام ابن حبان نے اپنی صحیح ۱۳/۱۴۲۔۱۴۳ (۵۸۲۸) [البانی صاحب کے بیان کردہ حوالہ میں شاید کاتب سے غلطی واقع ہوئی ہے] میں جو روایت بیان کی ہے وہ بھی مختصر ہے۔

اور مختصر بیان کرنے والے ابو اسحاق کے علاوہ بھی موجود ہیں جیسا کہ علاء بن مسیب اور یونس بن ابی = = =

....

....

اسحاق اور امام اعمش وغیرہم لہذا ان کی متابعت سے ابو اسحاق کی تدلیس رفع ہو جاتی ہے۔

خامسًا : البانی صاحب کے الفاظ "قلت :لكن ظاهره الإرسال " واضح کرتے ہیں کہ یہ روایت اس سند سے مرسل ہے اور وہ ان کے نزدیک قابلِ حجت نہیں کیونکہ وہ حدیث ابن مسعود کے تحت ہی لکھتے ہیں کہ:

"وخرها حديث بكر بن عبد الله المزني وهو مرسل ، وهو من أقسام الحديث الضعيف عند المحدثين "(سلسلة الضعيفة ۲/۴۰۶)

سادسًا: البانی صاحب نے جس سند سے ارسال کو رفع کرنا چاہا ہے وہ سند مسند احمد میں مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ ہے:"حدثنا وكيع ، حدثني يونس بن أبي اسحاق ،عن خيثمة ابن عبد الرحمن عن أبيه قال كان إسم أبي في الجاهلية عزيزا فسماه رسول الله ﷺ عبد الرحمن . (مسند أحمد ۱۷۸/۴) اور اس میں زیادت مروی نہیں لہذا البانی صاحب کی صحیحہ میں بیان کردہ زیادت اس طرح بھی صحیح ثابت نہیں ہو سکتی۔

ثامنًا : البانی صاحب کا کہنا کہ :"وكذلك رواه الطبراني وقال الهيثمي ورجاله رجال الصحيح " . اگر امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا کسی روایت کے بارے میں ایسا قول کرنا ان کے ہاں معتبر ہے تو "سلسلة الضعيفة " میں کئی مقامات پر اس پر تنقید کیوں؟۔

اور خاص حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں امام ہیثمی کا یہی قول ہے جو یہاں قبول اور وہاں مردود؟فيا للعجب.

تاسعًا : البانی صاحب نے "صحيحه " میں شمار کردہ اپنی روایت کے شاہد کے لئے اپنی تحقیق کے مطابق ہی ضعیف روایت نقل کی ہے جبکہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید قرآنِ مجید فرقانِ حمید کرتا ہے لیکن اس کو ضعیفہ میں شمار کیا ہے اللہ عزوجل قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا﴾[النساء :۴۱]

وہ کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر امت سے شاہد لائیں گے اور آپ کو ان تمام پر شاہد بنائیں گے۔ = = =

....

....

سورہ نحل میں جوارشادِ ربانی ہے کہ ﴿وَجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ اس کے تحت علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: "المراد بهؤلاء أمته ﷺ عند أكثر المفسرين ولم يستبعد أن يكون المراد بهم ما يشتمل الحاضرين وقت النزول وغيره إلى يوم القيمة فإن أعمال أمته عليه الصلوة والسلام تعرض عليه بعد موته . (تفسير روح المعانی ۱۴/۲۱۳)

یعنی مفسرین کی اکثریت کے نزدیک ﴿ھؤلاء﴾ سے مراد آپ ﷺ کی امت ہے، اس میں تمام اُمت کا شامل ہونا کوئی ناممکن نہیں خواہ وہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات کے وقت موجود تھے یا قیامت تک آنے والے ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر بعداز وصال بھی اعمالِ اُمت پیش کیے جاتے ہیں۔

پس اگر کوئی روایت باعتبارِ سند ضعیف بھی ہو اور اس کی تائید قرآنِ مجید کرتا ہو تو وہ حدیث قوی ہو جاتی ہے جبکہ اس روایت کے تو کئی اور شواہد بھی موجود ہیں جن میں سے بقول البانی صاحب صحیح سند کے ساتھ بکر بن عبداللہ مزنی کی بیان کردہ مرسل روایت۔

پس البانی صاحب کا اس روایت کو ضعیفہ میں شمار کرنا تعصُّب وہٹ دھرمی کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟۔

اگر حدیث انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس میں دو علّتیں موجود ہیں اور اس کا راوی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے راوی سے کم درجہ کا ہے اور اس میں کوئی اور علّت بھی نہیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود کی یہ روایت صحیحہ میں شمار ہونے کی زیادہ حق دار تھی، نہ کہ یہ تو ضعیف قرار پاتی اور جس میں دو علّتیں موجود اور راوی بھی اس کے راوی سے کمزور وہ صحیح قرار پاتی، اور اگر اس کی تائید میں البانی صاحب کو بسندِ ضعیف شاہد بھی مل گیا تھا لیکن اس حدیث عبداللہ بن مسعود کی تائید تو قرآن مجید کر رہا ہے لہذا یہ اس سے بہت بہتر ہے۔

ثالثاً : آگے البانی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

" وللحديث شاهد مرسل قوي بلفظ "خير الأسماء عبد الله ،وعبد الرحمن ، ونحو هذا ، وأصدق الأسماء الحارث وهمام ، حارث لدنياه ولدينه ، وهمام بهما ، وشر الأسماء حرب ومرة ". رواه ابن وهب في الجامع ص ۷ أخبرني ابن لهيعة عن جعفر ابن = = =

....

....
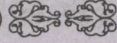
ربيعة عن ربيعة بن يزيد عن عبد الله بن عامر اليحصبي مرفوعًا .

قلت :وهذا سند مرسل صحيح ، رجاله كلهم ثقات ، واليحصبي كنيته أبو عمران الدمشقي المقري . وقد تابعه عبد الوهاب بن بخت ، فقال ابن وهب :أخبرني داود بن قيس عنه به دون قوله "نحوه هذا" . وإسناده مرسل صحيح أيضا ، لكن ابن بخت كان قد سكن الشام ، فمن الجائز أن يكون تلقاه عن اليحصبي ، فلا يتقوي أحدهما بالآخر ، كما هو ظاهر .

اولًا : البانی صاحب کے بقول یہ روایت مرفوعًا تو ثابت نہیں البتہ مرسل کو البانی صاحب صحیح قرار دے رہے ہیں۔ اس میں بھی بات چانس کی ہے کیونکہ عبدالوھاب بن بخت شام میں رہا ہے اور ہوسکتا ہے کہ عبداللہ بن عامر یحصبی سے ملا ہو۔ واہ رے تحقیق وانصاف۔ ایک طرف تو "ہوسکتا ہے" بھی قبول اور دوسری طرف حقیقت بھی قبول نہیں، مجھے اپنے وسائل کی حد تک کہیں یہ بات نہیں ملی کہ کسی نے عبداللہ بن عامر کے شاگردوں میں عبدالوھاب بن بخت کا ذکر کیا ہو یا عبدالوھاب بن بخت کے شُیُوخ میں عبداللہ بن عامر یحصبی کا ذکر کیا ہو۔ یہ عجیب تحقیق ہے کہ اپنی مرضی ہو تو چانس پر صحت کا حکم لگا دیا جائے اور اگر اپنے نظریات کے مطابق نہ ہو تو حقیقت کو بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا جائے۔

ثانیًا : البانی صاحب کی مذکورہ بالا روایت جس کو انہوں نے صحیحہ میں شمار کیا ہے اس کی اپنی سند بقول ان کے ضعیف ہے کیونکہ اس میں دو علّتیں پائی جاتی ہیں اور اس کا قوی شاہد جو انہوں نے پیش کیا ہے وہ بھی بقول ان کے ضعیف ہی ہے اور پھر جو اس کا متابع پیش کر رہے ہیں اس میں اپنے اصل کی مخالفت موجود ہے اور پھر وہ بھی ضعیف ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، اور جس کی محدثین نے تصحیح کی ہے اس میں وہ الفاظ موجود نہیں، پھر اس کی اور اسناد بھی ہیں، جبکہ مفصل کی کوئی سند بھی صحیح نہیں۔

ایک سند میں ایک راوی متروک وضعیف اور مدلس جبکہ دوسری اسناد میں مدلس راوی جو عن کے ساتھ بیان کر رہا ہے، لہٰذا نہ تو اصل کی صحت ثابت اور نہ ہی قوی شاہد کی صحت ثابت، پس ایک مرسل جس کی ان کے = = =

نزدیک سند صحیح ہے حالانکہ وہ بھی چانس پر جیسا کہ ذکر ہوا۔

ثالثا : ملاحظہ ہو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا مرسل صحیح شاہد جس کو البانی صاحب بھی صحیح تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"نعم لقد صح إسناد هذا الحديث عن بكر بن عبد الله المزني مرسلا ، وله عنه ثلاث طرق الأولى :عن غالب القطان عنه.

أخرجه إسماعيل القاضي في فضل الصلوة على النبي ﷺ (رقم ٢٥ بتحقيقي) وابن سعد في الطبقات ٢/٢/٢. و رجاله كلهم ثقات رجال الشيخين .

الثانية :عن كثير أبي الفضل عنه . أخرجه إسماعيل أيضا (رقم ٢٦) ،ورجاله ثقات رجال مسلم غير كثير ، واسم أبيه يسار ، وهو معروف كما بينه الحافظ في اللسان رد على قول ابن القطان فيه :حاله غير معروفة".

الثالثة :عن جسر بن فرقد عنه أخرجه الحارث بن أبي أسامة في مسنده (٢٣٠من بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث ، وجسر ضعيف . قلت :فعل هذا الحديث الذي رواه عبد المجيد موصولا عن ابن مسعود أصله هذا المرسل عن بكر ، أخطأ فيه عبد المجيد فوصله عن ابن مسعود ملحقا اياه بحديثه الأول عنه والله أعلم . (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ٢/٤٠٥)

جب البانی صاحب کے نزدیک بھی حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاہد دو اسناد جن میں ایک بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح تھا اور دوسرا بھی ایک معروف راوی کے علاوہ مسلم کے رواۃ سے تھا تو اس کی تائید سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت صحیح قرار پائی جانی چاہئے تھی، لیکن یہاں البانی صاحب کے نظریات کی مخالفت تھی اس لئے انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ شاید وہ روایت جس کو عبد المجید نے موصولاً بیان کیا ہے اصل میں یہی بکر بن عبداللہ مزنی کی مرسل روایت ہو جس میں عبدالمجید = = =

....

....

سے خطاء واقع ہوئی ہو اور اس نے اس کو حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت سے ملا کر موصولاً بیان کر دیا ہو۔

عجیب بات ہے کہ یہاں البانی صاحب نے اپنے " فلعل " کے ساتھ کام چلالیا۔

جبکہ دوسری طرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی تقویت بیان کرنے والے آئمہ کی بھی پرواہ نہ کی جیسا کہ امام عراقی، ان کے بیٹے، ہیثمی، سمہودی اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہم جن کے اس حدیث مبارکہ کے بارے میں مندرجہ ذیل اقوال ہیں:

امام عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وقال العراقي في طرح التثريب في شرح التقريب ٢٩٧/٣: وروى أبو بكر البزار في مسنده بإسناد جيد .

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وقال الهيثمي في مجمع الزوائد ٥٩٤/٨. ٥٩٥ رواه البزار رجالهٗ رجال الصحيح.

امام سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وقال السمهودي في خلاصة الوفاء ٤٣/١: وللبزار برجال الصحيح عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه مرفوعا.

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وقال السيوطي في خصائص الكبرى ٤٩١/٢ وأخرج البزار بسند صحيح من حديث ابن مسعود .

حدیث نمبر (۲)

مسندِ حارث میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

حياتي خيرلكم تحدثون ويحدث لكم فإذا أنا مت كانت وفاتي خيرا لكم تعرض علي أعمالكم فإذا رأيت خيرا حمدت الله وان رأيت شرا استغفرت الله لكم .(1)

"اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه قدر رأفته ورحمته بأمته أبدا امين".

میرا جینا تمہارے لیے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں، جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے خیر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے، اگر نیکی دیکھوں گا تو حمد الٰہی کروں گا اور اگر برائی دیکھوں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔

---

(1)(أخرجه ابن سعد في طبقات الكبرى ۲/۱۹۴،عن بكر بن عبد الله المزنى ،مرسلا ، لفظ له .

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو امام سیوطی اور متقی ہندی کی اتباع میں مسندِ حارث کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع الصغیر اور متقی ہندی نے کنز العمال میں اس کے ابتدائی لفظ " حياتي خيرلكم ومماتي خيرلكم" لکھنے کے بعد اسے مسندِ حارث کی طرف منسوب فرمایا۔

مسندِ حارث ابھی تک غیر مطبوع ہے، لیکن اس کے زوائد "بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث" میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت موجود نہیں، البتہ بکر بن عبد اللہ مزنی سے مرسلاً اسی طرح الفاظ کے اختلاف کے ساتھ مروی ہے، ملاحظہ ہو: باب :في حياته ووفاته ﷺ (۹۵۶)۔

یونہی علامہ سید مرتضی الزبیدی فرماتے ہیں کہ:

"وقال العراقي رواه البزار من حديث ابن مسعود ورجاله رجال الصحيح الا أن عبدالمجيد بن عبد العزيز بن رواد وان أخرج له مسلم ووثقه ابن معين والنسائي فقد ضعفه كثيرون ،وفي رواية الحارث ابن أبي أسامة في مسنده من حديث أنس = = =

حدیث نمبر (۳)

ابن سعد طبقات اور حارث مسند میں اور قاضی اسمعیل بسند ثقات بکر بن عبداللہ مزنی سے مرسلاً راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

بنحوه باسناد ضعيف انتهى .إتحاف السادة المتقين بشرح إحياء علوم الدين ۱۱/۳۴۷

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کا ذکر کیا ابو محمد القرشی، عبدالقادر بن محمد بن محمد بن نصر اللہ القرشی الحنفی [م ۳۳۰ھ] نے اپنے جزء (صفحہ ۳، حدیث ۸، ق) میں اپنی سند سے خراش بن عبداللہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا ہے۔

اور امام ابن عدی نے اپنی ''الکامل ۳/۷۶ [۳۶۵ھ]'' میں

اور مسعود بن حسن ثقفی [۵۶۲ھ] نے ''عروس الأجزاء ۷/۸ (۸۲)، دار البشائر الاسلامیہ'' میں

خراش عن انس کے طریق سے مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

"حياتي خيرلكم وموتي خيرلكم ،أما حياتي فأحدث لكم ،وأما موتي فتعرض علي أعمالكم عشية الاثنين والخميس ،فما كان من عمل صالح حمدت الله عليه، وما كان من عمل سوء استغفرت الله لكم .

اور حافظ جلال الدین سیوطی [۹۱۱ھ] نے اپنے رسالہ ''عشاریات، صفحہ ۱۰ (۲۹)، ق'' میں۔

اور البانی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کی ایک اور سند کا أبو طاهر المخلص في الثاني من العاشر من حديثه (ق ۲/۲۱۲) کے حوالہ سے بھی ذکر کیا ہے،

ملاحظہ ہو: (سلسلة الأحاديث الضعيفة ۲/۴۰۶)

اسی طرح متقی ہندی نے ''کنز العمال ۱۲/۴۲۰-۴۲۱'' میں ابن نجار کے حوالہ سے اس روایت کو نافع، ابو ہرمز سجستانی عن انس سے بیان کیا ہے۔

لیکن ان تمام میں ایسے راوی موجود ہیں جن میں آئمہ فن نے کثیر کلام کیا ہے ایک روایت اعمالِ اُمت کا نبی اکرم ﷺ پر پیش کیا جانا کے متعلق اصل رسالہ میں حدیث نمبر (۵) کے تحت آ رہی ہے۔

حياتي خيرلكم تحدثوني ويحدث لكم فإذا أنا مت كانت وفاتي خيرا لكم تعرض علي أعمالكم فإن رأيت خيرا حمدت الله وان رأيت شرا استغفرت لكم .(1)

میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے، جونئی بات تم سے واقع ہوتی ہے ہم اس کا تازہ علاج فرماتے ہیں، جب میں انتقال کروں گا میری وفات تمہارے لئے بہتر ہو گی، تمہارے اعمال میرے حضور معروض ہوں گے، میں نیکیوں پر شکر اور بدی پر تمہارے لئے استغفار فرماؤں گا۔

"اللّٰهم صل وسلم وبارك على هذا الحبيب الذي أرسلته رحمة وبعثته نعمة وعلٰى اله وصحبه عدد كل عمل و كلمة امين".

حديث نمبر (٤)

امام[حکیم] ترمذی محمد بن علی، والد عبدالعزیز سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

تعرض الأعمال يوم الإثنين والخميس على الله تعالى وتعرض على الأنبياء وعلى الأباء والأمهات

ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو اعمال اللہ عزوجل کے حضور پیش ہوتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیاء اور ماں باپ کے سامنے ،وہ نیکیوں پر خوش

---

(1)(أخرجه ابن سعد في طبقات الكبرى ۲/۱۹۴،والقاضي في فضل الصلٰوة علي النبي ﷺ ۱۴(۲۳)، كلاهما من طريق حماد بن زيد عن غالب القطان عن بكر بن عبد الله المزني .رجالهما ثقات . وأخرجه القاضي في فضل الصلٰوة على النبي ﷺ ۱۴(۲۴)، من طريق حماد بن سلمة عن كثير أبي الفضل عن بكر بن عبد الله المزني .

وأخرجه الحارث في مسنده كما في بغية ۲۳۰/۷(۹۵۶)، من طريق جسر بن فرقد عن بكر بن عبدالله المزني .وفيه جسر بن فرقد وهو ضعيف.

يوم الجمعة فيفرحون بحسناتهم و تزداد وجوههم بياضا واشراقا فاتقوا الله تعالى ولا تؤذوا موتاكم .(1)

ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو بَد اعمالی سے اِیذا نہ دو۔

اللّٰھم وفقنا لما ترضاه ويرضاه نبينا ﷺ وتزداد به وجوه اٰبائنا وأمهاتنا بياضا واشراقا ،آمين .

---

(1)(نوادر الأصول ۲۱۳)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے زندوں کے مردہ رشتہ داروں پر بھی اُن کے اعمال پیش کیا جانا مروی ہے جس کو امام احمد اور ان کے بیٹے عبداللہ بن احمد وغیرہما نے روایت کیا ہے جس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

" قال النبي ﷺ :ان أعمالكم تعرض على أقاربكم وعشائركم من الأموات ، فان كان خيرا استبشروا به وان كان غير ذلك قالوا :أللّٰهم لا تمتهم حتى تهديتهم كما هديتنا .

یعنی نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک تمہارے اعمال تمہارے رشتہ دار اور قرابت والے مردوں پر پیش کئے جاتے ہیں، پس اگر وہ بہتر ہوں تو وہ ان پر خوش ہوتے ہیں اور اگر دوسری صورت (یعنی بُرے ہوں) تو وہ دعا کرتے ہیں، اے اللہ عز وجل! ان کو اس وقت تک موت نہ دینا جب تک تو ان کو ہماری طرح ہدایت نہ دے دے جیسا کہ تو نے ہمیں ہدایت دی۔

(أخرجه أحمد في مسنده ۳/۱۶۴.۱۶۵(۱۲۷۱۳)،لفظ له ، وعبد الله بن أحمد في السنة (۱۳۲۰) ، وابن الجوزي في الثبات عند الممات ۶۱(۵۵).

یہ روایت البانی صاحب کے نزدیک اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے جس کو پہلے البانی نے ''سلسلۃ الضعیفۃ ۲/۲۵۴۔۲۵۵'' میں ذکر کیا ہے لیکن بعد میں اس سے رجوع کرلیا اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موقوف روایت کو''صحیحہ'' میں شمار کرتے ہوئے اس کا ذکر کیا ہے جس پر مفصل ذکر آرہا ہے ان شاءاللہ۔

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی سے بھی اس بارے میں روایت موجود ہے جسے امام ابوداود طیالسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے، ملاحظہ ہو:

....

....

" قال رسول الله ﷺ ان أعمالکم تعرض علی عشائرکم واقربائکم في قبورهم فان کان خیرا استبشروا به وان کان غیر ذلك قالوا اللّٰهم الهمهم ان یعملوا بطاعتك .

(أخرجه أبو داود الطیالسي في مسنده ۲۴۸(۱۷۹۴).

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک تمہارے اعمال تمہارے رشتہ داروں اور قربت والوں پر ان کی قبور میں پیش کیے جاتے ہیں، پس اگر وہ اچھے ہوں تو وہ ان سے خوش ہوتے ہیں اور اگر برے ہوں تو وہ کہتے ہیں اے اللہ عزوجل! ان کو اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرما۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا کہ:

"سمعت رسول الله ﷺ یقول :إلا انه لم یبق من الدنیا إلا مثل الذباب تمور في جوها فاتقوا الله في اخوانکم من أهل القبور فان أعمالکم تعرض علیهم.

(حاکم ۳۰۷/۴ ،وأبو الشیخ في أمثال الحدیث (۲۸۱)،والبیهقي في الشعب(۹۵۶۹) وابن أبي الدنیا في المنامات (۱) ،والدولابی في الکنی (۶۸۱) ،وابن أبي حاتم في الجرح والتعدیل ۳۳۶/۹)

وقال الحاکم :صحیح الإسناد وتعقبه الذهبي قال :قلت :فیه مجهولان .

یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دنیا سے کچھ باقی نہیں رہا سوائے مثل مکھی کی جو کہ ہوا میں اُڑتی رہتی ہے، پس اللہ عزوجل سے اپنے اہلِ قبور بھائیوں کے بارے میں ڈرو کیونکہ تمہارے اعمال ان پر پیش کیے جاتے ہیں۔

☆ حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں:

فیعرض علیهم أعمالهم ، فإذا رأوا حسنا فرحوا واستبشروا ، وقالوا :هذه نعمتك علی عبدك فأتمها ، وان رأوا سواء قالوا :اللّٰهم راجع بعبدك .

پس ان (مُردوں) پر ان کے اعمال پیش ہوتے ہیں، اگر وہ ان کو اچھا دیکھتے ہیں تو ان کو خوشی ومسرت = = =

....

....

ہوتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ (اے اللہ عزوجل) یہ تیری اپنے بندے پر نعمت وفضل ہے، پس تو اس کو اس پر پورا کر، اور اگر وہ ان کو بُرا دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے اللہ عزوجل اپنے بندے پر رحم وکرم فرما۔

(أخرجه ابن أبي الدنيا في المنامات ٨(٣) ، وابن المبارك في الزهد ١٤٩.١٥٠ (٤٤٣) كلاهما موقوفا .

وأخرجه الطبراني في الكبير ٤/١٢٩(٣٨٨٧)،وفي الأوسط ١/٥٣.٥٤(١٤٨)، وفي مسند الشاميين ٢/٣٨٢(١٥٤٤) ،و ٤/٣٧٠(٣٥٨٤)،والدينوري في المجالسة وجواهر العلم (٢١٧١)، وابن عدي في الكامل ٣/٣٠١ في ترجمة سلام بن سليم التميمي ،وابن حبان في المجروحين ١/٣٤٠ في ترجمته ، كلهم مرفوعًا .

وقال الهيثمي في مجمع الزوائد ٣ /٧١.٧٢(٣٩٣١) :رواه الطبراني في الكبير والأوسط و فيه مسلمة بن على وهو ضعيف .

غیر مقلدین کے محدث وامام البانی نے لکھا ہے کہ:

(أخرجه ابن المبارك في الزهد (١٤٩/٤٤٣) :أخبرنا ثور بن يزيد عن أبي رهم السمعي عن أبي أيوب الأنصاري قال :فذكروه موقوفا عليه قال ابن صاعد راوي الزهد. عقبه :رواه سلام الطويل عن ثور فرفعه .قلت اسناد الموقوف صحيح ، أبو رهم السمعي إسمه أحزاب بن أسيد . قال الحافظ في التقريب :مختلف في صحبته ، والصحيح أنه مخضرم ثقة . وثور بن يزيد ثقة ثبت من رجال البخاري ، وكونه موقوفا لا يضر ، فانه يتحدث عن أمور غيبية لا يمكن أن تقال بالرأي ، فهو في حكم المرفوع يقينا ،ولا سيما وقد روي مرفوعا من طريق عبد الرحمن بن سلامة أن أبا رهم حدثهم أن أبا أيوب حدثهم أن رسول الله ﷺ قال :فذكر بنحوه . أخرجه الطبراني في الكبير (٤/١٥٤/ ٣٨٨٩) ومن طريقه عبد الغني المقدسي في السنن (ق ٩٣/٢) من طريق محمد = = =

....

....

بن إسماعيل بن عياش :أخبرنا أبي عن ضمضم بن زرعة عن شريح بن عبيد قال :كان عبد الرحمن بن سلامة يحدث به .

قلت :وهذا اسناد ضعيف ، وابن سلامة هذا لم أر له ترجمة ،ومحمد بن إسماعيل بن عياش ضعيف وقد توبعا . فقد رواه مسلمة بن علي عن زيد بن واقد وهشام بن الغاز عن مكحول عن عبد الرحمن بن سلامة به .

أخرجه الطبراني في الكبير (۴/۱۵۳. ۱۵۴/۳۸۸۷ : ۳۸۸۸) و في مسند الشاميين (ص۳۰۷و۶۷۶) والمعجم الأوسط (۱/۷۲/۱ . مجمع البحرين) ومن طريقه المقدسي في السنن (ق ۱۹۸/۱) وقال الطبراني :لم يروه عن مكحول إلا زيد وهشام . تفرد به مسلمة .

قلت :وهو الخشني متروك كما في التقريب ،وقال الهيثمي في المجمع (۲/۳۲۷) بعد ما عزاه للمعجمين :...و هو ضعيف .

قلت :والطريق التى قبله خير من هذه ،ولم يتعرض لذكرها الهيثمي !وكنت خرجتهما في الضعيفة (۸۶۴) ولم أكن قد وقفت على الطريق الأولى الموقوفة الصحيحة ، ولذا وجب نقلهما منها إلى هنا ،وكذا الحديث الذي هناك (۸۶۳) من حديث أنس رضى اللّٰه تعالٰى عنه ينقل إلى هنا ، لأن معناه في عرض الأعمال على الأموات في آخر حديث الترجمة . واللّٰه أعلم .(السلسلة الأحاديث الصحيحة ۶ / ۲۶۱ (۲۷۵۸)

یعنی اس کا اخراج کیا امام ابن مبارک نے کتاب الزہد میں، کہا ہمیں خبر دی ثور بن یزید نے ابورہم سمعی سے، اس نے بیان کیا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: پس آگے اس کو ان سے موقوفاً بیان کیا، کتاب الزہد کے راوی ابن صاعد نے اس کے بعد کہا کہ اس کو سلام طویل نے ثور سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

= = =

....

....

میں کہتا ہوں! (یعنی البانی کہتا ہے) یہ موقوف سند صحیح ہے، ابورہم سمعی اس کا نام احزاب بن اسید ہے، حافظ نے تقریب میں کہا کہ اس کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ بے شک مخضرم (دادو دہش والا) ثقہ ہے اور ثور بن یزید ثقہ ثبت بخاری کے رجال میں سے ہے، اور اس کا موقوف ہونا کوئی نقصان دہ بات نہیں کیونکہ وہ اُمورِ غیبیہ کے بارے میں بیان فرما رہے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ وہ یہ بات اپنی رائے سے کہیں، پس یقیناً یہ حکمی لحاظ سے مرفوع ہے، اور خاص کر بے شک یہ مرفوع بھی روایت کی گئی ہے، عبدالرحمٰن بن سلامہ کے طریق سے کہ بے شک ان کو ابورہم نے خبر دی کہ بے شک انہیں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر اسی طرح بیان کیا، اس کو طبرانی نے کبیر میں بیان کیا اور انہی کے طریق سے عبدالغنی مقدسی نے سُنن میں، محمد بن اسماعیل بن عیاش کے طریق سے کہا کہ ہمیں خبر دی میرے باپ نے ضمضم بن زرعہ سے، اس نے شریح بن عبید سے روایت کی کہا کہ عبدالرحمٰن بن سلامہ اس کو اس کے ساتھ بیان کرتا تھا یعنی مرفوعاً۔

میں کہتا ہوں! (البانی) اور یہ سند ضعیف ہے اور اس ابن سلامہ کا میں نے ترجمہ نہیں دیکھا اور محمد بن اسماعیل بن عیاش ضعیف ہے اور تحقیق اس کا متابع ہے۔ پس اس کو روایت کیا مسلمہ بن علی نے زید بن واقد اور ہشام بن غاز سے، انہوں نے مکحول سے، اس نے عبدالرحمٰن بن سلامہ سے اسی طرح، اس کا اخراج کیا امام طبرانی نے کبیر میں اور مسند الشامیین میں اور معجم الأوسط میں اور اسی کے طریق سے مقدسی نے سنن میں۔ اور امام طبرانی نے کہا کہ اس کو روایت نہیں کیا مکحول سے مگر زید اور ہشام نے، متفرد ہے اس میں مسلمہ۔

میں کہتا ہوں! (البانی) اور وہ خشنی متروک ہے جیسا کہ تقریب میں ہے اور امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس کو معجم کبیر اور معجم اوسط للطبرانی کی طرف منسوب کرنے کے بعد کہا کہ: ---اور وہ ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں! (البانی) اور اس کی پہلی سند اس سے بہتر ہے اور امام ہیثمی نے اس کے ذکر کے ساتھ --------اور میں نے ان دونوں کا ''سلسلة الضعیفة،، میں اخراج کیا تھا اور اس وقت میں اس کے پہلے موقوف صحیح طریق پر واقف نہیں تھا۔ اور اب مجھ پر ضروری تھا کہ میں ان دونوں کو اس کے ساتھ = = =

یہاں نقل کرتا۔اور اسی طرح وہ حدیثِ انس رضی اللہ تعالی عنہ کو بھی یہاں نقل کرتا کیونکہ اس کا معنی بھی حدیث مذکور کی طرح مردوں پر اعمال کا پیش ہونا ہے۔

غیر مقلدین کے محدث وامام البانی کی بیان کردہ عبارت سے یہ بات واضح ہے کہ یہ روایت تعددِ طرق کی وجہ سے صحیح ہے،اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ اگر مرفوع کی سند صحت کو نہ بھی پہنچے تو بھی ایسی بات جس کا تعلق اُمورِ غیبیہ سے ہو اور اس کو صحابی رسول ﷺ بیان کررہا ہو تو وہ حکمًا مرفوع ہوتی ہے کیونکہ ایسی باتیں کوئی اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتا، جبکہ یہ روایت مرفوع سند سے بھی مروی ہونے کی وجہ سے مزید تقویت حاصل کرلیتی ہے، مزید اس کی تقویت کا باعث انہی کا اثر ہے۔

ان روایات کو تعددِ طُرق وشواہد کی بنا پر البانی صاحب نے صحیح تسلیم کرلیا ہے تو اُمید ہے کہ ان کے ماننے اور ان کی تحقیق کا دم بھرنے والے اور انہی کی تحقیق پر اپنی تحریروں میں بھروسہ کرنے والے بلکہ تمام غیر مقلدین بھی ان کو صحیح تسلیم کرچکے ہوں گے تو یہ روایات جو زندہ مسلمانوں کے مردہ اہلِ ایمان عزیز واقرباء پر اعمال پیش ہونے پر دال ہیں اُن روایات کی نہ صرف تائید کرتی ہیں جن میں اعمال کا انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور بالخصوص نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا جانا بیان کیا گیا ہے بلکہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اعمال کا پیش ہونا بدرجہ اولیٰ ثابت کررہی ہیں۔قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے کہ:

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾[الأحزاب:]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں "کتاب الاستقراض" میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

"ان النبي ﷺ قال :ما من مؤمن الا وأنا أولى به في الدنيا والآخرة اقرؤوا ان شئتم ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾...الخ .

(أخرجه البخاري في الصحيح أحمد في مسنده ۲/۳۳۴.۳۳۵(۸۳۹۹)،والبغوي في شرح السنة۸/۳۲۴(۲۲۱۴) و في الأنوار في شمائل النبي المختار(۲۷۵)، = = =

حدیث نمبر (۵)

ابونعیم حلیۃ الأولیاء میں، انس رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ان أعمال أمتي تعرض علي في كل يوم جمعة واشتد غضب الله على الزناة. (1)

بیشک ہر جمعہ کے دن میری امت کے اعمال مجھ پر پیش ہوتے ہیں اور زانیوں پر خدا کا سخت غضب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

= = وفي تفسيره، والبيهقي في السنن الكبرى ۲۳۸/۶، و۵۸/۷، وغيرهم.

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کوئی مومن ایسا نہیں جس سے مجھ کو سب سے زیادہ نزدیک کا رشتہ نہ ہو، دنیا اور آخرت دونوں میں، تم یہ آیت پڑھو "پیغمبر مومنوں سے خود ان سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں"۔

[ترجمہ: وحید الزمان غیر مقلدا/ ۱۰۰۸]

اگر ماں باپ اور عزیز واقرباء کے دنیا سے پردہ کر جانے کے بعد اعمال اُن پر پیش کئے جاتے ہیں جو کہ مانعین کو بھی تسلیم ہے تو نبی اکرم ﷺ جو ہر مسلمان کے لئے اس کے ماں باپ سے بھی زیادہ قریب واولیٰ ہیں ان کے ہاں تو بدرجہ اُولیٰ پیش کئے جانے چاہئے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نص قطعی کے ساتھ ہر مسلمان کے روحانی باپ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر نزدیک وعزیز ہیں، جیسا کہ امام آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: "والنبي ﷺ لأمته بمنزلة الوالد بل أولى" یعنی اور نبی اپنی امت کے لئے والد بلکہ اس سے بھی بہت بڑھ کر اولیٰ واقرب ہیں۔

☆ اعمال کا قریبی فوت شدگان پر پیش کیا جانا اس بارے میں صحابہ کرام اور تابعین عُظّام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی کئی آثار مروی ہیں جن میں سے چند ایک کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں باقی ان شاءاللہ العزیز اس بارے میں فقیر کی کتاب "اہل قبور کو باہر کی خبر ہونا" میں تفصیل سے موجود ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: = = =

---

(1) (أخرجه أبو نعيم في الحلية وابن الجوزي في ذم الهوى (۴۰۳). فيه: عباد بن كثير الثقفي وهو وضاع○.

....

....

"ان أعمالكم تعرض على أقربائكم من موتاكم فان رأواخيرا فرحوا به ،وان رأوا شر كرهوه .....الخ. (أخرجه الطبري في تهذيب الآثار (١٨٢)

بے شک تمہارے اعمال تمہارے قریبی رشتہ دار مردوں پر پیش کئے جاتے ہیں ،پس اگر وہ ان کو اچھا دیکھیں تو ان سے خوش ہوتے ہیں اور اگر ان کو برا دیکھیں تو ناپسند کرتے ہیں۔

اسی طرح حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

" كان يقول :ان أعمالكم تعرض على أمواتكم فيسرون ويساء ون .وكان أبو الدرداء يقول عند ذلك :اللّٰهم اني أعوذ بك أن أعمل عملا أخزى به عند عبد اللّٰه بن رواحة .

(المنامات لابن أبي الدنيا٩)

یعنی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ تمہارے اعمال تمہارے مردوں پر پیش کئے جاتے ہیں پس وہ انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں یا انہیں برے لگتے ہیں۔اور وہ اس کے سنتے یا کہتے وقت دعا کرتے کہ اے اللہ! میں تجھ سے ایسے عمل کی پناہ مانگتا ہوں جس کی وجہ سے میں عبداللہ بن رواحہ کے سامنے شرمندہ ہوں۔

بلال بن ابودرداء فرماتے ہیں کہ:

"كنت أسمع أبا لدرداء وهو ساجد يقول :اللّٰهم اني أعوذ بك أن يمقتني خالي ابن رواحة اذا لقيته .

میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حالت سجدہ میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ جب اپنے خالو ابن رواحہ سے ملوں تو وہ مجھ سے ناراض ہوں۔

(أخرجه ابن أبي الدنيا في المنامات١٠(٥)،وابن المبارك في الزهد ٤٢(١٦٥)،وابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق ١٦/٥٠.٥١ .

غیر مقلدین کے امام و محدث البانی نے لکھا کہ:

ثم وجدت نبعضه شاهدا آخر من طريق عبد اللّٰه بن جبير بن نفير أن أبا الدرداء كان ==

....

....

يقول ان أعمالكم تعرض على موتاكم فيسرون ، ويساؤون . أخرجه نعيم بن حماد في زوائد الزهد (۴۲/۱۶۵) :أنبأنا صفوان بن عمرو قال حدثني عبد الله بن جبير بن نفير أن أبا الدرداء كان يقول :فذكره . قلت:وهذا إسناد رجاله ثقات ، لكن قول صفوان : حدثني عبد الله بن جبير بن نفير مشكل ، لأنني لم أجد في الرواة عبد الله بن جبير بن نفير لكني وجدت في شيوخ صفوان :جبير بن نفير ، ووجدت في ترجمة هذا أنه يكنى بأبي عبد الرحمن ، وقيل :أبو عبد الله .... (السلسلة الصحيحة ۶ /۲۶۱ (۲۷۵۸)

پھر میں نے اس کے بعض دوسرے شاہد پائے عبداللہ بن جبیر بن نفیر کے طریق سے کہ بے شک حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ تمہارے اعمال تمہارے مردوں پر پیش کیے جاتے ہیں پس وہ انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں یا انہیں برے لگتے ہیں۔اس کا اخراج کیا نعیم بن حماد نے زہد کے زوائد میں کہ ہمیں خبر دی صفوان بن عمرو نے کہا، مجھ سے بیان کیا عبداللہ بن جبیر بن نفیر نے کہ بے شک حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے آگے اسی کا ذکر کیا۔

میں کہتا ہوں (البانی) اوراس سند کے رجال ثقہ ہیں، لیکن قول صفوان کہ مجھ سے بیان کیا عبداللہ بن جبیر بن نفیر نے مشکل ہے کیونکہ میں نے اس کو عبداللہ بن جبیر بن نفیر کے رواۃ میں نہیں پایا لیکن میں نے صفوان کے شیوخ میں پایا ہے جبیر بن نفیر،اور میں نے اس ترجمہ میں ابوعبدالرحمٰن کی کنیت پائی ،اور کہا گیا ہے ابوعبداللہ۔

عدی بن خیار سے مروی ہے

عن عبيد الله بن عدي بن الخيار عن أبيه وكان أصحاب رسول الله ﷺ يعظمونه أنه لما احتضر قال :يا بني اذكرك الله ألا تعمل بعدي عملا يمعر وجهي فان عمل الأبناء يعرض على الآباء بعد . (ذكره ابن حجر في الاصابة في تميز الصحابة ۴ /۴۷۲ ،في ترجمة عدي بن الخيار بن عدي ، وعزاه إلى ابن شاهين في كتاب الجنائز والمديني وعمر بن شبة في أخبار المدينة في ترجمة عثمان)

= = =

حدیث نمبر (٦)

امامِ اجل عبداللہ بن مبارک سیدنا سعید بن مسیّب بن حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی:

لیس من یوم إلا وتعرض علی النبي ﷺ [أعمال] أمته غدوة وعشیا فیعرفهم بسیماهم وأعمالهم. (1)

کوئی دن ایسا نہیں جس میں نبی کریم ﷺ پر ان کی امت کے اعمال صبح وشام دو وقت پیش نہ ہوتے ہوں، تو حضور ﷺ انہیں ان کی نشانی صورت سے بھی پہچانتے ہیں اور ان کے اعمال سے بھی۔

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے:

وذلك كل یوم كما ذكره المؤلف وعده من خصوصیاته ﷺ وتعرض علیه أیضا مع الأنبیاء والآباء یوم الإثنین والخمیس.

رسول اللہ ﷺ کے حضور یہ پیشی تو ہر روز ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے ذکر فرمایا اور اسے حضور ﷺ کے خصائص سے گنا اور ہر دوشنبہ وپنجشنبہ کو بھی حضور پر اعمال امت انبیاء وآباء کے ساتھ پیش ہوتے ہیں۔

---

(1)(أخرجه ابن المبارك في الزهد ۴۲(۱۶۶)، وذكره الحافظ في الفتح كتاب فضائل القرآن ۲/۲۲۳۰، وابن كثير في تفسيره ۲/۳۰۷ وغیرهما.
وهذا سند ضعیف لجهالة الواسطة بین بن المبارك والمنهال بن عمرو.

= = = عبیداللہ بن عدی بن خیار اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ان کی بہت تعظیم کرتے تھے، جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا: اے میرے بیٹے! اللہ عزوجل کو یاد رکھنا اور کوئی ایسا کام نہ کرنا جو میری ناراضگی کا باعث بنے کیونکہ بیٹوں کے اعمال آباء کے مرنے کے بعد ان کے ہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

قاله :تحت حديث ابن سعد المذكور (1) والله تعالى أعلم .

اس طور پر بارگاہِ حضور میں اعمالِ امت کی پیشی روزانہ ہر صبح وشام کو الگ ہوتی ہے، پھر ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو جُدا ہر جمعہ کو ہفتہ بھر کے اعمال کی پیشی جُدا۔

بالجملہ دیوبندیوں کا اسے غلط وافترائے محض کہنا محض اسی بناء پر ہے کہ فضائلِ محمد رسول اللہ ﷺ سے جلتے ہیں۔

صحیح حدیثوں کو کیا مانیں؟ جب قرآن عظیم ہی سے بچ کر نکلتے ہیں، اوندھے چلتے ہیں۔

﴿فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾(2)

پھر اللہ اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔

---

(1)(التيسير بشرح الجامع الصغير ۱/۵۰۲)

(2)[سورة الجاشية :۶]

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جسے حافظ ابن کثیر نے بھی نقل کیا ہے:

''أن الأعمال تعرض على الله كل يوم اثنين وخميس وعلى الأنبياء والاباء والأمهات يوم الجمعة قال :ولا تعارض فانه يحتمل أن يخص نبينا بما يعرض عليه كل يوم ويوم الجمعة مع الأنبياء عليه وعليهم أفضل الصلاة والسلام .

(تفسير ابن كثير ۱/۶۶۱ سورة النساء آيت :۴۱، وتذكرة الموتى للقرطبي ،باب :ما جاء في شهادة النبي ﷺ على أمته)

یعنی بے شک اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہر پیر اور جمعرات کو اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور اسی طرح انبیاء اور ان کے ماں باپ پر جمعہ کو پیش کئے جاتے ہیں اور اس میں تعارض نہیں کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ ہمارے نبی ﷺ پر ہر روز اور ہر جمعہ کو انبیاء کے ساتھ بھی پیش کیے جاتے ہوں۔

تحقیقِ حدیث

شبہ رابعہ : شبہ رابعہ کے دور دگزرے امر اول و دوم سے، **ثالثًا** حدیث ترمذی جس سے محمد رسول اللہ ﷺ پر بھاری شدید اعتراض جمانا چاہا ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾(1) ''اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے''۔

اُصولِ محدثین پر محلِ کلام اور اُصولِ دین پر قطعًا حجیت سے ساقط ہے۔ ترمذی کے یہاں اس کے الفاظ یہ ہیں: ''حدثنا محمد بن يحيٰى [النيسابوري] ثنا محمد بن يوسف عن إسرائيل ثنا سماك بن حرب عن علقمة بن وائل الكندي عن أبيه ان امراة خرجت على عهد النبي ﷺ تريد الصلٰوة فتلقاها رجل فتجللها فقضى حاجته منها فصاحت فانطلق ومربها رجل فقالت ان ذٰلك الرجل فعل بي كذا وكذا ومرت بعصابة من المهاجرين فقالت ان ذاك الرجل فعل بي كذا وكذا فانطلقوا فاخذوا الرجل الذي ظنت انه وقع عليها فاتوها [وأتوها] فقالت نعم هو هذا فاتو به رسول الله ﷺ فلما أمر به ليرجم قام صاحبها الذي وقع

بسندِ مذکور حضرت وائل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ دورِ نبوی ﷺ میں ایک عورت نماز پڑھنے کے لئے نکلی تو اسے ایک مرد ملا جس نے اسے ڈھانپ لیا اور اس سے اپنی حاجت پوری کی۔ وہ عورت چیخی تو وہ شخص چلا گیا۔ ایک اور شخص اس عورت کے پاس سے گزرا تو اس عورت نے کہا کہ اس مرد نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے، اور وہ خاتون مہاجرین کی ایک جماعت کے پاس سے گزری اور کہا کہ اس مرد نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے۔ وہ لوگ گئے اور اس کو پکڑ

---

(1)[سورة الشعراء :۲۲۷]

عليها فقال يا رسول الله ﷺ أنا صاحبها فقال لها اذهبي فقد غفر الله لك وقال للرجل قولا حسنا وقال للرجل الذي وقع عليها ارجموه وقال لقد تاب توبة لو تابها أهل المدينة لقبل منهم.

هذا حديث حسن غريب صحيح و علقمة بن وائل بن حجر سمع من أبيه وهو أكبر من عبد الجبار بن وائل وعبد الجبار [بن وائل] لم يسمع من أبيه. (1)

لائے جس کے بارے میں اس خاتون نے گمان کیا تھا کہ اُس نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے۔ جب وہ اسے خاتون کے پاس لائے تو اس نے کہا: ہاں یہ وہی ہے۔ چنانچہ وہ اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے، پھر جب آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا تو وہ شخص اُٹھ کر کھڑا ہو گیا جس نے فی الواقع اس عورت سے زنا کیا تھا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس عورت سے فرمایا: جا اللہ تعالیٰ نے تیری مغفرت کر دی، اور پہلے مرد سے اچھا کلام فرمایا اور دوسرے مرد جس نے حقیقۃً زنا کیا تھا کے بارے میں فرمایا کہ اس کو سنگسار کر دو، پھر فرمایا اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر تمام اہل مدینہ یہ توبہ کرتے تو ان سے قبول کر لی جاتی۔

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے سماعت کی ہے اور وہ عبد الجبار بن وائل سے بڑے ہیں، اور عبد الجبار نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سنا۔

(1) (الجامع الترمذی، أبواب الحدود ۱/۱۸۸، کانپور، و۴۴۸ (۱۴۵۸) دار ابن حزم)

〈1〉 وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علقمہ کے سماع میں کلام ہے، امام یحییٰ بن معین ان کی روایت کو منقطع بتاتے ہیں اور اسی پر حافِظ نے تقریب میں جزم کیا۔

میزان میں ہے:

علقمة بن وائل بن حجر صدوق، إلا أن یحیٰی بن معین یقول فیه: روایته عن أبیه مرسلة. (1)

''علقمہ بن وائل بن حجر سچا ہے مگر یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ اس کی روایت اپنے باپ سے مرسل ہے''۔

تقریب میں ہے:

علقمة بن وائل، صدوق إلا أنه لم یسمع من أبیه. (2)

یعنی علقمہ بن وائل سچے ہیں مگر انہوں نے اپنے باپ سے نہیں سنا۔

〈2〉 پھر سماک بن حرب میں کلام ہے

تقریب میں ہے: ''وقد تغیر بأخره فكان ربما یلقن''. (3)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال النسائي إذا انفردا بأصل لم یکن حجة لأنه کان یلقن فیتلقن اھ (4) وقد انقد الحافظ علی الترمذي تصحیحاته بل وتحسیناته کما بیناه

امام نسائی نے فرمایا کہ جب یہ کسی روایت میں منفرد ہو تو حجت نہیں کیونکہ اسے تلقین کی جاتی تو قبول کر لیتا۔ اور حافظ نے امام ترمذی پر اس کی تصحیحات بلکہ اس کی تحسینات پر بھی

---

(1) (میزان الإعتدال ۱۰۸/۳).

(2) (تقریب التهذیب مع الكاشف والمراسیل لأبي زرعة وغیرهما، ۴۳۸، وانظر مراسیل أبي رزعة ،قال ابن معین :لم یسمع من أبیه شیئا).

(3) (تقریب التهذیب ۲۵۶).

(4) (میزان الإعتدال ۲۳۳/۲).

في مدارج طبقات الحديث وغيرها من تصانيفنا .(1)

تنقید کی ہے جیسا کہ ہم نے اپنی تصنیف مدارج طبقات الحدیث وغیرہ میں اس کو بیان کیا ہے۔

اوراس پر ظاہر کہ اس حدیث کا مدار سماک پر ہے۔(2)

---

(1)(حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی تصحیح و تحسین پر تنقید کے لئے ملاحظہ ہو "تلخیص الحبیر ۱/۱۱۷،۲/۴۶،۲/۲۳۵،۲/۲۷۴" ۔اور "فتح الباری بشرح صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن ۲/۲۲۱۵". وقال :وهو حديث ضعيف لضعف سلمة وان حسنه الترمذي فلعله تساهل فيه لكونه من فضائل الأعمال ، ...، اورآپ کی دوسری کتب میں مثل "الدرایة" وغیرہ۔

(2)(سماک بن حرب کے بارے میں آئمہ محدثین کے اقوال مختلف ہیں جن میں سے بعض ثقاہت اور بعض ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔اس بارے میں ہمارے زمانہ میں ایک غیر مقلد نے ایک مضمون بنام " نصر الرب فی توثیق سماك بن حرب " لکھا ہے جس میں اُس نے اِس کی توثیق ثابت کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور صرف کردیا تا کہ اس کو ثقہ ثابت کیا جاسکے وہ لکھتا ہے کہ:

"صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ان کی درج ذیل روایتیں ہیں: صحیح البخاری:(ح ۶۷۲۲ قال:وتابعہ یونس وسماک بن حرب ۔۔۔"الخ) (مقالات ۱/ ۴۲۸)

نمبر ⟨1⟩

أقول : امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کسی راوی کو متابعت میں بیان کرنا اس کی توثیق ہوتی ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنی صحیح میں متابعت میں روایت لینے کے باوجود راوی کو ضعفاء میں شمار کیوں کیا؟

نمبر ⟨۱⟩ ملاحظہ ہو: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح کی کتاب التفسیر میں سورت بقرہ کی تفسیر میں "عباد بن راشد التميمي الحبطي البصري " سے متابعت میں روایت لائے ہیں، ملاحظہ ہو:" صحیح بخاری ، کتاب التفسير ، سورة البقرة جزء ۵ صفحه ۲۹ ح ۴۵۲۹ " اوراسی عباد = = =

....

....

= = = بن راشد کو "الضعفاء الصغير صفحه ٢٢ برقم ٢٢٦" میں ذکر فرماتے ہیں، اور لکھتے ہیں کہ: "عباد بن راشد، عن الحسن و ثابت البناني، روى عنه ابن مهدي شيئا، و تركه يحيى القطان". (كتاب التاريخ الأوسط ويليه الضعفاء الصغير، دار الكتب العلمية، بيروت، والتاريخ الكبير ٣٦/٦)

اب یہ بات واضح ہوگئی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کسی راوی سے اپنی صحیح میں متابعت میں روایت لے لینا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس راوی کے ضعیف ہونے کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ آپ نے عباد بن راشد سے اپنی صحیح میں روایت لینے کے باوجود اسے ضعفاء میں ذکر کر دیا ہے، اگر ہر وہ راوی جس سے آپ متابعت میں روایت لے رہے ہیں اگر وہ آپ کے نزدیک ثقہ ہوتا تو اس کو ضعفاء میں ذکر نہ کرتے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "ليس بالقوي" (الضعفاء والمتروكين ٢١٤(٤٠٩)

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "ضعيف" (سوالات الآجري لأبي داود (١١١٩)

امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "حديثه ليس بالقوي"، ومرة ضعيف.

(تاريخ يحيى بن معين ١٠٣/٤(٣٣٦٩)، و الضعفاء الكبير للعقيلي ١٣٢/٣، والكامل لابن عدي ٣٤١/٤)

امام یعقوب بن سفیان فسوی رحمۃ اللہ علیہ: "عباد بن راشد، وعباد بن منصور، وعباد بن كثير في حديثهم ضعف" (المعرفة والتاريخ ٧٤/٢)

امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ "لا أعرف حاله"

امام ازدی رحمۃ اللہ علیہ " تركه يحيى

ابن البرقی رحمۃ اللہ علیہ " ليس بالقوى " (تهذيب التهذيب ٨٠/٥.٨١)

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ "ذكره في الضعفاء ١٣/٣"

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ "ذكره في الضعفاء والمتروكين ٧٣/٢(١٧٧٣) = = =

....

....

= = =حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "ذكره في المغني في الضعفاء ٣٦٧(٣٠٣٢)
امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:"كان ممن يأتي بالمناكير عن أقوام مشاهير حتى يسبق الى القلب أنه كان المعتمد لها فبطل الاحتجاج به . (كتاب المجروحين ٢/١٦٣) [حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تعاقب کیا ہے]
عباد بن راشد کی تعدیل بھی آئمہ فن سے مروی ہے لیکن امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :"وثقه أبو حاتم وغيره وضعفه جماعة " (مجمع الزوائد ١٠/٣٤٥)
☆امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے "ضعیف" کہنے کے باوجود "السنن" میں بغیر کوئی کلام کئے اس سے روایت بھی لی ہیں، ملاحظہ فرمائیں: " كتاب الصلاة ١٤٤ (٩٠٠)، وكتاب النكاح ،٣٢٠ (٢٠٨٧)، وكتاب البيوع ،٥١٨(٣٣٣١)
کیا امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کی سنن میں بغیر کلام کے اس سے روایت لے لینے نے اسے امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثقہ صدوق اور صحیح الحدیث ثابت کر دیا؟ حالانکہ آپ خود اس کو ضعیف قرار دے رہے ہیں، پس ان کا بغیر جرح کے اپنی سنن میں اس سے روایت لے لینا اس کی توثیق نہیں ہوسکتی۔
نمبر〈٢〉امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں "أبواب الحرث والمزارعة وما جاء فيه باب إذا قال رب الأرض اقرك ما اقرك الله ٣١٤" وغیرہ مقامات پر فضیل بن سلیمان النمیری سے متابعات میں روایات لی ہیں جبکہ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "صدوق له خطأ كثير " .(تقريب ٤٩٦)
اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ليس بالقوي ".(الضعفاء والمتروكين٢٢٧ (٤٩٤)
امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " ليس بثقة ،ومرة:ليس بشيء، ومرة بغير ثقة " (تاريخ ابن معين ٢٢٦/٤(٤٠٩٣)،و٢٩٦(٤٤٨١)، وسوالات ابن الجنيد ليحيى بن معين ١٥٦(٨٣٩)
= = =

....

....

= = =امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "لين الحديث". (الجرح والتعديل ۷/۷۳)

امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "يكتب حديثه ليس بالقوي". (الجرح والتعديل ۷/۷۲)

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "كان عبد الرحمن بن مهدي لا يحدث عنه قال سمعت أبو داود يقول ذهب فضيل بن سليمان والسمتي إلى موسى بن عقبة فاستعارا منه كتابا فلم يرداه. (سوالات الآجري لأبي داود ۲۵۱(۳۳۲) تهذيب الكمال ۲۳/۲۷۴)

امام صالح بن محمد جزرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "منكر الحديث" (تهذيب التهذيب ۸/۲۶۲)

امام ساجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "وكان صدوقا وعنده مناكير"

اور امام ابن قانع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "ضعيف" (تهذيب التهذيب ۸/۲۶۲)

امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ "ليس بشيء" (تاريخ أسماء الضعفاء والكذابين ۱۵۶(۵۰۸)

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "ذكره في الضعفاء والمتروكين ۳/۹ (۲۷۲۵)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "ذكره في المغني في الضعفاء ۵۵۱(۴۹۵۸)

مجھے اپنے وسائل کی حد تک کسی کا اس کے بارے میں قول "ثقة" نہیں ملا سوائے اس کے کہ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے.

علیزئی صاحب جس کو اسی مضمون میں مشہور محدث لکھ چکے ہیں یعنی البانی اس نے "سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، ج۷ص ۴۳۳ (۳۴۲۶)" میں "دیلمی" کی ایک روایت کو صرف اس لئے ضعیف قرار دیا کہ اس میں "فضیل بن سلیمان" ہے، لکھا ہے کہ: "قلت: وهذا سند ضعيف، رجاله ثقات غير أن فضيل بن سليمان سيئ الحفظ، قال الحافظ: صدوق، له خطأ كثير".

پس علیزئی صاحب کے مشہور محدث کے نزدیک کسی سند میں اگر کوئی اور علت نہ بھی پائی جائے صرف اس میں فضیل بن سلیمان ہو تو وہ سند ضعیف قرار پائے گی، تو آیئے ملاحظہ فرمائیں:

☆یاد رہے! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اس سے بیس (۲۰) سے زائد روایات = = =

....

....

= = =لی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:''صحیح البخاري، کتاب الصلاة، ج۱ص ۱۰۴(۴۸۳)، وکتاب الحج ج۲ص۱۳۶ (۱۵۳۵)، وص۱۳۷(۱۵۴۵)، وص ۱۷۴(۱۷۳۱)، وکتاب الحرث والمزارعة، ج۳ ص ۱۰۷(۲۳۳۸)، وکتاب العتق، ج۳ص ۱۴۵ (۲۵۲۵)، وکتاب الجهاد، ج۴ص۲۸ (۲۸۵۴)، وکتاب فرض الخمس، ج۴ ص۹۵(۳۱۵۲)، وکتاب بدء الخلق، ج۴ص ۱۱۸ (۳۲۴۷)، وکتاب مناقب الأنصار، ج۵ص ۴۰ (۳۸۲۶)، وکتاب المغازي، ج۵ ص ۱۵۲ (۴۳۰۷)،وکتاب التفسیر، ج۶ص ۱۶ (۴۴۶۸)، و ص ۲۸(۴۵۲۱)، و ص۱۲۶(۴۹۳۶)، وکتاب النکاح، ج۷ص ۱۷ (۵۱۳۲)،وکتاب اللباس، ج۷ص ۱۶۵ (۵۹۳۵)،وکتاب الرقاق، ج۸ص ۸۸ (۶۴۱۴)، وکتاب الأیمان والنذور، ج۸ص ۱۴۳(۶۷۰۵)،وکتاب الحدود، ج۸ ص ۱۷۴ (۶۸۴۹)، وکتاب التعبیر، ج۹ص ۴۲(۷۰۳۹)،وکتاب الاعتصام، ج۹ ص ۱۰۹(۷۳۵۷)دار طوق النجاة.

☆ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اس سے احتجاج کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:''کتاب الصیام، ۴۸۷ (۲۵۲۹)، وکتاب اللباس والزینة، ۹۷۶(۵۳۵۴)

☆ خاص کر امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کی جرح بھی موجود ہے اور بغیر کسی کلام کے، اس کی روایت بھی سنن میں لائے ہیں۔ ملاحظہ ہو: ص۵۵۰ (۳۵۷۱)۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی جرح موجود ہے لیکن ''السنن الصغری، کتاب الزکاة ۳۷۰ (۲۵۲۳)، وکتاب المزارعة ۵۶۷.۵۶۸ (۳۹۱۰)'' میں اس کی روایات ذکر کیں، مگر کسی قسم کا کوئی کلام ذکر نہیں کیا۔

☆ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''الجامع الصحیح وهو سنن الترمذي'' میں اس سے روایات لیں اور ان کی تحسین وتصحیح فرمائی ملاحظہ ہو:(سنن الترمذي، کتاب الأحکام ۴۰۹(۱۳۲۹)= = =

....

....

= = = و كتاب المناقب ١٠٥١(٣٨٦٥)، و ص ١٠٦٤(٣٩٣٥).

☆امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ نے "المسند المستخرج على صحيح الامام مسلم" میں اس سے احتجاج کیا ہے، ملاحظہ ہو: (ج ٣ ص ١٢٦(٢٤٥٠)، و ٤/ ٤٣، و ٤/ ١٥٩)

☆امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سے اپنی صحیح میں احتجاج کیا ہے، ملاحظہ ہو: (صحيح ابن حبان ج٩ ص ٢٥.٢٦(٣٧١٢) وغيره.

☆امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی صحیح میں اس سے احتجاج فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں: (صحيح ابن خزيمة ٢ / ١٢٩٣. ١٢٩٤(٢٧٣٥)

☆امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "شرح السنة" میں اس کی روایات کی تصحیح فرمائی ہے، ملاحظہ ہو: (شرح السنة ١١/ ٢٠٤. ٢٠٥(٢٧٧٤)، و ١٢/ ٢٣٧. ٢٣٨ (٣٢٩٣)

☆امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے "المستدرك على الصحيحين" میں اس کی کئی روایات کو صحیح قرار دیا مثلا: كتاب الأحكام ٤/ ٩٧، و كتاب التوبة والانابة ج ٤ ص ٢٦١ وغيرهما.

☆ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "تلخیص" میں اس کی روایات کی تصحیح فرمائی ہے مثلا: كتاب الأحكام ٤/ ٩٧، و كتاب التوبة والانابة ج ٤ ص ٢٦١ وغيرهما.

ان کے علاوہ بھی محدثین کی ایک جماعت نے اس سے اپنی کتب میں احتجاج فرمایا ہے مثل امام بزار، فسوی، ضیاء رحمۃ اللہ علیہم، وغیرہم، اور ایک جماعت نے اس کی بیان کردہ روایات کی تصحیح فرمائی ہے، مثل: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔

علیزئی صاحب کیا جناب کے مشہور محدث یہ اُصول بھول گئے تھے کہ اتنے محدثین بغیر کسی کلام سے اس کی روایات لے رہے ہیں اور کتنے محدثین اس کی روایات کی تصحیح کر رہے ہیں لہذا اس کی وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار نہ دیا جائے، خیر آگے جناب کی باری بھی آتی ہے۔

نمبر ﴿٣﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہی اپنی صحیح میں "عبد الملك بن أعين" سے = = =

....

....

= = ="كتاب التوحيد ، باب :قول الله تعالى ﴿وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة﴾"
میں روایت لی ہے، جبکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کو ضعفاء میں بھی ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو:
(كتاب التاريخ الأوسط ويليه الضعفاء الصغير٢١(٢١٧) ، دار الكتب العلمية ،بيروت)
امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اس سے روایت لی ہے (صحيح ابن حبان ١٥/١٢٧.
امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:" كان رافضيا ، ومرة :هم ثلاثة أخوة عبد الملك وزرارة وحمران روافض كلهم أخبثهم قولا عبد الملك " (العلل ومعرفة الرجال ٢/٤٥٢(٣٠١٢ ،والضعفاء للعقيلى ٥/١٥٤، تهذيب التهذيب ٦/٣٤٣، تهذيب الكمال ١٨/٢٨٢)
امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:" ليس بشيء " (تاريخ أسماء الضعفاء والكذابين ٧٩(٤٥٣)،١٣٣(٤١٧)
اور امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ: "وهو مجهول ".(الجرح والتعديل ٢/٣٣٣)
امام ابن معین فرماتے ہیں کہ:" ليس بشيء " (تاريخ ابن معين ٣/٣٣٧(١٦٢٨)،والجرح والتعديل ٥/٣٤٣)
امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ:"ذكره في الضعفاء والمتروكين ٢/١٤٨(٢١٥٦)
حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ:"ذكره في المغني في الضعفاء ٤٤٢(٣٧٩٩)
نمبر ﴿٤﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں "كتاب البيوع ١/٢٧٨ " میں اسباط، ابو الیسع البصری سے متابعت میں ایک روایت لائے ہیں جبکہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:
" ضعيف له حديث واحد متابعة في البخاري ".(تقريب التهذيب ٧٠)
نمبر ﴿٥﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں پہلے باب "كيف كان بدؤ الوحى إلى رسول الله ﷺ" میں صفحہ ٣ پر فرماتے ہیں کہ:" ....وتابعه هلال بن رداد عن الزهري ....". = = =

....

....

= = = کیا یہ ہلال بن رداد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح میں متابعت میں ذکر ہونے کی وجہ سے ثقہ ہو گیا ہے جبکہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:"هلال بن رداد [خت]عن الزهري لا يدرى من هو ". (ميزان الإعتدال ۴/۳۱۳)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ "فتح الباری" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ:"هلال بن رداد عن الزهري لايعرف حاله له موضع في بدء الوحي (۴۳۷)

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کسی راوی سے اپنی صحیح میں متابعت میں روایت لینا ان کے نزدیک اس کے صحیح الحدیث (ثقہ وصدوق) ہونے کی دلیل نہیں ہے، جیسا کہ علیزئی صاحب نے لکھا اور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح میں ہر وہ راوی جس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ شواہد یا متابعت میں روایت لی ہیں، علیزئی صاحب بھی اس کو ثقہ صدوق صحیح الحدیث تسلیم نہیں کرتے، علیزئی صاحب نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی " كتاب الضعفاء " پر تحقیق کی اور اس کا نام رکھا" تحفة الأقوياء في تحقيق كتاب الضعفاء " اور اس میں سب سے پہلے جس کا ذکر ہے وہ "ابراهيم بن اسماعيل بن مجمع " ہے۔

علیزئی صاحب اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:"ضعيف :وأخرجه الامام أبو جعفر العقيلي في الضعفاء الكبير (۱/۴۳) عن آدم بن موسى عن البخاري به ، علق له البخاري في صحيحه موضعا واحدا في الشواهد (بدء الخلق باب ۱۴ حديث ۳۲۹۹) و أخرجه له ابن ماجه " . (تحفة الأقوياء في تحقيق كتاب الضعفاء ص۹)

(۲)"حريث بن أبي مطر " کے بارے میں اسی کتاب میں اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:" ضعيف وأخرجه العقيلي (۱/۲۸۷) عن آدم به ، أخرج له الترمذي وابن ماجه والبخاري في التعليقات (ح ۵۵۵۶). (تحفة الأقوياء في تحقيق كتاب الضعفاء۳۴)

(۳)"عطاء بن عبد الله ،وهو ابن أبي مسلم البلخي ،الخراساني " کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:" ضعيف مدلس :وأخرجه ابن عدي (۵/۱۹۹۶) عن البخاري به مطولا .أخرجه له مسلم و أبو داود والترمذي والنسائي وابن ماجه وقيل :البخاري روى له حديثين (۴۹۲۰،۵۲۸۶) والصواب خلافه ، ابن جريج يروى عن عطاء بن أبي رباح ، فالخراساني ليس من رجال البخاري . (تحفة الأقوياء في تحقيق كتاب الضعفاء ص۷۶)

أقول : صواب یہ نہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ دونوں روایات ابن ابی رباح سے ہیں بلکہ صواب یہ ہے کہ وہ دونوں روایتیں خراسانی سے ہی ہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فقیر کی کتاب ''پانچ بت''۔

ثانیا : اس کے بارے میں ہم تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں تا کہ یہ بھی واضح ہو جائے کہ علیزئی صاحب جو ہر بات میں جمہور کے دعویدار ہیں یہاں کیوں جمہور سے ان کی نظر اُٹھ گئی ،ملاحظہ فرمائیں:

(۱):البخاری رحمۃ اللہ علیہ:أخرجه له في صحيحه (۴۹۲۰،۵۲۸۶)

(۲) : مسلم رحمۃ اللہ علیہ:أخرج له في صحيحه ،كتاب الجنائز ،ص۴۳۷(۲۲۵۸)

(۳)ترمذی رحمۃ اللہ علیہ:امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی روایت کو "حسن صحيح "قرار دیا ہے،ملاحظہ ہو: (سنن ترمذی ،أبواب السفر ،ص ۲۰۷(۶۱۲)،ایک اور مقام پر "حسن غريب " کہا،ملاحظہ ہو: (سنن ترمذی ،كتاب فضائل الجهاد ،ص۵۰۲(۱۶۴۳)

وقال :عطاء الخراساني رجل ثقة ، روى عنه الثقات من الأئمة مثل مالك و معمر وغيرهما ولم أسمع أن أحدا من المتقدمين تكلم فيه بشيء . (علل الكبير ،باب ماجاء في فضل الحرس في سبيل الله ،۲/۱۱۷)

(۴)نسائی رحمۃ اللہ علیہ:"روى له في سننه المجتبى " ملاحظہ ہو (سنن نسائی ،كتاب الطهارة ، ص۳۷(۱۹۹)، وكتاب الزينة ،ص ۷۳۵(۵۱۶۵)　= = =

....

....

(۵)ابوداودرحمۃ اللہ علیہ :"روی لہ في سننہ" ملاحظہ ہو :(سنن ابو داود ،کتاب الصلاۃ ،ص ۱٦۷. ۱٦۸(۱۰۵۱)، وکتاب البیوع ،ص ۵۳۵.۵۳٦(۳۴٦۲)، وغیرھما.

(٦) ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ :"روی لہ في سننہ" ملاحظہ ہو:(سنن ابن ماجہ ، في المقدمۃ ،ص ۴۰ (۲۳۹)، وکتاب الطھارۃ وسننھا ،ص ۵۴(۳۳۲)،وغیرھما .

(۷)بغوی رحمۃ اللہ علیہ :قال :"ھذا حدیث حسن". (شرح السنۃ ۲/۳۵(۲٦۷)

(۸)ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ :"احتج بہ في صحیحہ" ملاحظہ ہو:(صحیح ابن حبان ۱۱/۴٦۵ (۴۰۷۵)

(۹)حاکم رحمۃ اللہ علیہ: "صحح لہ في المستدرک علی شرط الشیخین ،ووافقہ الذھبي ، و۴/۵۳۷ :علی شرط مسلم ووافقہ الذھبي .

(۱۰)ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ:"احتج بہ في المستخرج علی صحیح مسلم" ۳/۱۵۷(۲۱۹۳)

(۱۱) ضیاء مقدسی رحمۃ اللہ علیہ:احتج بہ في المختارۃ ،وقال اسنادہ حسن "۱/۱۹۴(۳۳۹)

(۱۲) طوسی رحمۃ اللہ علیہ: "احتج بہ في المستخرج علی جامع الترمذي ،وقال حدیث حسن" ۳/۱۹۴

(۱۳) شعبہ رحمۃ اللہ علیہ:"روی عنہ". (المعجم الکبیر للطبراني ۱۰/۲۷۷(۲۰۰۷۷) ، والدارمي ۱/۲۱۴ (٦۲۷)،وغیرھما .

(۱۴) عجلی رحمۃ اللہ علیہ:" ثقۃ" (معرفۃ الثقات ۲/۱۳۷)

(۱۵)ابن معین رحمۃ اللہ علیہ: "ثقۃ"(تاریخ ابن معین ۱/۱۳٦،و۱۷۸)

(۱٦) ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ: " لا بأس بہ صدوق ، قلت یحتج بحدیثہ ؟ قال :نعم" . (الجرح والتعدیل ٦/۳۳۵)

(۱۷)ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ: " أرجو انہ لا بأس بہ" (الکامل ۵/۳٦۰)

(۱۸)ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ:" ثقۃ" (طبقات الکبری ۷/۳٦۹)

= = =

....

....

(۱۹) یعقوب بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ :" ثقة معروف بالفتوی والجهاد " (سير اعلام النبلاء ۱۴۱/۶،تاريخ دمشق ۴۲۸/۴۰،وفيه :مشهور له فضل وعلم معروف بالفتوى والجهاد)

(۲۰) احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:" ثقة " (سير اعلام النبلاء ۱۴۱/۶، وتاريخ دمشق ۴۲۸/۴۰)

(۲۱) نسائی رحمۃ اللہ علیہ:"ليس به بأس " .(تهذيب التهذيب ۱۹۰/۷،وتاريخ دمشق ۴۲۴/۴۰)

(۲۲) دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ: " ثقة في نفسه " (تهذيب التهذيب ۱۹۰/۷)

(۲۳)ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ:"كان فاضلا عالما بالقرآن عاملا ...أحد العلماء الفضلاء وربما كان في حفظه شيء ". (التمهيد ۵۹/۱۳.۶۰)

(۲۴) ذہبی رحمۃ اللہ علیہ: " صدوق مشهور " (المغنی ۴۷۱) ،وقال :" من كبار العلماء "(ميزان الاعتدال ۷۳/۳) .وقال :"المحدث الواعظ " (سير اعلام النبلاء۱۴۰/۶)

(۲۵) نووی رحمۃ اللہ علیہ: " وهو من التابعين العباد ، متفق على توثيقه " . (تهذيب الأسماء واللغات ۴۳۷/۱)

ان کے علاوہ بھی کئی علماء ومحدثین کے نام ذکر کئے جا سکتے ہیں علیزئی صاحب کے تسلیم شدہ اُصولوں کے مطابق ،جبکہ اس پر جرح کرنے والے معدلین سے کم ہیں جن میں سے قابل ذکر یہ ہیں:

(۱) سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ:" كذب علي ما حدثته "(الضعفاء الصغير للبخاري ۲۶(۲۷۸)

(۲) بخاری رحمۃ اللہ علیہ:ذكره في الضعفاء . (الضعفاء الصغير للبخاري ۲۶(۲۷۸)

(۳) العقیلی رحمۃ اللہ علیہ: ذكره في الضعفاء .

(۴) ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ:"ردئ الحفظ كثير الوهم يخطئ ولا يعلم محمل عنه فلما كثر ذلك في روايته بطل الاحتجاج به ". (المجروحين ۱۳۰/۲)

(۵) بیہقی رحمۃ اللہ علیہ: " ليس بالقوي " (السنن الكبرى ۶۴/۵)

(۶) شعبہ رحمۃ اللہ علیہ:" وكان نسيا " (الجرح والتعديل ۱۴۸/۱،۳۳۵/۶) ===

....

....

اگر سماک بن حرب یا ہر وہ راوی جس سے علیزئی صاحب راضی ہوں اور وہ ان کے مطلب کی بات کرتا ہو اس کے لئے تو پیمانہ بن جاتا ہے کہ فلاں نے روایت لی ہے فلاں نے روایت لی ہے فلاں نے فلاں کی تعدیل ذکر کی اور کوئی جرح نہیں کی لہذا اس کے نزدیک ثقہ، فلاں نے جرح کے ذکر سے اعراض کیا لہذا اس کے نزدیک ثقہ، فلاں ثقات سے روایت کرتا ہے وہ اس سے روایت کر رہا ہے لہذا اس کے نزدیک ثقہ، علیزئی صاحب اس عطاء الخراسانی کے بارے میں کس لئے ناراض ہیں اس لئے کہ اکثر یہ جناب کے مخالف روایتیں بیان کرتا ہے جناب اگر آپ کو یہ ہی اُصول تسلیم ہیں تو سفیان ثوری جس کی صیغہ عن کے ساتھ روایات کی اکثر علماء ومحدثین نے تصحیح وتحسین فرمائی ہے اس کو قبول کرنے میں کیا مسلک ہی مانع ہے؟۔

یاد رہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جن کو ضعفاء میں شمار کیا ہے کئی اور بھی ہیں جن کو علیزئی صاحب ضعیف تسلیم نہیں کرتے، لیکن اختصار کے پیش نظر ہم ان کا ذکر ترک کر رہے ہیں۔

صرف ایک حوالہ علیزئی صاحب کا پیش کرتے ہیں کہ علیزئی صاحب خود اپنے مقالات کی پہلی جلد کے صفحہ ۵۳ کے حاشیہ میں اسحاق بن محمد الفروی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ”حافظے کی وجہ سے ضعیف ہے، اسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، اس کی روایات (جن کی کل تعداد تین ہے) صحیح بخاری میں متابعات میں ہیں حاکم (۴/۹۰) نے اس کی روایات کو صحیح کہا ہے۔

یہ بات درست ہے کہ بعض علماء ومحدثین نے مختلف آئمہ کے بارے میں ایسے اقوال ذکر کئے ہیں کہ فلاں روایت کرے، فلاں خاموش رہے وغیرہ وغیرہ تو وہ ثقہ ہے لیکن یہ بتائیے کیا آپ ہر جگہ ان کو قبول فرمائیں گے اگر ہاں میں جواب ہے تو عطاء الخراسانی اور سفیان ثوری وغیرہما جیسے لوگوں کے بارے میں جلد از جلد اپنا رجوع شائع کریں، نہیں تو ہم یہی سمجھیں گے کہ جناب اپنی مرضی اور مسلک کی ترویج واشاعت کی خاطر ہی یہ سب کچھ کر رہے ہیں تاکہ غیر مقلدین سے داد وصول کرسکیں۔

اب ہم بالترتیب آپ نے جن سے سماک بن حرب کی ثقاہت بیان کرنے کی کوشش کی ہے ان کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں:

= = =

....

....

نمبر (۱)

☆ آگے علیزئی صاحب نے لکھا کہ:

صحیح مسلم: (۴۵۹،۴۵۸،۱۲۸/۴۳۶،۲۲۴)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فواد عبدالباقی کی ترقیم کے مطابق یہ پنتالیس (۴۵) روایتیں ہیں ان میں سے بعض روایتیں دو دو دفعہ ہیں لہذا معلوم ہوا کہ صحیح مسلم میں سماک کی پنتالیس سے زیادہ روایتیں موجود ہیں۔۔۔۔۔[آگے معدلین اوران کی تعدیل کا عنوان قائم کرنے کے بعد لکھا کہ:]〈۱〉 مسلم :احتج به في صحيحه (دیکھئے میزان الاعتدال ۲/۲۳۳)

شروع میں سماک کی بہت سی روایتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو صحیح مسلم میں موجود ہیں لہذا سماک مذکور امام مسلم کے نزدیک ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث ہیں۔(مقالات ۱/ ۴۲۸۔۴۳۲)

أقول: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں "كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة ،ص ۱۶۵ (۶۰۳ و ۶۰۴) ،اور "كتاب الحيض ، باب :وجوب الغسل على المرأة بخروج المني منها ،ص ۱۸۲،۱۸۳(۷۱۳)، اور "كتاب اللباس ، باب :التوضع في اللباس والاقتصار على الغليظ منه واليسير ،من اللباس والفراش وغيرهما ..الخ ،ص ۹۸۵(۵۴۱۲)، اور " كتاب فضائل الصحابة ، باب :فضائل أهل بيت النبي ﷺ ،ص۱۱۱۹(۶۲۱۱) میں "مصعب بن شيبة بن جبير بن شيبة " سے احتجاج کیا ہے، جبکہ اس راوی کے بارے علماء ومحدثین کے مندرجہ ذیل اقوال ہیں:

(۱) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

" روى أحاديث مناكير ". (الجرح والتعديل ۳۰۵/۸) "روى مناكير "(بحر الدم فيمن تكلم فيه الاما أحمد بمدح أوذم لابن المبرد ص۵۰(۹۹۶)،وقال أحمد بن محمد بن هانى ذكرت لأبي عبد الله الوضوء من الحجامة فقال ذاك حديث منكر رواه مصعب بن شيبة أحاديثه مناكير منها هذا الحديث ...الخ . (الضعفاء الكبير للعقيلى ۱۹۶/۴)

....

....

(۲)امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ:" لا يحمدونه ،وليس بالقوي " (الجرح والتعديل ٣٠٥/٨)

(۳)امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ:" ليس بالقوى " . "وهو متكلم فيه " (مراسيل أبي زرعة مع التقريب ٥٩٤)

(۴)امام ابوجعفر عقیلی رحمۃ اللہ علیہ:"ذكره في الضعفاء " .

(۵)امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ:" ليس بالقوى و لا بالحافظ ،وقال مرة :ضعيف " (السنن ، كتاب الطهارة ١٦٣/١، و١٩٣)

(٦)امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ:"وحديث مصعب ضعيف "(السنن ،كتاب الجنائز ،باب :في الغسل من غسل الميت ،ص ٤٩٣)

(۷)امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ:"منكر الحديث ، ومرة :في حديثه شئ " (السنن ، كتاب الزينة، ص ٧٢١(٥٠٤٤)،تهذيب الكمال ٣٣/٢٨)

(٨)امام ابواحمد بن عدی رحمۃ اللہ علیہ:" تكلموا فى حفظه "(تهذيب التهذيب ١٤٧/١٠)

(٩) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ:" فيه ضعف " (الكاشف مع التقريب ٥٩٤)

(١٠) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ:" لين الحديث " (تقريب التهذيب مع الكاشف ٥٩٤)

(١١) علامہ ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ:"ومصعب وان وصله لكنه متكلم فيه وان اخرج له مسلم .قال ابن حنبل روى احاديث مناكير وقال ابو حاتم لا يحمدونه و ليس بالقوى " (الجوهر النقى ٥٢/١)

(١٢) ابن عبدالہادی:" واما حديث ابن جعفر ففيه مصعب بن شيبة قال أحمد روى أحاديث مناكير وقال الدارقطنى ليس بالقوى ولا بالحافظ ".

(تنقيح التحقيق في احاديث التعليق ، مسائل سجود السهو ١٣٣/١)

(١٣) عبدالرحمٰن مبارک پوری:وأما حديث عبد اللّٰه بن جعفر فاخرجه أحمد وأبو داود = = =

....

....

والنسائی وفي اسناده مصعب بن شيبة وهو مختلف فيه .

(تحفة الأحوذی ، باب :ما جاء في سجدتی السهو بعد السلام)

☆امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ :" و کان قليل الحديث " (طبقات الکبری ۵/۴۸۸)

معدلین مندرجہ ذیل ھیں

(۱)امام یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ:" ثقة " (الجرح و التعدیل ۸/۳۰۵)

(۲)امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ:" ثقة " (معرفة الثقات ۲/۲۸۰)

☆امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی روایت کی تصحیح فرمائی ہے ملاحظہ ہو:(السنن ، کتاب الأدب ،۸۸، ۲۸۱۸)

☆امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے اپنی صحیح میں بغیر کسی کلام کے روایات لی ہیں،ملاحظہ ہو:(صحیح ابن خزیمة ۱/۸۶(۸۸)، و ۱/۱۶۱ (۲۵۶)، و ۱/۵۱۰(۱۰۳۳)

☆امام ابوعوانہ نے مستخرج میں اس سے روایات لی ہیں،ملاحظہ فرمائیں:(۳۵۵)، و (۶۵۳)

☆امام حاکم اور ذہبی رحمۃ اللہ علیہما نے اس کی روایات کی تصحیح فرمائی ہے،ملاحظہ ہو:

(مستدرك مع التلخیص ۱/۲۶۷،و ۳/۱۴۷)

☆امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ایک روایت کی سند کے بارے میں فرمایا کہ:"ھذا الاسناد لا بأس به" (السنن الکبری ۲/۳۳۶)

مذکورہ بالا اقوال کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ علیزئی صاحب کے تسلیم شدہ اُصولوں کے تحت مصعب بن شیبہ کا ''ثقہ صدوق اور صحیح الحدیث'' ہونا درست نہیں ہے۔کیا علیزئی صاحب اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے صحیح مسلم کی مذکورہ روایات اور اس کی دوسری روایات کو ضعیف تسلیم کرتے ہیں؟۔

نمبر (۲)

اس کے بعد ۲ نمبر پر علیزئی نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استشہاد کی بات کی جس کا جواب پہلے ذکر ہو چکا۔

....

....

نمبر (۳)

آگے علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ: **۳**: شعبہ: "**روی عنه**" (**صحيح مسلم: ۲۲۴**)

شعبہ کے بارے میں ایک قاعدہ ہے کہ وہ (عام طور پر اپنے نزدیک) صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ دیکھئے تھذیب التھذیب (ج ا ص ۴، ۵) وقواعد فی علوم الحدیث للتھانوی الدیوبندی (ص ۲۱۷) (مقالات ۴۳۲_۴۳۳)

أقول: جب علیزئی صاحب کو اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ قاعدہ ہر جگہ درست نہیں جیسا کہ بریکٹ کے اندر خود لکھ دیا کہ "عام طور پر اپنے نزدیک" تو پھر امام شعبہ کا سماک سے روایت کرنا کیسے اس کے ثقہ اور صحیح الحدیث ہونے کی دلیل بن گیا کیا امام شعبہ نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ سماک میرے نزدیک ثقہ اور صحیح الحدیث ہے جب اس کی صراحت موجود نہیں تو پھر اس میں دونوں احتمال موجود تھے یعنی وہ ثقہ بھی ہوسکتا ہے اور غیر ثقہ بھی، پس اصولا اس کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جن کی "**تهـذيـب التهـذيـب**" کے حوالہ سے علیزئی صاحب نے اس اُصول کو بیان کیا ہے وہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بذات خود کئی ایسے راویوں کی تضعیف کے قائل ہیں جن سے امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں مثلا:

☆"**حنظلة بن عبيد الله، أو عبد الرحمن، أبو عبد الرحيم**" اس کے متعلق "**تقريب التهذيب ۱۶۹ (۱۵۸۳)**" میں فرماتے ہیں کہ "**ضعيف من السابعة**". اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "**عن أنس، وعبد اللّٰه بن الحارث بن نوفل، وعنه شعبة، وعبد الوارث، ضعفه أحمد، وقال القطان: اختلط. (الكاشف مع التقريب ۱۷۰)**

☆" **داود بن يزيد بن عبد الرحمن، ابو يزيد الكوفي، الأعرج** "اس کے بارے میں "**تقريب التهذيب ۱۸۷ (۱۸۱۷)**" فرماتے ہیں کہ: "**ضعيف، من السادسة**". اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: "**عن الشعبي، وأبي وائل، وعنه شعبة، وأبو نعيم، وخلاد بن يحيى،**

....

....

ضعفه أبو داود وغيره . (الكاشف مع التقريب ١٨٨)

☆"سعيد بن المرزبان العنبسى ،أبو سعيد البقال ،الكوفى ، الأعور "اس کے متعلق "تقريب التهذيب " میں تحریر فرماتے ہیں کہ:" ضعيف مدلس ، مات بعد الأربعين ، من الخامسة " . اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: " عن أنس ، وابن أبي ليلى ، وعنه شعبة وعبيد الله بن موسى، قال أحمد :منكر الحديث ، مات مع الأعمش . (الكاشف مع التقريب ٢٣٤)

☆"عاصم بن عبيد الله بن عاصم العدوى ، المدنى " کے بارے "تقريب التهذيب ٢٩٥(٣٠٦٥)" میں تحریر فرماتے ہیں کہ :"ضعيف من الرابعة " .اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ : " عن ابن عمر ،وجابر ، وعنه شعبة ، ومالك ، ويحيى القطان ، ضعفه ابن معين ، وقال البخاري وغيره :منكر الحديث " (الكاشف مع التقريب ٢٩٥)

☆"محمد بن عبيد الله بن أبي سليمان العزرمي ، أبو عبد الرحمن الكوفي " اس کے متعلق "تقريب التهذيب ٥٥١(٦١٠٨) میں لکھتے ہیں کہ:" متروك من السادسة " . اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:" عن عطاء و مكحول ، وعنه شعبة والعقدي ،ويزيد بن هارون ، قال أحمد : ترك الناس حديثه ". الكاشف مع التقريب ٥٥١)

ان کے علاوہ اور بھی کئی راوی ایسے موجود ہیں، لیکن اختصار کے پیش نظر ان کا ذکر ترک کیا جاتا ہے۔

پس جب حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ خود ان تمام راویوں کی ثقاہت کی قائل نہیں ہیں تو علیزئی صاحب کو ان کا بیان کردہ اصول کیسے فائدہ دے سکتا ہے اور اس کے تحت سماک بن حرب کے معدلین میں کیسے امام شعبہ کو تسلیم کیا جاسکتا ہے، جبکہ وہ خود اس پر جرح بھی کرر ہے ہیں جیسا کہ آگے ذکر ہوگا، ان شاء اللہ العزیز۔

ثانیا : امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ صرف ثقہ راویوں سے ہی روایت نہیں کرتے بلکہ ضعفاء سے بھی روایت کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

= = =

....

....

☆امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ ایک راوی "زید العمی ، زید بن الحواری ،" سے روایت کرتے ہیں، ملاحظہ ہوں:" السنن للترمذی ، کتاب الفتن ، باب ما جاء في المهدی ، ص ٦٤٦ (٢٢٣٧)، والمصنف لابن ابی شیبة ،١٧٨/٣ ، کتاب الجنائز . و١٢٧/٧، کتاب الدعاء . والمستدرك على الصحيحين للحاكم ٣١٣/٢(٢٢٣٦)، کتاب البیوع . والسنن الکبری للنسائی ٧٧٢/٢ (٥٠٢٣)، کتاب العتق . والسنن الکبری للبیهقی ٣٤٨/١٠، کتاب عتق أمهات الأولاد . والمعجم الأوسط للطبرانی ٩٣/١(٨٤). وفي المعجم الصغير (١٠١٠). والسنن للدارقطنی ١٥٨/٤، کتاب المکاتب . والمسند لأحمد بن حنبل ٢٢/٣(١١١٨١، و ١١١٨٢) . و٣٦٦/٥ (١٢٣٤٩١) وغیرهم . جبکہ اکثریت نے اس کی تضعیف کی ہے حتی کہ امام شعبہ خود بھی ان میں شامل ہیں، ملاحظہ ہوں: (تهذيب التهذيب ٣٥١/٣ ، ٣٥٢، میزان الاعتدال ١٠٢/٢، وغيرهما)

☆اسی طرح یہی امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ "سیف بن وهب" سے بھی روایت کرتے ہیں، مجھے امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اس کے معدلین میں کوئی بھی نہیں ملا، واللہ تعالی اعلم۔

جبکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے تو صراحت کرنے کے باوجود اس کو ضعیف الحدیث کہا ہے، ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:" سيف بن وهب الذي حدث عنه شعبة ضعيف الحديث ".(العلل و معرفة الرجال ٣٩٣/١ (٧٨٢)

☆یونہی امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ "سلیمان بن یسیر" سے بھی روایت کرتے ہیں جو کہ جمہور آئمہ ومحدثین کے نزدیک ضعیف اور متروک الحدیث ہے اور مجھے اپنے وسائل کی حد تک کسی سے اس کی توثیق نہیں ملی، واللہ اعلم۔

☆یونہی امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ "حسام بن مصك" سے روایت کرتے ہیں جو کہ ضعیف الحدیث ہے۔

= = =

....

....

☆اسی طرح امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ ''عسل بن سفیان'' سے روایت کرتے ہیں یہ بھی ضعیف الحدیث ہے۔

☆☆جناب علیزئی صاحب آپ خود اس راوی کو ضعیف قرار دے رہے ہیں جس سے امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ملاحظہ ہو: ''حکیم بن جبیر'' جس کے بارے میں جناب نے ''تحفة الأقوياء في تحقيق كتاب الضعفاء ٣٢ حاشیہ (٨٣)'' میں کہا کہ: ''ضعيف وأخرجه ابن عدي (٢/٦٣٤) من طريق آخر عن البخاري به ،أخرجه أبوداود والترمذي والنسائي وابن ماجه'' ۔امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ اس سے بھی روایت کرتے ہیں ملاحظہ ہو: ''المعجم الأوسط للطبراني ٢/٤٠٩ (١٧٠٧)،وحديث شعبة بن الحجاج لابن المظفر [ق] ص ٣٤ (٨٥،و٨٦)۔

نمبر (٤)

آگے علیزئی صاحب نے لکھا ہے کہ :''سفيان ثوری :''ما يسقط لسماك بن حرب حديث''.

سماک بن حرب کی کوئی حدیث ساقط نہیں ہوئی (تاريخ بغداد ٩/٢١٥ و سنده حسن لذاته)

اس قول پر حافظ ابن حجر کی تنقید (تهذيب التهذيب ٤/٢٠٥) عجیب وغریب ہے۔یاد رہے کہ سماک بن حرب پر ثوری کی جرح ثابت نہیں ہے۔(مقالات ١/٤٣٣)

أقول : اولا :تاریخ بغداد کے حوالہ سے جس سند کو جناب ''حسن لذاته'' قرار دے رہے ہیں اس میں سلمہ بن شبیب سے روایت کرنے والا حسین بن ادریس کون ہے؟ اگر تستری ہے تو وہ مجہول الحال ہے اور اگر حسین بن ادریس بن مبارک ہے تو ان کی آپس میں ملاقات کا ثبوت جناب فراہم کریں کس نے ان کے سماع کو بیان کیا ہے؟ سلمہ بن شبیب نیشاپور اور مکہ کے مکین جبکہ حسین بن ادریس دمشقی اور ھروی ان کی ملاقات کا ثبوت جناب کے ذمہ ہے کیونکہ جناب اس سند کے حسن لذاتہ ہونے کے قائل ہیں لیکن یاد رہے کہ مجھے اپنے وسائل کی حد تک ان کی ملاقات کا ثبوت نہیں ملا، واللہ اعلم۔

ثانیا : جناب کو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس لئے عجیب وغریب معلوم ہوا کہ جناب کے خلاف تھا؟۔ = = =

....

....

جناب اتنا بھی خفا ہونے کی ضرورت نہیں تھی یہ قول واقعتاً سفیان ثوری نے "سماك بن فضل" کے بارے میں ہی کہا ہے، جیسا کہ امام ابن ابی حاتم نے "الجرح والتعدیل ۲۸۱/۴" میں سماک بن فضل کے ترجمہ میں بسند ذکر کیا ملاحظہ ہو: "حدثنا عبد الرحمن نا أبو عبد الله الطهرانی نا عبد الرزاق قال قال الثوري :لا يكاد يسقط سماك بن الفضل حديثا".

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی تو یہی فرما رہے ہیں کہ یہ قول امام سفیان ثوری کا سماک بن حرب کے بارے میں نہیں بلکہ سماک بن فضل کے متعلق ہے تو جناب جب یہ بات ثابت ہے کہ امام سفیان ثوری نے یہ بات سماک بن فضل کے بارے میں کہی ہے تو پھر جناب کو عجیب وغریب کیوں محسوس ہو گیا؟ ہمارا جناب کو مشورہ ہے کہ آپ اپنے احساسات میں سے یہ بات نکال دیں کہ حافظ ابن حجر کا یہ قول عجیب وغریب ہے۔

مزید ملاحظہ ہو کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ بات "سماك بن فضل" کے ترجمہ میں نقل کی ہے (سیر اعلام النبلاء ۲۴۹/۵)۔ اور اسی طرح حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس بات کو "سماك بن فضل" کے متعلق ہی نقل کیا ہے۔ (تھذیب الکمال ۱۲۶/۱۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے اس پر تنقید فرمائی ہے کہ امام سفیان ثوری کا یہ قول سماک بن حرب کے متعلق نہیں ہے بلکہ سماک بن فضل کے بارے میں ہے، پس اس کو سماک بن حرب کے متعلق بیان کرنا اور اس کے تحت امام سفیان ثوری سے سماک بن حرب کی توثیق ثابت کرنا درست نہیں ہے۔

نمبر (۵)

آگے علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ: یحیٰی بن معین: "ثقة" (الجرح والتعدیل ۲۷۹/۴، وتاریخ بغداد ۲۱۵/۹ وسنده صحيح) (مقالات ۴۳۳/۱)

أقول : امام یحیٰی بن معین سے جناب نے جہاں سے اس کی ثقاہت کو ذکر کیا وہاں ساتھ ہی اس کے ایک عیب کا بھی ذکر کیا گیا تھا کیا وہ جناب کسی مقصد کی خاطر ترک کر گئے؟ لیکن ہم علیزئی صاحب کے سامنے اس کا ذکر کر دیتے ہیں: "قال :سمعت يحيىٰ بن معين سئل عن سماك بن حرب ماالذى = = =

....

....

عابه قال :أسند أحاديث لم يسندها غيره".

(تاريخ بغداد والجرح والتعديل ايضا. و سنده صحيح عنده).

سماک بن حرب امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسا ثقہ ہے کہ اس میں یہ عیب پایا جاتا ہے کہ وہ بعض احادیث کو مسند بیان کرتا ہے مگر دوسرے لوگ ان کو مسند بیان نہیں کرتے ، گویا کہ اس میں کمزوری موجود ہے۔

نمبر (٦)

علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ:"ابو حاتم الرازی :"صدوق ثقة" (الجرح والتعديل ٢٨٠/٤).

أقول : امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ثابت ہے یعنی ان کے نزدیک یہ "صدوق ثقة" ہے۔

اور امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ یہ الفاظ ایسے راویوں کے لئے بھی استعمال فرماتے ہیں جو احادیث کو حافظے سے بیان کرتے ہوئے بہت زیادہ غلطیاں کرتے تھے ، جیسا کہ "وضاح ،ابوعوانہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: كتبه صحيحة واذا حدث من حفظه غلط كثيرا وهو صدوق ثقة ...".

(الجرح والتعديل ٤١/٩).

اور امام ابن حبان کی جرح سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ سماک بن حرب بہت زیادہ خطائیں کرنے والا ہے ، اگر ابوحاتم نے اس کو صدوق ثقہ کہا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں کہ وہ غلطیاں کرنے والا نہ ہو۔

نمبر (٧)

علیزئی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:"احمد بن حنبل :"سماك أصلح حديثا من عبد الملك بن عمير" (الجرح والتعدیل ٢٧٩/٤ـ٢٨٠ وسندہ صحیح)

أقول : امام احمد بن حنبل جس عبدالملک بن عمیر سے سماک بن حرب کی حدیث کو اصلح کہہ رہے ہیں اس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ:" مضطرب الحديث جدا مع قلة روايته ما أرى له خمسمائة حديث وقد غلط في كثير منها (الجرح والتعديل ٣٦١/٥)

اب فیصلہ آسان ہو جاتا ہے کہ عبدالملک بن عمیر کم روایتیں کرنے کے باوجود سخت قسم کے اضطراب ===

کا شکار تھا اس کی پانچ سو احادیث میں سے اکثر غلط تھیں۔

اور اس عبدالملک بن عمیر کے بارے میں اسحاق بن منصور کی روایت میں ہے کہ: "عن أحمد بن حنبل أنه ضعف عبد الملك بن عمير جدا " و في رواية عنه :"مخلط " .

(الجرح و التعديل ٥/٣٦١)

اب مزید آسانی ہو جاتی ہے کہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک عبدالملک بن عمیر سخت قسم کا مضطرب اور ضعیف ہے مگر سماک اس سے بہتر ہے۔ مگر ثقہ یا صحیح الحدیث نہیں، اور یہ بات بھی واضح ہے کہ اَصلح کہنے سے کسی راوی کی غلطیوں یا کمزوریوں سے برات ظاہر نہیں ہوتی۔

نمبر (۸)

آگے علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ: "ابواسحاق السبیعی :" خذوا العلم من سماك بن حرب " .

(الجرح والتعدیل ۴/۲۷۵، وسندہ حسن)

أقــول : جناب علیزئی صاحب یہی سند جس کو جناب حسن کہہ رہے ہیں اسی سند کے ساتھ یہی بات اسی ابو اسحاق سے "عبدالملک بن عمیر" کے بارے میں اسی کتاب "الجرح والتعدیل ۵/ ۳۶۰" میں موجود ہے یہ کس قدر ثقہ وصدوق ہے اوپر ذکر ہو چکا۔

جناب ذرا اس سند کے راوی "ابوبکر بن عیاش" کے بارے میں بیان کردیں جب اہل کوفہ سے روایت کرے تو اس کا مقام کیا ہے؟ کیا محمد بن سفیان نے اس سے قبل از اختلاط سنا ہے؟۔

نمبر (۹)

آگے جناب علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ: "العجلی : "جائز الحديث " (دیکھئے اقوال جرح:۱) ذكره في تاريخ الثقات . (مقالات ۴۳۳)

أقول : امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ثابت ہے یعنی ان کے نزدیک یہ "جائز الحدیث" ہے، اور اہل علم سے مخفی نہیں کہ جائز الحدیث ہونا اور صحیح الحدیث ہونا اس میں کتنا فرق ہے، اور امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ یہ لفظ = = =

....

....

کئی طرح کے لوگوں کے لئے استعمال کرتے ہیں کبھی ایسا آدمی جوان کے نزدیک حسن الحدیث ہوتا ہے اور کبھی صرف اس قابل کہ اس کی حدیث لکھی جائے اور کبھی ضعیف کے ساتھ بھی جائز الحدیث کا قول کرتے ہیں ملاحظہ ہو: مجالد بن سعید کوفی جائز الحدیث حسن الحدیث۔(دیکھئے: معرفۃ الثقات ۲/۲۶۴ (۱۶۸۵)
عباد بن منصور الناجی لاباً س بہ یکتب حدیثہ وقال مرۃ جائز الحدیث (دیکھئے: معرفۃ الثقات ۲/۱۸ (۸۴۲)
عبدالرحمٰن بن اسحاق بن سعد بن الحارث أبوشیبۃ الواسطی ضعیف جائز الحدیث یکتب حدیثہ (دیکھئے: معرفۃ الثقات ۲/۲/۷ (۱۰۱۸)۔اور یہ بات بھی اہل علم سے مخفی نہ ہوگی کہ جائز الحدیث ہونا کس مرتبہ کی تعدیل ہے۔

نمبر (۱۰)

آگے علیزئی نے لکھا ہے کہ: ابن عدی: "وأحاديثه حسان عن من روى عنه وهو صدوق لا بأس به" (الكامل ۳/۱۳۰۰)

نمبر (۱۱)

آگے علیزئی نے لکھا کہ: ﴿۱۱﴾ ترمذی: انہوں نے سماک کی بہت سی حدیثوں کو "حسن صحیح" قرار دیا ہے (مثلاً دیکھئے ح ۶۵، ۲۰۲، ۲۲۷) بلکہ امام ترمذی نے سنن کا آغاز سماک کی حدیث سے کیا ہے (ح ۱)
(مقالات ۱/۴۳۳)

أقول: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی روایات جن میں آپ صیغہ "عن" کے ساتھ روایت کرتے ہیں انہیں "حسن صحیح" قرار دیا ہے مثلاً: "كتاب الصلاة، باب: ما جاء في مواقيت الصلاة عن النبي ﷺ، ص ۶۹ (۱۵۲)، وباب: ما جاء في ادخال الاصبع في الأذان، ص ۸۲ (۱۹۷)، وباب: ما جاء فيمن صلى في يوم وليلة ثنتي عشرة ركعة من السنة وما له فيه من الفضل، ص ۱۵۲ (۴۱۵)، و كتاب الحج، باب: ما جاء كيف الطواف، ص ۲۷۴ (۸۵۶)، و باب: ماجاء في الجمع بين المغرب والعشاء بالمزدلفة، ص ۲۸۳ (۸۸۷)، وباب: ما جاء في الحج عن الشيخ الكبير === ===

والـمـيـت ،ص ۲۹۳(۹۲۹)، وكتـاب الـنـكـاح ، باب :ما جاء في الأوقات التي يستحب فيها النكاح ،ص ۳۳۸(۱۰۹۴)،وكتاب الأحكام ، باب :ما جاء فيمن يكسر له الشيء ، ما يحكم لـه مـن مـال الـكـاسـر ،ص ۴۱۸(۱۳۶۳)، وبـاب :مـا جـاء فـي اللقطة وضالة الابل والغنم ، ص ۴۲۴(۱۳۷۸)، وكـتـاب الـديـات ، بـاب :مـا جـاء فيمن قتل دون مـالـه فهو شهيد ، ص ۴۳۶(۱۴۲۴)، وكتاب الأطعمة ،ص ۴۵۶(۱۴۷۹)، وغيرهم .

قطع نظر اس کے کہ ان میں سے کون کون سی روایات متابعت اور شواہد رکھتی ہیں یا کس کس میں کسی اور سند سے سماع کی تصریح موجود ہے، علیزئی صاحب کے نزدیک تو سفیان ثوری کا صیغہ عن سے روایت کرنا مردود ہے، مگر امام ترمذی اپنی سنن میں کئی ایسی روایات جن میں سفیان ثوری نے سماع کی تصریح نہیں کی ان کی تصحیح اور تحسین فرماتے ہیں، مگر علیزئی صاحب کو یہ منظور نہ ہوگا، کیوں یہاں اپنی منشاء کو تو وہ اپنے جماعتیوں کے بھی خلاف استعمال کرتے نظر آتے ہیں، اس لئے کہ یہاں اگر وہ امام ترمذی کے اس اصول کو قبول کریں تو ان کی تحقیق جو وہ ''نور العینین'' میں پیش کر کے اپنے ہمنواؤں سے داد وصول کر رہے ہیں وہ ساری کی ساری دھری کی دھری رہ جاتی ہے اور اسی طرح ایک مقام پر اسی سفیان ثوری کی تدلیس کے باوجود ایک ایسی روایت جس میں سفیان ثوری کا نہ تو کوئی متابع ہے اور نہ ہی اس کا کوئی صحیح شاہد ہے اسے حسن ثابت کرنے کے در پے نظر آتے ہیں کیونکہ وہاں بھی گھر کی بات ہے فیاللعجب۔

ثانیا : امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جامع (سنن) میں "عبد الاعلى بن عامر الثعلبى ،الكوفى" سے مندرجہ ذیل مقامات پر روایات لائے ہیں

"كـتـاب تـفـسيـر الـقـرآن ، ص ۸۲۳(۲۹۵۵)"حسـن صـحيـح "،وفي تفسير ،سورة الـواقعة،ص ۹۱۲(۳۳۰۶)، وكتاب المناقب ، باب :مناقب أبي الفضل عم النبي ﷺ ،ص ۱۰۳۲(۳۷۶۷)

مذکورہ بالا مقامات پر "حسن صحيح غريب" . = = =

....

....

" كتاب الحج ،باب :ما جاء كم فرض الحج ،ص ٢٦٣(٨١٣)،و كتاب الجنائز ،باب :ما جاء في قول النبي ﷺ اللحد لنا والشق لغيرنا ،ص ٣٢٥(١٠٤٦)،و كتاب الأحكام ،ص ٤٠٩(١٣٢٧،و١٣٢٨)، وكتاب الرؤياء ،بباب :في الذى يكذب في حمله، ص ٦٥٩(٢٢٨٦،و٢٢٨٧)، وكتاب تفسير القرآن، ص ٨٢٣(٢٩٥٦)،وص ٨٤٨ (٣٠٦٥). مذکورہ بالا مقامات پراس کی روایات کو "حسن "قرار دیا ہے۔

جبکہ اس راوی کے بارے میں علماء ومحدثین کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

(١) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:" ضعيف الحديث ،ومرة :منكر الحديث عن سعيد بن جبير ومرة :شبه الريح لم يصححها " .

(٢) امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ:" ضعيف الحديث ربما رفع الحديث و ربما وقفه ".

(٣) امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ:" ليس بالقوي "

(٤) امام یحییٰ القطان رحمۃ اللہ علیہ:"يعرف و ينكر ، ولم يحدث عنه "

(٥) امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ:" ثقة ،ومرة وفي رواية أحمد بن زهير :ليس بثقة ، ومرة :ليس بذاك القوي " .

(٦) امام یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ:"في حديثه لين وهو ثقة " .

(٧) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ:" ذكره في الضعفاء الصغير "

(٨) امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ:"يعتبر به و مرة :ليس بالقوي عندهم ".

(٩) امام سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ:" ضعف احاديثه عن ابن الحنفية " .

(١٠) امام زکریا ساجی رحمۃ اللہ علیہ:" صدوق يهم " .

(١١) محمد بن سعد کاتب واقدی:"ضعيف في الحديث "

(١٢) امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ:"تركه " = = =

....

....

(۱۳) امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ: "لیس بالقوی یکتب حدیثه".

(۱۴) امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ: "ممن یخطئ ویقلب فکثر ذلك في قلة روايته فلا يعجبني الاحتجاج به اذا انفرد".

(۱۵) امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ: "ذكره في الضعفاء".

(۱۶) حسین بن علی کرابیسی رحمۃ اللہ علیہ: "من أوهى الناس"

(۱۷) امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ: "حدث عنه الثقات ويحدث عن سعيد بن جبير وابن الحنفية وابى عبد الرحمن السلمى بأشياء لا يتابع عليها"

(۱۸) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ: "ضعيف، ومرة: لم يحتج به صاحبا الصحيح".

(۱۹) امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ: "لين و مرة: لين الحديث"

(۲۰) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ: "صدوق يهم"

(الجرح والتعديل لابن ابى حاتم ۲۵/۶، الكامل في الضعفاء لابن عدى ۳۱۶/۵، وكتاب المجروحين لابن حبان ۱۵۵/۲، والضعفاء الكبير للعقيلى ۵۷/۳، والتاريخ الأوسط للبخاري ۱۶۴(۱۶۴۶)، والتاريخ الكبير ۷۱/۶، والضعفاء الصغير ۲۲(۲۳۱)، وطبقات الكبرى لابن سعد ۳۳۴/۶، والضعفاء والمتروكين للنسائي ۲۰۹، والمعرفة والتاريخ للفسوي ۴۰۰، وميزان الاعتدال ۵۳۰/۲، والكاشف ۳۵۰، و السنن الكبرى للبيهقي ۴۳/۶، ۴۴، ومعرفة السنن والآثار ۳۹۹/۳، و۱۹۷/۷، والتقريب لابن حجر ۳۵۰). کیا اس راوی کو علیزئی صاحب اوران کے ہمنوا ثقہ اور صحیح الحدیث تسلیم کریں گے؟ نہیں، کیونکہ علیزئی صاحب خود اس کو ضعیف قرار دے چکے ہیں، ملاحظہ ہو: (تحفۃ الأ قویاء ۷۳ حاشیہ (۲۳۴))۔

☆☆ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی تحسین وتصحیح جناب علیزئی صاحب کو بھی قبول نہیں ملاحظہ ہو: باذام، ابوصالح کے بارے میں علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ: "ضعیف مدلس" (تحفۃ الأ قویاء ۲۱، حاشیہ (۴۴))۔ = = =

جبکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سنن میں اس کی روایت کو"حسن" قرار دیتے ہیں، ملاحظہ ہو:"کتاب الصلاۃ ۱۲۲ (۳۲۰)۔ ☆اسی طرح روح بن اسلم کے بارے میں علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ "ضعیف جدا" (تحفۃ الأقویاء۴۲) جبکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس کی حدیث کو اپنی سنن میں "کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق ۷۰۵ (۲۴۷۷) میں حسن صحیح کہتے ہیں۔اور بھی نام پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن طوالت کے خوف سے انہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

نمبر (۱۲)

آگے علیزئی نے لکھا کہ: ابن شاہین: ذکره في کتاب الثقات (۵۰۵).

نمبر (۱۳)

آگے لکھا کہ: الحاکم: صحح له في المستدرك (۱/۲۹۷) (۱۴) الذهبی: صحح له في تلخیص المستدرك (۱/۲۹۷). (مقالات ۴۳۳)

أقول: اسی عبدالاعلی بن عامر ثعلبی کی روایات کو امام حاکم نے مستدرک اور حافظ ذہبی نے تلخیص میں صحیح کہا ہے، ملاحظہ ہو: (المستدرك مع التلخیص، کتاب معرفة الصحابة، في مناقب العباس بن عبد المطلب، ج ۳ ص ۳۲۵، وص ۳۲۹، وکتاب الأحکام ج ۴ ص ۹۲، وص ۳۹۲، دار الفکر بیروت .۱۳۹۸ھ .۱۹۷۸م").

کیا امام حاکم اور ذہبی رحمۃ اللہ علیہما کا اس کی روایت کی تصحیح کرنا اس کے ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث ہونے کی دلیل ہے، نہیں کیونکہ حافظ ذہبی تو اس کو ثقہ اور صدوق نہیں کہتے بلکہ "لین الحدیث" کہتے ہیں، پس معلوم ہوا کہ اس کی روایت کی تصحیح سے یہ ان کے نزدیک ثقہ صدوق یا صحیح الحدیث نہیں بن جاتا کیونکہ وہ خود اس کی تضعیف فرماتے ہیں۔

مزید ملاحظہ فرمائیں کہ امام حاکم اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہما نے مستدرک اور تلخیص میں "کتاب الطلاق، مسألة اللعان و حکایة هلال بن أمیة، ج۲ص ۲۲۰" میں "یزید بن الهاد، عن = = =

....

....

عبـد الله بن يونس أنه سمع المقبري يحدث قال :حدثني أبو هريرة رضى الله تعالى عنه أنـه سمع النبي ﷺ لما نزلت آية الملاعنة ، .....الخ " روایت کوصحیح قرار دیا جب کہ اس روایت کی سند میں ایک راوی "عبـد الـلّٰـه بن يونس حجازى " ہے یہ مجہول ہے اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ خود "الكاشف ٣٥٠" میں لکھتے ہیں کہ:"عن القرظي ، والمقبري ،وعنه يزيد بن الهاد فقط ". اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ" تقريب ٣٥٠" میں لکھتے ہیں کہ:"مجهـول الـحـال مقبول من السادسة "، اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ سے جب اس روایت کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے روایت کی تصحیح فرمانے کے باوجود اس عبداللہ بن یونس کے متعلق فرمایا کہ:" لا أعرفه الا في هذا الحديث ".

(العلل ١٠/٣٧٦، س (٢٠٦٢)

کیا امام حاکم اور حافظ ذہبی کی تصحیح سے یہ "عبـد الـلّٰـه بن يونس " ثقہ اور صحیح الحدیث ہو گیا؟ جبکہ حافظ ذہبی خود بیان کرر ہے ہیں کہ یزید بن الہاد کے علاوہ اس سے کوئی روایت کرنے والا نہیں ہے اور البانی جو کہ علیزئی صاحب کے مشہور محدث ہیں وہ "السلسلة الضعيفة (١٤٢٧) " میں اسی روایت پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:[حافظ ذہبی نے الضعفاء میں صراحت کی ہے کہ یہ عبداللہ بن یونس]" تابعی مجهول " [یعنی تابعی مجہول ہے]۔

نمبر (١٤)

علیزئی نے آگے لکھا کہ:"الذهبی :صحح له في تلخيص المستدرك (١/٢٩٧)

وقال الذهبی :صدوق جليل " (المغنى في الضعفاء ٢٦٤٩) وقال :"الحافظ الامام الكبير " (سير اعلام النبلاء ٥/٢٤٥) وقال :و كان من حملة الحجة ببلده " (ايضا ص ٢٤٦)

أقـول : حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا تلخیص میں اس کی روایت کی تصحیح کرنا اس بارے میں ابھی ذکر ہو چکا باقی یہ کہنا کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بہترین القابات ذکر کئے ہیں تو عرض یہ ہے کہ ایک راوی "یحییٰ" = = =

....

....

بن عبد الحمید الحمانی " اس کے بارے میں بھی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "الحافظ الامام الکبیر " (سیر اعلام النبلاء ۵۲۶/۱۰) اور "أحد أركان الحدیث " (العبر ۷۶) اورتذکرۃ الحفاظ میں بھی اس کو شمار کیا ہم زیادہ طوالت کی بجائے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا اس کے بارے میں کلام نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو: "حافظ الا أنهم اتهموه بسرقة الحدیث " (تقریب ٦٦٤)

نمبر (١٥)

علیزئی نے آگے لکھا کہ :ابن حبان :احتج به في صحیحه (دیکھئے اقوال الجرح ۴/۳) (مقالات ۴۳۴)

أقول : امام ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں عبداللہ بن یونس کی روایت کے ساتھ احتجاج کیا ہے، ملاحظہ ہو: (صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان ۴۱۸/۹ (۴۱۰۸). اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ خود "عمارة بن عزية " کے بارے میں "مشاہیر علماء الأمصار ۲۱۶ (۱۰۶۴) "میں فرماتے ہیں کہ :من حفاظ أهل المدينة ... كان يخطئ " . اور پھر اس سے اپنی صحیح میں بھی روایات لائے ہیں ملاحظہ ہو: "الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ۴۴۳/۲ (۶۶۹)، و۱۸۹/۳ (۹۰۹)، و۵۸۲/۴ (۱۶۸۵)، و۲۵۷/۵ (۱۹۳۱)، و۲۶۰ (۱۹۳۳)، و۳۹۷/۷ (۲۰۴۸)، وغیرہم ۔کیا صحیح میں روایات لانے کی وجہ سے ابن حبان کی جرح مردود ہوگئی ؟ ۔اقوال تعدیل میں بھی ذکر آرہا ہے، ان شاءاللہ العزیز ۔

نمبر (١٦)

علیزئی نے آگے لکھا کہ :"امام ابن خزیمہ :صحح له في صحیحه (۸/۱ح۸)

أقول : امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں "محمد بن درهم " سے اور "زربي مولى لآل المهلب " سے بغیر کسی کلام سے روایات لائے ہیں، ملاحظہ ہو: (صحیح ابن خزیمہ ۶۴۶/۱ ۔۶۴۷ (۱۳۲۰)، و۶۲/۲ ۷ (۱۵۸۶) ۔کیا علیزئی صاحب امام ابن خزیمہ کی تصحیح کے سبب ان کے ثقہ صدوق، صحیح الحدیث ہونے کے قائل ہیں ؟، اگر ہیں تو ان کی ثقاہت ثابت کریں ۔

= = =

....

....

☆امام ابن خزیمہ اپنی صحیح ۲/۳/۱۱۷ (۲۴۵۰) ''میں ''بشیر بن میمون ،ابوصیفی'' سے بغیر کسی کلام کے روایت لائے ہیں محترم اگر ابن خزیمہ کی صحیح میں بغیر کلام کے روایت آ جانے سے کسی کی ثقاہت ثابت ہوتی ہے تو مہربانی فرما کر اس کے بارے میں کسی سے اس کی توثیق تو ثابت کریں کہ کسی نے اس کو ثقہ کہا ہو۔

مگر جناب علیزئی صاحب خود اس راوی کو ''متروک متهم'' لکھ چکے ہیں ملاحظہ ہو: (تحفۃ الأ قویاء ۲۰ حاشیہ (۴۲)

نمبر (۱۷)

علیزئی نے آگے لکھا کہ: البغوی :قال :''هذا حديث حسن '' (شرح السنة ۳/۳۱ح ۵۷۰)

أقول : امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''عبدالاعلی بن عامر ثغلبی'' کی روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''هذا حديث حسن '' (شرح السنة ۱/۲۵۸، ح ۱۱۹)

اور اسی کی روایت کی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے تحسین نقل کر کے خاموشی اختیار فرمائی ہے، ملاحظہ ہو:

(شرح السنة ۵/۳۹۰، ح ۱۵۱۱)

اسی طرح ایک اور راوی ''محمد بن یونس، بصری، کدیمی ،قرشی'' کی روایات کی بھی تحسین فرمائی ہے، ملاحظہ ہو:

(شرح السنة ۱۳/۱۷۹، ح ۳۶۰۱، و ۱۴/۲۸۸، ح ۴۰۹۵ وغيرهما)

اسی محمد بن یونس سے امام ابوعوانہ نے '' مستخرج علی صحيح مسلم (۲۳۴۰) ''احتجاج کیا ہے۔

نمبر (۱۸)

علیزئی نے آگے لکھا ہے کہ: نووی :حسن له في المجموع شرح المهذب (۳/۴۹۰)

أقول : امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المجموع شرح المهذب '' میں ''مصنف'' کے مقدمہ کی شرح کرتے ہوئے سب سے پہلے جو روایت نقل کی ہے اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

روينا كل هذه الألفاظ في كتاب :الأربعين للحافظ عبد القادری الرهاوی ورويناه فيه من رواية كعب بن مالك الصحابی رضی الله تعالى عنه والمشهور رواية أبي هريرة ، وحديثه هذا حديث حسن ، رواه أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني = = =

....

....

وأبو عبد الله محمد بن يزيد هو ابن ماجه القزويني في سننهما ، وأبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائی في عمل اليوم والليلة ، وأبو عوانة يعقوب بن اسحاق الاسفراييني في أول صحيحه المخرج على صحيح مسلم و روى موصولا و مرسلا ، ورواية الموصول اسنادها جيد . (المجموع شرح المهذب ۲/۳.۳)

اس روایت کو" قرة "وهو عبد الرحمن بن حيوئيل المعافري "، عن الزهري ، عن أبي سلمة عن أبي هريرة .....الخ ". کی سند سے مندرجہ ذیل محدثین نے روایت کیا ہے: "ابن حبان في صحيحه ۱/۱۷۳(۱.۲)، أحمد في مسنده ۳۵۹/۲، وأبو داود في سننه (۴۸۴۰)، والنسائي في عمل اليوم والليلة (۴۹۴)،والدارقطني في سننه ۲۲۹/۱ وابن ماجه في سننه (۱۸۹۴)،والبيهقي في السنن ۲۰۸/۳.۲۰۹،وابن الأعرابي في الزهد والزاهدين (۱)وغيرهم .

اس سند میں ایک راوی" قره بن عبد الرحمن " ہے، اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:"صدوق له مناكير ". اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:" ضعفه يحيٰى وقال أحمد :منكر الحديث جدا ". (تقريب التهذيب مع الكاشف ۵۰۹(۵۵۴۱)

قلت:(۱) ذكره العقيلي في الضعفاء (الضعفاء الكبير ۴۸۵/۳)

(۲) قال النسائي :" ليس بقوي ".

(۳) قال الآجري عن أبي داود في حديثه نكارة ".(تهذيب التهذيب ۳۳۳/۸)

(۴) قال الدارقطني :ليس بقوي في الحديث "(السنن ۳۱۴/۱)

(۵) قال ابن معين :ضعيف الحديث " (الجرح والتعديل ۱۳۲/۷)

(۶) قال أبو حاتم :ليس بقوي " (الجرح والتعديل۱۳۲/۷)

(۷) قال أبو زرعة :الأحاديث التي يرويها مناكير " (الجرح والتعديل ۱۳۲/۷) = = =

....

....

(۸) ذكره ابن الجوزي في الضعفاء والمتروكين ۱۷/۳.

(۹) ذكره الذهبي في المغني في الضعفاء ۵۶۰.

اب اس قرہ بن عبدالرحمٰن کے معدلین اوران کے اقوال ملاحظہ فرمائیں جن پر میں اپنے وسائل کی حد تک مطلع ہوسکا ہوں۔

(۱) قال العجلی :"یکتب حدیثه "(معرفة الثقات ۲۱۷/۲)

(۲) ذكره ابن حبان في الثقات وقال في الصحيح ۲۷۶/۸من ثقات أهل مصر.

(۳) قال ابن عدي في الكامل ۵۴/۶:" أرجوا أنه لا بأس به ".

(۴) قال ابن شاهين في تاريخ أسماء الثقات ۱۹۱(۱۱۶۳) :" ليس به بأس عندي ".

مذکورہ بالا محدثین کے اقوال کی حیثیت بھی اہل علم سے مخفی نہیں کہ ان آئمہ معدلین کے الفاظ تعدیل کے کس کس درجہ کے ہیں۔

اگر اسی بات کو تسلیم کرلیا جائے جس کے تحت علیزئی صاحب نے سماک بن حرب کی توثیق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس کسی نے بھی اس کی روایت کی تصحیح یا تحسین کی ہے، یا اپنی صحاح وسنن میں اس سے روایات لی ہیں تو اس کا شمار اس کے معدلین میں ہوگا پھر تو قرہ بن عبدالرحمٰن کے معدلین کی تعداد بھی زیادہ ہوجائے گی کیونکہ اس سے روایت کرنے والے مندرجہ ذیل محدثین بھی ہیں:

مسلم في الصحيح ، كتاب المساقاة ، ص ۷۴۱(۴۰۵۵) مقرونا ،وابن حبان في الصحيح ۱۷۳/۱. ۱۷۴(۱، ۲)،و۱/۳۶۶(۲۲۹)،و۸/ ۲۷۵. ۲۷۶(۳۵۰۷،۳۵۰۸) ، و۶/۱۲، ۷(۳۲۰۷)،وص۱۳۵(۵۳۱۵)، و ابن خزيمة في الصحيح ۳۸۴/۱ (۷۳۴، ۷۳۵)، و ۲/ ۲۶۸(۱۵۹۵)،و۹۹۱(۲۰۶۲)، والبغوى في شرح السنة ۲۵۵/۶، ۲۵۶ (۱۷۳۲ ،۱۷۳۳،وقال :هذا حديث حسن غريب)، و۳۲۰/۱۴(۴۱۳۲)،والترمذى في السنن ۲۳۲ (۶۹۹، و۷۰۰، وقال:هذا حديث حسن غريب)،وابو داود في السنن = = =

....

....

۵۷۱(۲۲ے۳)، والحاکم في المستدرك ۳۵۵/۱، وقال :علی شرط مسلم، ووافقه الذهبي ، و ۱۱۸/۴،وقال :هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم في الشواهد ولم یخرجاه .وقال الذهبي في التلخیص :علی شرط مسلم ،وأبو عوانة في المستخرج (۵۷۱۱،و۵۷۱۲)، و (۲۶۵۶)،وغیرهم .

اسی طرح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی روایات کی تحسین "ریاض الصالحین ، الأربعین ، الأذکار" وغیرہم اپنی کتب میں فرمائی ہے۔

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی روایت کے بارے میں کہا ہے کہ:"هذا الحدیث محفوظ عن الزهري بهذا الاسناد من روایة الثقات " .(تحفة الأحوذي ۱۰۲/۶).

مذکورہ بالا آئمہ کے علاوہ ابن صلاح اور سبکی رحمۃ اللہ علیہما جیسے دوسرے لوگوں سے بھی اس کی روایات کی تصحیح و تحسین مروی ہے۔اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ راوی بھی ثقہ صدوق صحیح الحدیث ہونا چاہئے۔

جبکہ علیزئی صاحب خود اس راوی کو" متکلم فیه " بتاتے ہیں، ملاحظہ ہو علیزئی صاحب کی تحقیق وتخریج سے شائع ہونے والی مترجم سنن ابن ماجہ ۱۲۱/۳)

نمبر (۱۹)

آگے علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ:"ابن عبد البر :صحح له في الاستیعاب (۶۱۵/۳)

أقول : عطاء الخراسانی کے ذکر میں ابن عبدالبر کا قول ذکر ہو چکا،علیزئی صاحب سوچ بچار کرلیں۔

نمبر (۲۰)

آگے علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ:ابن الجارود :ذکر حدیثه في المنتقیٰ (ح ۲۵)

اشرف علی تھانوی دیوبندی نے ایک حدیث کے بارے میں کہا:

"وأورده هذا الحدیث ابن الجارود في المنتقی فهو صحیح عنده " (بوادر النوادر ص۱۳۵ انویں حکمت حرمت سجدہ تحیہ)

= = =

....

....

أقـــول : علیزئی صاحب کیا حافظ نثار حسینی کے ساتھ جناب جس کے عقیدہ کو کفریہ اور اس کو کافر لکھ چکے ہیں اسے آئمہ فن میں بھی شمار کر لیا، واہ رے مطلبی!، اگر جناب کے ذہن میں نہ آرہا ہو تو اس کا عکس ہم سے منگوا لیں، ہم بھیج دیں گے تا کہ جناب کی یادداشت لوٹ آئے۔

ویسے علیزئی صاحب اگر اشرفعلی تھانوی نے یہ لکھا ہے تو یہ اصول بن گیا؟ میرے گمان میں تو جناب ایسی باتیں صرف عددی فوقیت ظاہر کرنے کے لئے لکھتے چلے جاتے ہیں، خیر یہ جناب کا مسئلہ ہے چاہے اپنے مقصد کے حصول کے لئے اپنے نزدیک کافر بے ایمان کو بھی آئمہ جرح وتعدیل اور اُصول میں شمار کر لیں چاہے آئمہ اسلام کی باتوں کو بلا چون وچرا باطل مردود قرار دے دیں۔ فیا للعجب۔

اگر جناب کو منتقی کے رواۃ میں کوئی کلام نظر نہ آئے تو بتایئے گا ہم جناب کے اُصول وقواعد کے مطابق ذکر کر دیں گے، ان شاءاللہ العزیز۔

قوانین علیزئی اور سماک کی المنتقی میں روایات

(۱) ''سفیان عن سماک بن حرب۔۔۔الخ۔ (ص۱۹ (۲۵)

(۲) ''سفیان عن سماک عن عکرمۃ۔۔۔الخ (ص۲۴ (۴۸)

(۳) سفیان عن سماک عن جابر بن سمرۃ۔۔۔الخ (ص۸۳ (۲۹۶)

(۴) سفیان عن سماک بن حرب عن عکرمۃ۔۔۔الخ (ص۱۰۳ (۳۸۰)

(۵) سفیان عن سماک بن حرب۔۔۔الخ (ص۱۴۵ (۵۵۹)

علیزئی صاحب کو پڑھنے والا ہر کوئی جانتا ہوگا کہ ان کے نزدیک سفیان کی صیغہ عن سے روایت ضعیف ومردود ہوتی ہے اور منتقی میں موجود روایات جو سفیان ثوری، سماک بن حرب سے بیان کرتے ہیں ان میں سے کسی ایک میں بھی سماع کی صراحت نہیں، لہذا یہ تمام روایات علیزئی صاحب کے اصول کی روشنی میں ضعیف ومردود قرار پائیں۔

(۶) أبو الأحوص عن سماک عن عکرمۃ۔۔۔الخ (ص۱۰۹ (۴۱۰)

= = =

....

....

(۷) زائدہ عن سماک عن عکرمة ۔۔۔ الخ (ص ۱۰۳ (۳۷۹)

(۸) اسرائیل عن سماک عن عکرمة ۔۔۔ الخ ۔ (ص ۱۹۰ (۷۵۷)

(۹) علی بن صالح عن سماک عن عکرمة ۔۔۔ الخ ۔ (ص ۱۹۴ (۷۷۲)

علیزئی صاحب اسی مضمون کے آخر میں سماک عن عکرمہ کی سند کو ضعیف قرار دے چکے ہیں لہذا ان کے اس قانون کے تحت مذکورہ روایات بھی ضعیف قرار پائیں ۔ باقی روایات کے بارے میں بھی کلام ملاحظہ ہو:

(۱۰) اسباط عن سماک عن حمید بن اُخت صفوان بن اُمیة ۔۔۔ الخ ۔ (ص ۲۱۱ (۸۲۸)

امام بخاری رحمة اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں تاریخ کبیر میں صفوان بن امیہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ: ''لانعلم سماع ھذا من صفوان'' ۔ (تاریخ کبیر ۴/۳۰۴) ۔ اور حمید بن اُخت صفوان میں بھی کلام ہے ۔

(۱۱) حماد بن سلمة عن سماک بن حرب عن سعید بن جبیر ۔۔۔ الخ ۔ (ص ۱۶۵ (۶۵۵)

امام ترمذی رحمة اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''ھذا حدیث لانعرفہ مرفوعا الامن حدیث سماک ۔۔۔ الخ (السنن

امام بیہقی رحمة اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''والحدیث ینفرد برفعہ سماک بن حرب عن سعید بن جبیر من بین اصحاب ابن عمر ۔'' (السنن الکبری ۵/۲۸۴)

امام شعبہ رحمة اللہ علیہ بھی سماک کے مرفوع بیان کرنے پر کلام فرماتے ہیں ، ملاحظہ ہو: ''(تنقیح التحقیق لابن عبد الھادي ۲/۳۶۲)

علیزئی صاحب کے مشہور محدث البانی نے ضعیف سنن ترمذی ۱/۱۴۷ (۲۴) ، صحیح وضعیف سنن ابی داود ۷/۳۵۴ صحیح وضعیف سنن النسائی ۱۰/۱۵۴ ، میں ضعیف قرار دیا ۔

(۱۲) اسباط بن نصر عن سماک عن علقمة بن وائل ۔۔۔ الخ ۔ (ص ۲۰۹ (۸۲۳)

اس کے بارے میں رسالہ کے متن میں کلام ہو رہا ہے ۔

(۱۳) زائدہ بن قدامة عن سماک بن حرب عن موسی بن طلحة عن اُبیہ ۔۔۔ الخ (ص ۵۱ (۱۶۶)

(۱۴) شعبة عن سماک عن مصعب بن سعد ۔۔۔ الخ (ص ۲۸ (۶۵)

= = =

پس اکثریت علیزئی صاحب کے قوانین کے تحت متقی میں اس کی روایات ضعیف ہیں۔

نمبر (۲۱)

آگے علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ: **الضیاء المقدسی :احتج به في المختارة (۱۲/۱۱. ۹۸ ح۱. ۱۱۵)**

أقول: علیزئی صاحب مطلب برآری کی اخیر شاید آپ پر ختم ہو جاتی ہے، معدلین کے نمبروں میں اضافہ کے شوق نے جناب کو یہ بھی یاد نہ رہنے دیا کہ وہ ایک سو پندرہ روایات جن کی طرف جناب نے اشارہ کیا ہے وہ ساری کی ساری ''سماک بن حرب عن عکرمہ عن ابن عباس'' کی سند سے ہیں۔

اور اسی مضمون میں جناب آخر پر لکھ رہے ہیں کہ: ''تنبیہ (۲): سماک بن حرب اگر عکرمہ سے روایت کریں تو یہ خاص سلسلہ سند ضعیف ہے دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۵/ ۲۴۸) وتقریب التھذیب (۲۶۲۴، اشار الیہ)۔ (مقالات ا/ ۴۳۸) گویا کہ جناب علیزئی صاحب کے اصول کے تحت ہی ایک سو پندرہ (۱۱۵) سب کی سب ضعیف ہیں۔ جس سند کو جناب ضعیف بتا رہے ہیں اس سے ہی احتجاج بھی، **فیا للعجب** . کہیں یہ دورنگی تو نہیں؟ غور فرمائیے گا، ضرور۔

نمبر (۲۲)

آگے علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ: المنذری: **حسن له حديثه الذي رواه الترمذی (۲۶۵۷) برمزہ** ''عن'' (دیکھئے الترغیب والترھیب ا/ ۱۰۸ ح ۱۵۰)

أقول: امام منذری رحمۃ اللہ علیہ ''عطاء الخرسانی'' کی ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: **''رواه أحمد ،ورواته ثقات محتج بهم في الصحيح الا أن عطاء الخراسانی لم يسمع من عبد الرحمن بن أبي بكر ''. (الترغيب والترهيب ۲/ ۱۱۲)**

جناب علیزئی صاحب! امام منذری کے نزدیک عطاء الخراسانی ثقہ ہے کیا خیال ہے جناب کا تسلیم یا انکار؟۔

نمبر (۲۳)

= = =

....

....

آگے علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ: ابن حجر العسقلانی: "صدوق وروايته عن عكرمة خاصة مضطربة وقد تغير بآخره فكان ربما يلقن "(تقريب التهذيب :۲۶۲۴)

یعنی سماک بن حرب حافظ ابن حجر کے نزدیک صدوق (حسن الحدیث) ہیں اور جرح کا تعلق عن عکرمہ (عن ابن عباس) سے ہے اختلاط کا جواب آگے آرہا ہے۔

أقول : عطاء الخراسانی کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: "صدوق يهم كثيرا ويرسل و يدلس .(تقريب ۴۳۰) ".

نمبر (٢٤)

علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ: ابوعوانہ: احتج به في صحيحه المستخرج على صحيح مسلم (۲۳۴/۱)

أقول : قرہ بن عبدالرحمٰن، محمد بن یونس وغیرہما سے امام ابوعوانہ نے روایت لی ہے، جیسا کہ ذکر ہوا۔

نمبر (٢٥)

علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ: ابونعیم الاصبہانی: احتج به في صحيحه المستخرج على صحيح مسلم (۲۸۹/۱، ۲۹۰ ح ۵۳۵)

أقول : عطاء الخراسانی سے بھی ابونعیم نے مستخرج (۳/ ۱۵۷) (۲۱۹۳) میں احتجاج کیا ہے۔

نمبر (٢٥)

علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ: ابن سیدالناس: صحح حديثه في شرح الترمذى ، قاله شيخنا الامام أبو محمد بديع الدين الراشدى السندى (دیکھئے: نماز میں خشوع اور عاجزی یعنی سینے پر ہاتھ باندھنا ص۱۰ ح ۳)

أقول : علیزئی صاحب کیا جناب کے شیخ وامام بدیع الدین راشدی صاحب کی تحقیق سفیان ثوری کے بارے میں غلط ہے؟۔

= = =

....

....

اس کے بعد علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''یعقوب بن شیبہ: کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سفیان ثوری کی سماک سے روایت کو صحیح قرار دیا ہے، جیسا کہ گزر چکا۔ (مقالات ۴۳۵)

أقول : جناب علیزئی صاحب! اپنے حق میں اتنی بھی کمال مہارت استعمال نہیں کرنی چاہئے کہ اگر کسی کے گھر کی بات ہو تو آئیں بائیں شائیں کرتے ہوئے حقیقت کو بھی جھٹلا دیا جائے اور جب اپنے گھر کی بات ہو تو ہر بات کو شیشہ میں اُتار دیا جائے۔

جناب حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ یعقوب بن شیبہ کے ہم سبق تو نہیں کہ جناب کو یہاں کوئی انقطاع نظر نہ آیا اور نہ ہی ایک ہی زمانہ میں موجود تھے کہ جناب کو سند کی ضرورت محسوس نہ ہوئی یا جناب کی توجہ اس طرف مبذول نہ ہوئی کہ انقطاع یا سند موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کو مردود و باطل لکھ دیں، جناب یہاں سرکار کے قلم نے ''مردود و باطل'' کے الفاظ ادھار تو نہیں دے دیے تھے کہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے ترک ہو گئے یا یہاں پر گھر کی بات تھی اس لئے مسلکی نمائندوں نے اس کے بارے میں باطل و مردود یا بے سند لکھنے سے باز رکھا، اور جناب ان کی ناراضگی قبول نہ کر سکنے کی وجہ سے ان کو ترک کر گئے۔

علیزئی صاحب آگے لکھتے ہیں کہ: ''اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سماک بن حرب مذکور کو جمہور محدثین نے ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث قرار دیا ہے لہذا ان پر بعض محدثین کی جرح مردود ہے۔

أقــول : جناب آپ کے پیش کردہ اقوال میں سے جمہور نہیں بلکہ صرف چھ نے ثقہ وصدوق یا صدوق کہا ہے جن کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ: '' ثقة''۔

(۲) ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ: '' صدوق ثقة''

(۳) ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ: ''۔۔۔وهو صدوق لا بأس به''۔

(۴) ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ: ''ذكره في كتاب الثقات''۔

(۵) ذہبی رحمۃ اللہ علیہ: ''صدوق جليل '' ===

(٦) ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ: '' صدوق۔۔۔''

باقی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: ''سماك أصلح حديثا من عبد الملك بن عمير ''۔

عجلی رحمۃ اللہ علیہ: '' جائز الحديث ''۔

باقی سب کی حیثیت یہی ہے کہ فلاں نے روایت لی ہیں فلاں نے احتجاج کیا ہے فلاں نے تحسین وتصحیح فرمائی ہے، جبکہ جارحین جنہوں نے اس پر جرح کی ہے ان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

سماك بن حرب پر جرح اور جارحین

(١) شعبہ :''عابه اسناده احاديث لم يسندها غيره ''. ومرة :رفعه سماك وأنا أفرقه ''.

(دیکھئے: الجرح والتعديل ١/١٥٧.١٥٨، الضعفاء للعقيلي ١٧٩/٢)

ومرة :''وذكر سماك بن حرب بكلمة لا أحفظها الا أنه غمزه ''.

(الضعفاء للعقيلي ١٧٩/٢)

علیزئی صاحب! امام شعبہ کی سماک بن حرب پر کی گئی جرح کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ '' ابن معین ١٥٧ھ میں پیدا ہوئے اور شعبہ بن الحجاج ١٦٠ھ میں فوت ہوئے یعنی روایت منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے''۔

(مقالات ١/ ٤٢٨)

أقول: اگر تاریخ بغداد یا تاریخ ثقات عجلی میں انقطاع واقع ہے تو الجرح والتعدیل اور کتاب الضعفاء عقیلی کی سند میں تو انقطاع واقع نہیں، اور ضعیف بھی نہیں ہے۔

(٢) احمد بن حنبل:'' مضطرب الحديث ''. (الجرح والتعديل ٢٧٩/٤)

(٣) ابن معین :''عابه اسناده احاديث لم يسندها غيره ''. (الجرح والتعديل ٢٧٩/٤)

(٤) سفیان الثوری:''ضعيف '' (الكامل لابن عدى ٤٦٠/٣)

علیزئی صاحب نے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی جرح پر تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ: سفیان الثوری ١٦١ھ میں فوت ہوئے تھے لہذا یہ سند بھی منقطع ہے اس کے برعکس شعبہ اور سفیان دونوں سے ثابت ہے ===

کہ وہ سماک بن حرب سے روایتیں بیان کرتے تھے لہذا اگر یہ جرح ثابت بھی ہو تو العجلی کے قول کی روشنی میں اسے ''سماک عن عکرمۃ عن ابن عباس'' کی سند پر محمول کیا جائے گا۔

أقول : علیزئی صاحب جس کو منقطع کہہ رہے ہیں وہ تاریخ الثقات للعجلی اور تاریخ بغداد للخطیب میں واقع قول ہے جبکہ ابن عدی کی الکامل میں موجود روایت کی سند نہ تو منقطع ہے اور نہ ہی ضعیف۔ باقی یہ کہ سفیان ثوری اور شعبہ دونوں اس سے روایتیں بیان کرتے ہیں تو یہ ان کے نزدیک اس کے ثقہ ہونے کی دلیل نہیں جیسا کہ پیچھے ذکر ہو چکا کہ محدثین مثل شعبہ بھی روایت لینے کے باوجود راویوں پر جرح کرتے تھے جس کا واضح مطلب یہ ہی ہے کہ وہ ان کے نزدیک مجروح ہیں جیسا امام بخاری اور شعبہ کے اقوال کے تحت ذکر ہوا۔

علیزئی صاحب کا یہ کہنا کہ ''اگر یہ جرح ثابت ہو جائے تو العجلی کے قول کی روشنی میں اسے ''سماک عن عکرمۃ عن ابن عباس'' کی سند پر محمول کیا جائے گا''۔

جناب علیزئی صاحب! یہ آپ کے اپنے احتمالات ہیں جو حقیقت سے بہت دور ہیں جناب الجرح والتعدیل، ضعفاء عقیلی، تاریخ بغداد، الکامل وغیرہ میں واضح موجود ہے کہ وہ سماک عن عکرمۃ عن ابن عباس کی سند پر کلام نہیں کر رہے بلکہ اس کی دوسری سند ''سماک عن سعید بن جبیر عن ابن عمر'' پر کر رہے ہیں جناب اس کو عجلی کے قول کی روشنی میں کیسے ''عکرمۃ عن ابن عباس'' پر محمول کرنے لگے ہیں۔

علیزئی صاحب کو ابن عدی کی سند پر اعتراض ہے لکھتے ہیں کہ: ''ابن عدی نے احمد بن الحسین الصوفی (؟) ثنا محمد بن خلف بن عبد المجید کی سند کے ساتھ سفیان سے نقل کیا کہ سماک ضعیف ہے (الکامل ۳/۱۲۹۹) محمد بن خلف مذکور کے حالات نامعلوم ہیں لہذا یہ قول ثابت نہیں۔ (مقالات ۱/۴۲۹)

أقول : علیزئی صاحب کا احمد بن حسین الصوفی لکھنے کے بعد سوالیہ نشان ظاہر کرتا ہے کہ ان کو اس کی وضاحت بھی درکار ہے تو عرض یہ ہے کہ یہ ''احمد بن حسین بن اسحاق بن ھرمز بن معاذ المدینی البغدادی'' ہے جو کہ احمد بن الحسین الصوفی کے نام کے ساتھ مشہور ہے، اور یہ باعتبار اصول مقبول کے درجے میں ہے۔ اور ''محمد بن خلف بن عبد المجید'' یہ محمد بن خلف بن عبد العزیز الحداد المقرئ ہے جس سے احمد بن حسین الصوفی ===

....

....

روایت کرتا ہے، ابن عدی کی الکامل میں کتابت کی غلطی سے عبدالمجید شائع ہو گیا ہے کیونکہ احمد بن حسین الصوفی ،محمد بن خلف بن عبدالعزیز سے روایت کرتا جیسا کہ ابونعیم کی "حلیۃ الأولیاء ۳۸/۵" میں موجود ہے جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ احمد بن حسین الصوفی کے شیوخ میں محمد بن خلف بن عبدالعزیز ہے، ورنہ محمد بن خلف بن عبدالمجید نام کا کوئی راوی موجود نہیں جو اس بات کی مزید تائید کرتا ہے کہ یہاں کاتب کی غلطی کی وجہ سے عبدالعزیز کی بجائے عبدالمجید شائع ہو گیا۔اور یہ محمد بن خلف بن عبدالعزیز ثقہ ہے امام دارقطنی ،ابن ابی حاتم ،ابن حبان وغیرہم نے اس کی توثیق کی ہے۔

پس علیزئی صاحب نے جس وجہ سے اس جرح کو غیر ثابت لکھا وہ تو معلوم ہو گئی اور دونوں راوی جو علیزئی صاحب کے خیالات کے مطابق قابل اعتراض تھے ان پر سے اعتراض بھی اُٹھ گئے لہذا یہ جرح بھی ثابت ہے۔

(۵)عبدالرحمٰن بن یوسف بن خراش رحمۃ اللہ علیہ:" في حديثه لين "(تاريخ بغداد ۹/۶۱۲)

علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ:"ابن خراش کے شاگرد محمد بن محمد بن داود الکرجی کے حالاتِ توثیق مطلوب ہیں اور ابن خراش بذات خود جمہور کے نزدیک مجروح ہے دیکھئے میزان الاعتدال (۲/۶۰۰ ت ۵۰۰۹)

أقول: جناب علیزئی صاحب! محسوس ہوتا کہ اگرچہ جناب نے ابن خراش کے بارے میں جرح کا ذکر کیا ہے مگر اس جرح کو تسلیم کرنے کے لئے جناب کو ابن خراش کی توثیق نہیں بلکہ محمد بن محمد بن داود الکرجی کے حالات توثیق مطلوب ہیں اگر وہ جناب کو مل جائیں تو جناب اس کو تسلیم کرلیں گے تو جناب یہ محمد بن محمد بن داود بن عیسی الکرجی السجزی الطرسوسی ہے جس کی کنیت ابوبکر ہے اور امام حاکم نے اس کے بارے میں فرمایا کہ:"صدوق ما رأينا منه في الأخذ والأداء الا ما يليق بأهل الصدق".

(سوالات مسعود بن على السجزى مع اسئله البغداديين عن احوال الرواة للامام الحافظ ابي عبد الله، الحاكم ۵۷(۵)

اور جزری رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں "اللباب في تهذيب الأنساب ۳/۹۰" میں کرج = = =

....

....

کے متعلق لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:" منها كثير من العلماء في كل فن منهم محمد بن محمد بن داود الكرجي بطوس".

(٦) ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ:"ذكره في الثقات (٣٣٩/۴) وقال :يخطئ كثيرا".

علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ قول تین وجہ سے مردود ہے:(۱) اگر ابن حبان کے نزدیک سماک "يخطئ كثيرا" ہے تو ثقہ نہیں ہے، لہذا اسے کتاب الثقات میں ذکر کیوں کیا؟ اور اگر ثقہ ہے تو"يخطئ كثيرا" نہیں ہے۔

مشہور محدث شیخ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ ایک راوی پر حافظ ابن حبان البستی کی جرح"كان يخطئ كثيرا" نقل کر کے لکھتے ہیں:

"وهذا من أفراده و تناقضه ، اذ لو كان يخطئ كثيرا لم يكن ثقة".

یہ ان کی منفرد باتوں اور تناقضات میں سے ہے کیونکہ اگر وہ غلطیاں زیادہ کرتے تھے تو ثقہ نہیں تھے۔!

(الضعیفہ ۳۳۳/۲ ح ۹۳۰)

أقول: جناب علیزئی صاحب! جناب کے مشہور محدث نے یہاں پر غلطی کی ہے جو یہ لکھ دیا ہے کہ یہ امام ابن حبان کی منفرد باتوں اور تناقضات میں سے ہے کیونکہ ایسے الفاظ صرف امام ابن حبان ہی نہیں بلکہ دوسرے آئمہ فن بھی استعمال کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ "سفيان بن حسين بن حسن ،ابو محمد الواسطى" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:"و كان ثقة يخطئ في حديثه كثيرا". (طبقات الكبرى ٣١٢/٧).

اور امام ابن سعد کی اسی بات کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "الكاشف مع التقريب ٢٣٨" میں ان سے نقل کیا لکھا ہے کہ:"وقال ابن سعد :ثقة يخطئ كثيرا".

اور اسی طرح امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزاز" کے بارے میں کہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں: = = =

....

....

" قال :ثقة یخطئ کثیرا ویتکلم علی حفظه " . (سوالات حمزة للدارقطنی ۱۳۷(۱۱۲))

اور امام دار قطنی سے ہی امام ابوسعد السمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کئے ہیں فرماتے ہیں کہ:

" وقال الدارقطني في حقه : کان ثقة یخطئ کثیرا ویتکلم علی حفظه ". (الأنساب للسمعانی ۳۵۱/۱)

کیوں جناب علیزئی صاحب! اب تو جناب کو اس بات سے اطمینان حاصل ہو جائے گا کہ یہ نہ تو ابن حبان کی منفرد باتیں ہیں اور نہ ہی ان کے تناقضات یہ صرف جناب کے مشہور محدث کے کلام نے جناب کو اس خیال کی طرف مائل کر دیا ورنہ شاید ایسا نہ ہوتا، واللہ اعلم۔

علیزئی صاحب دوسری وجہ تحریر فرماتے ہیں کہ:" حافظ ابن حبان نے خود اپنی صحیح میں سماک بن حرب سے بہت سے روایتیں لی ہیں، مثلا دیکھئے: الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان (۱۴۳/۱ ح ۶۶ ص ۱۴۴ ح ۶۸، ۶۹) اور اتحاف المہرة (۶۳/۳، ۶۴، ۶۵)، لہذا ابن حبان کے نزدیک اس پر جرح کا تعلق حدیث سے نہیں ہے اسی لئے تو وہ سماک کی روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

أقول: سبحان اللہ! جناب اگر ابن حبان کی جرح کا تعلق حدیث سے نہیں تو کیا قصے اور کہانیوں کے بارے میں اسے بہت زیادہ خطائیں کرنے والا لکھ رہے ہیں یہ بات ویسے جناب نے کہیں عالم خواب میں تو نہیں لکھ دی؟۔

جناب اگر کوئی محدث اپنی صحیح میں کسی سے روایت لے تو ضروری نہیں کہ وہ اس کے نزدیک مجروح نہ ہو، جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ذکر ہو چکا، اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ خود " عمارة بن غزیة " کے بارے میں " مشاہیر علماء الأمصار ۲۱۶ (۱۰۶۴)" میں فرماتے ہیں کہ:"من حفاظ أهل المدینة ... کان یخطئ " . اور پھر اس سے اپنی صحیح میں بھی روایات لائے ہیں، ملاحظہ ہو:" الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ۴۴۳/۲ (۶۶۹)، و ۱۸۹/۳ (۹۰۹)، و ۵۸۲/۴ (۱۶۸۵)، و ۲۵۷/۵ (۱۹۳۱)، و ۲۶۰ (۱۹۳۳)، و ۳۹۷/۵ (۲۰۴۸)، وغیرہم۔

= = =

علیزئی صاحب کی تیسری وجہ کا جواب بھی اس سے ہو گیا کہ مشاہیر علماء الأ مصار ۲۱۶ (۱۰۶۴) میں ذکر کرنے کے باوجود اس پر جرح بھی کر رہے ہیں اور اس سے اپنی صحیح میں روایات بھی لا رہے ہیں کیا پھر اگر کوئی محدث کسی مقام پر کسی کا ذکر کرے اور اس پر جرح نہ کرے تو اِس سے اُس کے نزدیک اُس کی جرح مردود نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اس کی وضاحت نہ کرے یا اس کتاب میں بیان نہ کرے۔

جناب علیزئی صاحب آپ اپنی عام عادت کے مطابق یہاں بھی لکھ سکتے تھے کہ جرح اور تعدیل باہم متعارض ہونے کی وجہ سے مردود ہیں لیکن شاید یہاں جناب نے جرح کو اس لئے صاف کرنے کی کوشش کی تا کہ جناب کی عددی برتری میں کمی واقع نہ ہو جائے، پس جناب کی ان باتوں سے یہ جرح مردود و باطل نہیں ہو سکتی بلکہ امام ابن حبان کی یہ جرح صحیح وثابت ہے جس کو جناب کسی اور طرح سے رد نہ کر سکے تو ایسی باتیں لکھ دیں۔

(۷) العقیلی: "ذكره في كتاب الضعفاء الكبير " (۱۷۸/۲، ۱۷۹)

(۸) النسائی: " وسماك بن حرب ليس ممن يعتمد عليه اذا انفرد بالحديث لأنه كان يقبل التلقين ". (السنن الكبرى ، كتاب الصيام ۵۱۳/۱)

امام نسائی اور عقیلی کی جرح پر علیزئی صاحب نے کوئی اعتراض وارد نہیں کیا یعنی ان کو وہ بلا چون چرا تسلیم کر رہے ہیں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی جرح تو ایسی واضح ہے کہ اسی کی وجہ سے سماک بن حرب مجروح قرار پاتا ہے خاص کر جب یہ منفرد ہو تو قابل اعتماد نہیں رہتا کیونکہ یہ تلقین قبول کرتا تھا اور امام نسائی کی جرح ایسی ہے کہ غیر مقلدین کے امام و پیشوا ابن حزم ظاہری نے صرف تلقین قبول کرنے کی وجہ سے ہی اس کی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو:

(۹) ابن حزم ظاہری: "وهو يقبل التلقين ، شهد عليه بذلك شعبة وغيره ...ومرة وهذه جرحة ظاهرة .....ومرة :ضعيف يقبل التلقين ، شهد به عليه شعبة ،وغيره ،..... ومرة : ضعيف ...ومرة :ضعيف يقبل التلقين .

(المحلى بالآثار ۱۷۵/۱، ۲۰۶، ۳۵۶/۵، ۱۸۱/۶، و۱۸۶) ===

....

....

(۱۰)دارقطنی :" لم يرفعه غير سماك ،وسماك سيء الحفظ " (العلل ۱۳/۱۸۴، سوال ۳۰۷۲)

(۱۱)علی بن المدینی: "رواية سماك عن عكرمة فقال :مضطربة " .(دیکھئے تاریخ دمشق ۴۱/ ۹۷)

(۱۲) ابن الجوزی :ذكره في الضعفاء والمتروكين (۲/۲۶)

☆محمد بن عبداللہ بن عمار الموصلی:

"يقولون انه كان يغلط و يختلفون في حديثه " . (تاريخ بغداد ۲۱۶/۹ وسنده صحيح) .

اس میں یقولون کا فاعل نامعلوم ہے۔(مقالات ۴۲۹)

أقول : جناب علیزئی صاحب! جناب نے اس کی سند کوتو صحیح تسلیم کرلیا اب ''یقولون'' کے فاعل کا مسئلہ ہے تو جناب عربی لغت میں معروف اور مجہول صیغہ پر کافی تفصیلی مواد موجود ہے کیا جناب کو یہاں وہ قانون بھول تو نہیں گیا؟ جناب یہاں مجہول صیغہ استعمال نہیں کیا جارہا کہ ضعف پردلالت کرے بلکہ معروف صیغہ استعمال ہو رہاہے جوثقاہت پر دلالت کرتا ہے، لامحالہ یہ کلام ابن عمار کا ہے جو کہ عربی لغت سے واقف تھے اس لئے انہوں نے مجہول صیغہ استعمال نہیں کیا کہ یہاں ضعف تسلیم کرلیا جائے انہوں نے معروف صیغہ استعمال فرمایا ہے جو دلالت کرتا ہے کہ اس کا فاعل ان کے نزدیک ثقہ ہے، ورنہ وہ مجہول کا صیغہ استعمال کرتے کیونکہ آئمہ فن سے ایسا مروی ہے، جیسا کہ امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ "سلمة بن نبيط بن شريط " کے ترجمہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ:"قال يزيد بن أخزم سمعت البخارى قال سلمة بن نبيط الاشجعي يقال أنه كان اختلط في آخر عمره ".(الضعفاء الكبير ۲/ ۱۴۷).

اور یہ بھی بعید از عقل نہیں کہ ''یقولون'' کا فاعل سفیان ثوری، ابن مہدی، ابن عیینہ جیسی کوئی شخصیت ہو کیونکہ یہ تمام ابن عمار کے شیوخ میں سے ہیں، واللہ تعالی اعلم۔

☆ صالح بن محمد البغدادی: ''یضعف''۔(تاریخ بغداد ۹/ ۲۱۶) اس قول کا راوی محمد بن علی المقرئ ہے جس کا تعین مطلوب ہے۔ابومسلم عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن مہران بن سلمہ الثقہ الصالح کے شاگردوں = = =

....

....

میں خطیب بغدادی کا استاد قاضی ابو العلاء الواسطی ہے (تاریخ بغداد ۱۰/ ۲۹۹) یہ ابو العلاء محمد بن علی (القاری) ہے (تاریخ بغداد ۳/ ۹۵) المقرئ اور قاری (قرأ علیه القرآن بقراءت جماعة) ایک ہی شخص کے مختلف القاب ہوتے ہیں، ابو العلاء المقرئ کے حالات (معرفة القراء الکبار للذہبی ۱/ ۳۹۱ ت ۳۲۸) وغیرہ میں موجود ہیں اور یہ شخص مجروح ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۳/ ۶۵۴ ت ۷۹۷۱) وغیرہ لہذا اس قول کے ثبوت میں نظر ہے۔ (مقالات ۴۳۰)

أقول: یہ بات درست ہے کہ یہ محمد بن علی بن احمد بن یعقوب بن مروان، ابو العلاء الواسطی، البغدادی، الصلحی، المقرئ، قاضی الحریم الظاهري ہے اور امام خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ۳/ ۹۵۔۹۹" اس کا ذکر کیا ہے اور یہ مجروح ہے، امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ بغداد میں اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"کتبت عنه منتخبا و کان من أهل العلم بالقراءت ورأیت لأبي العلاء أصولا عتقا سماعه فیها صحیح واصولا مضطربة، ورأیت له أشیاء سماعه فیها مفسود اما مکشوط أو مصلح بالقلم، واتهم بوضع حدیث مسلسل فأنکرت علیه، فسئل بعد انکاري أن یحدث به فامتنع ولم یروه أحد بعدي، ملخصا.

☆ جریر بن عبد المجید: انہوں نے سماک بن حرب کو دیکھا کہ وہ (کسی عذر کی وجہ سے) کھڑے ہو کر پیشاب کر رہے تھے لہذا جریر نے ان سے روایت ترک کر دی۔ (الضعفاء للعقیلی ۲/ ۱۷۹، والکامل لابن عدی ۳/ ۱۲۹۹) یہ کوئی جرح نہیں کیونکہ موطأ امام مالک میں باسند صحیح ثابت ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ (کسی عذر کی وجہ سے) کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے (۱/ ۶۵ ح ۱۴۰ بتحقیقی) بریکٹ میں عذر کا اضافہ دوسرے دلائل کی روشنی میں کیا گیا ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کے بارے میں کیا خیال ہے؟۔

(مقالات ۴۳۱)

أقول: قطع نظر اس کے کہ یہ جرح ہے یا نہیں، آئمہ فن میں اس کے متعلق کیا کیا اختلاف ہے اور فریقین کے پاس اس کے بارے میں کیا کیا دلائل ہیں، جناب علیزئی صاحب! بجائے اس کے کہ جناب = = =

....

....

صحابی رسول ﷺ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے اس بات کو ثابت کر کے ایک عام راوی کا دفاع کرنے کی کوشش کرتے، بہتر تھا کہ اس کے بارے میں علماء فن کے اقوال بیان کر دیتے، ویسے آپ کو مشورہ ہے کہ بجائے اس کے کہ کسی راوی کے دفاع میں ایسے افعال کے ثبوت کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی ذاتوں کو سامنے رکھیں، اور گستاخان صحابہ کو باتیں بنانے کا موقع دیں بہتر یہ ہے کہ اس کے متعلق اختلاف علماء کو بیان کر کے ایک قول کو ترجیح دے دی جائے، ایک عام راوی صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم میں سے کسی صحابی کا مقابلہ نہیں کرسکتا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے اگر کوئی ایسا فعل ثابت ہو بھی جائے تو اس کو عذر پر محمول کرنا اور صحابہ کرام کا دفاع کرنا ایک مسلمان کی ان سے محبت والفت اور ایمانداری ہے اور ان کے بارے میں حسن ظن رکھنا مسلمانوں کا شیوہ ہے۔

خلاصہ کلام

جناب علیزئی صاحب! اب جارحین کی تعداد معدلین سے بڑھ گئی اب تو یہ سماک بن حرب مجروح قرار پائے گا، باقی اگر جناب اسی بات پر اصرار کریں کہ فلاں نے روایت لی، فلاں نے احتجاج کیا، فلاں نے اس کی حدیث کو صحیح کہا تو کیا جناب عطاء الخراسانی کے متعلق بھی ایسا کریں گے اور سفیان ثوری کی عن سے مروری روایات کے متعلق بھی قبول فرمائیں گے، فیصلہ جناب نے کرنا ہے۔

سماک بن حرب کے بارے میں اس کی روایات کی تصحیح وتحسین کے باوجود جناب کے مشہور محدث ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہوئے اس کا فیصلہ کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیے اور غور بھی کیجئے گا:

" قلت :وهذا اسناد ضعيف ، لأن سماكا ، ،وان كان من رجال مسلم ففيه ضعف من قبل حفظه ......(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ۳/۱۹۱)

کیوں جناب! جناب کے مشہور محدث صاحب تو فیصلہ دے رہے ہیں کہ: بیشک یہ صحیح مسلم کے رواۃ میں سے ہے لیکن اس میں حافظہ کے اعتبار سے ضعف ہے، عکرمہ سے روایت کرنے میں تو جناب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے، لیکن جناب کے مشہور محدث صاحب نے بغیر عکرمہ بھی اس کے بارے میں فیصلہ کیا ہے == =

....

....

کہ اس کا حافظہ کمزور تھا۔

آگے علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''بعض علماء نے اس جرح کو اختلاط پر محمول کیا ہے یعنی اختلاط سے پہلے والی روایتوں پر کوئی جرح نہیں''۔(مقالات ۴۳۵)

أقول: جناب علیزئی صاحب! اگر ''یقولون'' ہو تو وہ جناب یہ کہہ کر کہ اس کا فاعل نامعلوم ہے رد کر دیتے ہیں اور خود بڑی صفائی کے ساتھ یہ لکھ دیں کہ ''بعض علماء'' تو اس کو قبول کیا جائے؟۔

کیا جناب خود کو ابن عمار سے زیادہ قابل اعتماد سمجھتے ہیں کہ بغیر نام و کلام بھی جو کچھ کہیں قبول کر لیا جائے۔

اختلاط کی بحث

علیزئی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''بعض علماء کے مطابق سماک بن حرب کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا، وہ اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔تغیر بآخرہ، دیکھئے الکوکب النیر ات لابن الکیال (ص ۴۵)۔اور الاعتبار بمن رمی بالاختلاط (ص ۱۵۹ ت ۴۸)

ابن الصلاح الشہر زوری نے کہا: " **واعلم أن من كان من هذا القبيل محتجا بروايته في الصحيحين أو أحدهما فانا نعرف على الجملة أن ذلك مما تميز و كان ماخوذا عنه قبل الاختلاط والله أعلم** ". (علوم الحدیث مع التقیید والایضاح ص ۴۶۶ نوع ۶۲)

یعنی مختلطین کی صحیحین میں بطور حجت روایات کا مطلب یہ ہے کہ وہ اختلاط سے پہلے کی ہیں، یہ قول دوسرے قرائن کی روشنی میں بالکل صحیح ہے۔صحیح مسلم میں سماک بن حرب کے درج ذیل شاگرد ہیں۔۔۔۔[آگے سترہ (۱۷) نام ذکر کیے ہیں]۔۔۔۔معلوم ہوا کہ ان سب شاگردوں کی ان سے روایات قبل از اختلاط ہے لہذا ''سفيان الثوري: حدثني سماک'' والی روایت پر اختلاط کی جرح کرنا مردود ہے۔(مقالات ۴۳۵۔۴۳۶)

أقول: اولا: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی ان لوگوں میں سے جن کے نام علیزئی صاحب نے ذکر کیے ہیں روایت کرنے والے ''اسباط بن نصر'' کی روایت کو ''ابوعوانہ، زکریا اور زہیر'' کے مقابلہ میں صحیح قرار نہیں دیتے، ملاحظہ ہو:

....

....

وقال :أسباط عن سماك عن ثعلبة بن الحكم عن ابن عباس عن النبي ﷺ وقال يوم حنين ولا يصح فيه ابن عباس . (التاريخ الأوسط ۹۰(۷۸۵)

اس روایت کوسماک سے روایت کرنے والے چاروں وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں جناب نے کہا کہ ان کی روایات قبل از اختلاط ہیں لیکن اس روایت میں اسباط بن نصر کے علاوہ سب ''سماک عن ثعلبۃ بن الحکم'' بیان کرتے ہیں جب کہ اسباط بن نصر ''سماک عن ثعلبۃ بن الحکم عن ابن عباس'' بیان کرتا ہے، اس کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں ابن عباس کا ذکر صحیح نہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں

(۱) غیر صحیحین ان کی تمام روایات کو قبل از اختلاط پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) اگر ان میں اس سے اختلاف واقع ہو تو کسی ایک کی روایت کو مرجوع قرار دیا جائے گا، [صحیح، یا ضعیف کی بحث کے علاوہ]۔

بقیہ تقریبا دو صفحات کی بحث کا تعلق نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی روایت کے بارے میں خاص ہے جس کا جواب فقیر کی دو تحریریں بنام ''بداهين رضوى حصه اول و دوم المسمى فربات الحنفيه على هامات الوهابية مطبوع'' اور ''نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں'' میں دے دیا گیا ہے۔

﴿3﴾ ابوداؤد نے یہ حدیث بعینہ اسی سند سے روایت کی اور اس میں یہ لفظ "لیرجم" جومنشاء اعتراض وہابی ہیں اصلاً نہیں، اس کی سند یہ ہے:"حدثنا محمد بن يحيى بن فارس، حدثنا الفريابي، حدثنا إسرائيل، حدثنا سماك بن حرب، عن علقمة بن وائل عن أبيه .(1)

اور محل احتجاج میں لفظ صرف یہ ہیں:

فقالت: نعم هو هذا، فأتوا به النبي ﷺ ،فلما أمر به قام صاحبها الذي وقع عليها، فقال يا رسول الله ﷺ ،أنا صاحبها . . .الخ . (2)

یعنی پس اس عورت نے عرض کی کہ ہاں یہ وہی ہے تو وہ لوگ اس کو نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں لے آئے۔ جب آپ ﷺ نے اس کے متعلق حکم دیا تو وہ شخص کھڑا ہو گیا جس نے فی الواقع اس عورت سے زنا کیا تھا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے۔

آخر میں ہے:

قال أبو داود: رواه أسباط بن نصر أيضا عن سماك .(3)

یہاں امر بہ مطلق ہے، ممکن کہ تحقیقات کے لئے حکم فرمایا، یہ بھی سہی کہ بقدرِ حاجت کچھ سخت گیری کرو، قید کرو کہ اگر گناہ کیا ہو، اقرار کرے، کہ شرعاً متہم کی تعزیر جائز ہے۔

جامع ترمذي میں "بسند حسن" معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

حدثنا علي بن سعيد الكندي، حد ثنا ابن المبارك، عن معمر ،عن بهز بن

بسند مذکور بہز بن حکیم اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ

---

(1)(سنن ابي داود، كتاب الحدود ۲/۲۴۵،وفي نسخة ۲۶۲(۴۳۷۹)

(2)(سنن أبي داود، كتاب الحدود ۲/۲۴۵،وفي نسخة ۲۶۲(۴۳۷۹)

(3)(سنن أبي داود، كتاب الحدود ۲/۲۴۵،وفي نسخة ۲۶۲(۴۳۷۹)

حكيم ،عن أبيه ،عن جده، أن النبي ﷺ حبس رجلا في تهمة، ثم خلى عنه .(1)

قال وفي الباب عن أبي هريرة. (2)

قال أبو عيسى بحديث بهز،عن أبيه ، عن جده ، حديث حسن .وقد روى إسمعيل بن إبراهيم عن بهز بن حكيم

بے شک نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو کسی تہمت میں قید کیا پھر چھوڑ دیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔امام ابو عیسیٰ یعنی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بہز کی حدیث اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے ''حسن'' ہے۔اور تحقیق

---

(1)(أخرجه الترمذي في الجامع [وهو السنن الترمذي]، كتاب الديات عن رسول الله ﷺ،باب ماجاء في الحبس في التهمة ،ص۴۳۶(۱۴۲۱)،وعبد الرزاق في المصنف ۸/ ۲۳۶.۲۳۷(۱۵۳۹۲)،وأبو داود في السنن ،كتاب الأقضية ،ص ۵۵۸.۵۵۹ (۳۶۳۰) ،والنسائي في السنن ،كتاب قطع السارق،ص۷۰۰ (۴۸۷۷.۴۸۷۸)بسندين وفي السنن الكبرى ۲/۱۱۴۰(۷۳۲۱)، وابن الجارود في المنتقى (۹۸۸)،والحاكم في المستدرك ۱۳۸/۵(۷۱۴۵)،والطبراني في الأوسط ۱/۱۳۴(۱۵۴)،وفي الكبير ۸/۳۴۶ (۱۶۳۴۴)،وابن حزم في المحلى ۲۳/۱۲،وابن عساكر في تاريخه ۲۳۳/۱۵ وابن أبي الفوارس في جزء العاشر من الفوائد المنتقاة (۱۵۸)[ق]،وابن عدي في الكامل ۲۵۲/۲وقال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه .ووافقه الذهبي ،وقال :صحيح . المستدرك مع التلخيص ۱۰۲/۴.

و في رواية :"حبس رجلا في تهمة ساعة من نهار ثم خلى عنه". رواه البيهقي في السنن الكبرى ۵۳/۶ ،وفي الصغير (۹۴۸)، وابن المقرئ في المعجم ۲۶۰، وغيرهما.

(2)(رواه الحاكم في المستدرك ۱۳۸/۵.۱۳۹(۷۱۴۶)، والبيهقي في السنن الكبرى ۷۷/۶،وابن عدي في الكامل ۳۹۵/۱، وابن حزم في المحلى ۲۳/۱۲، = =

هذا الحديث أتم من هذا وأطول ،اھ

قلت :سند الترمذي حسن . على وبهز وحكيم كلهم صدوق (1).

اسماعیل بن ابراہیم نے بہز بن حکیم سے اس حدیث کو اس سے اتم واطول روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں : ترمذی کی سند حسن ہے۔علی ،بہزاور حکیم تمام سچے ہیں۔

ما اشار إليه من رواية إسمعيل بن إبراهيم ،(2)فقد رواها ابن أبي عاصم في "كتاب العفو" :

" اسماعیل بن ابراہیم کی جس حدیث کی طرف امام ترمذی نے اشارہ فرمایا ہے اس کو ابن ابی عاصم نے "کتاب العفو" میں روایت کیا ہے"۔

قال حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة ثنا ابن علية عن بهز عن أبيه عن جده أن أخاه أتى النبي ﷺ فقال جيراني

بسند مذکور حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کے بھائی نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ

= والخطيب في تاريخه ٧/٥١٩، وابن أبي حاتم في العلل (١٣٦٨)وغيرهم .

وقال الذهبي في تلخيص المستدرك :قلت :ابراهيم متروك . قلت :تابعه أبو بكر بن عياش عن يحيى بن سعيد عن عراك بن مالك كما في تاريخ بغداد .

ورواه ابراهيم بن زكريا الواسطي عن أبي بكر بن عياش عن يحيى بن سعيد عن أنس بن مالك ،وابراهيم بن زكريا منكر الحديث ،وليس هذا من حديث أنس بن مالك .وانما المعروف من رواية بهز بن حكيم عن أبيه عن جده ،و عراك بن مالك عن أبي هريرة .

(1)(كما قال الحافظ في التقريب صفحه ٤٤٢ ،و١٠٣، و١٦١)

(2)(قلت :وهو اسماعيل بن ابراهيم بن مقسم ،والمعروف بابن علية ،روى له البخاري ومسلم في الصحيحين)

على ما أخذوا [مني] فاعرض عنه [النبي ﷺ]، فاعاد قوله فاعرض عنه وساق القصة قال في أخرها خلوا له عن جيرانه .(1)	میرے ہمسائے کو کس وجہ سے پکڑا گیا ہے، تو آپ ﷺ نے ان سے اعراض فرمایا، انہوں نے دوبارہ اپنی بات دہرائی تو بھی آپ ﷺ نے اعراض فرمایا، اور پورا قصہ بیان فرمایا ،اس کے آخر میں ہے، آپ نے فرمایا: اس کے لئے اس کے ہمسائے کو چھوڑ دو۔

〈4〉امام بغوی رحمہ اللہ نے ''مصابیح'' میں یہ حدیث ذکر کی اور اس میں سرے سے دوسرے شخص کا جس پر غلطی سے تہمت ہوئی تھی قصہ ہی نہ رکھا۔

مصابیح کے لفظ یہ ہیں:

عن علقمة بن وائل عن أبيه ان امرأة خرجت على عهد رسول الله ﷺ	حضرت علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ

---

(1)(رواه أبي الشيخ في أخلاق النبي ﷺ بسند ابن أبي عاصم (٦٤)، وأحمد في مسنده ٢/٥و ٥ ،وأبو داود في السنن ،كتاب الأقضية ،٥٥٩(٣٦٣١)، والروياني في مسنده (٩٢٥)،وابن الأعرابي في المعجم (٥١)، وأبو الحسن الحربي في "الفوائد المنتقاة عن الشيوخ العوالي(٤١)، كلهم من طريق اسماعيل بن علية .

قلت :رواه عبد الرزاق في مصنفه ٥٠٦/٩ .٥٠٧ (١٩١٦٣) :عن معمر عن بهز بن حكيم بن معاوية ،عن أبيه ، عن جده قال أخذ النبي ﷺ ناسا من قومي في تهمة ...الخ . ورواه أحمد في مسنده ٢/٥(٢٠٢٦٨).

ورواه أحمد في مسنده ١/٥(٢٠٢٦٣) :من طريق سويد ابن حجير الباهلي ،عن حكيم بن معاوية عن أبيه ،أن أخاه مالكا قال :يا معاوية ان محمدا أخذ جيراني ...الخ .

تريد الصلوة، فتلقاها رجل فتجللها، فقضى حاجته منها، فصاحت [صيحة] وانطلق، ومرت عصابة من المهاجرين فقالت: ان ذلك [الرجل] فعل بي كذا وكذا، فأخذوا الرجل، فأتوا به رسول الله ﷺ، فقال لها: اذهبي فقد غفر الله لك وقال للرجل الذي وقع عليها: ارجموه وقال: لقد تاب توبة لو تابها أهل المدينة لقبل منهم.(1)

کے زمانہ مبارک میں نماز کے ارادہ سے نکلی تو ایک مرد اس سے ملا جو اس پر چھا گیا، پس اس نے عورت سے اپنی حاجت پوری کر لی، وہ چیخی تو وہ مرد چلا گیا۔ مہاجرین کی ایک جماعت وہاں سے گزری تو وہ عورت بولی کہ اُس شخص نے مجھ سے ایسا ایسا کیا ہے۔ لوگوں نے اس آدمی کو پکڑ لیا، پھر اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں لائے تو آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ تو جا اللہ تعالیٰ نے تیری بخشش فرمادی ہے۔ اس آدمی کے بارے میں فرمایا، جو اس پر چھا گیا تھا، کہ اس کو رجم کردو اور فرمایا کہ یقیناً اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ توبہ تمام اہلِ مدینہ کرتے تو ان کی توبہ قبول ہو جاتی۔

یہ بالکل صاف و بے داغ ہے۔
مشکوۃ میں اسے ذکر کر کے کہا: "رواه الترمذي وأبو داود".(2)

---

(1)(مصابيح السنة ، كتاب الحدود ۲/۱۱۲(۲۵۵)

(2)(مشكوة المصابيح ، كتاب الحدود ۳۱۲.
میں کہتا ہوں کہ سنن ابوداود اور ترمذی میں دوسرے شخص کا ذکر موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں: سنن أبوداود، کتاب الحدود، باب صاحب الحد يجيء فيقر (۴۳۷۹)، سنن الترمذي، کتاب الحدود (۱۴۵۸)۔

〈5〉 اس لفظ ترمذي میں اصل علّت یہ ہے کہ اگر کوئی عورت دھوکے سے کسی مرد پر زنا کی تہمت رکھدے اور حاکم کے حضور نہ وہ مرد اقرار کرے، نہ اصلاً کوئی شہادت معائنہ گزرے تو چار در کنار ایک گواہ بھی نہ ہوتو کیا ایسی صُورت میں حاکم کو روا ہے کہ صرف عورت کے نام لے دینے سے اس کے رجم وقتل کا حکم دے دے، حاشا ہرگز نہیں، ایسا حکم قطعاً یقیناً اجماعاً قرآنِ عظیم وشریعتِ مطہرہ کے بالکل خلاف اور صریح باطل وظلم وخونِ انصاف ہے، اس سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا، اور یہاں اسی قدر واقعہ تھا، ہمارے ائمہ کے یہاں مقبول ہے، مگر انقطاع باطن باجماع علماء مردود، باطل ومخذول ہے اگرچہ کیسی ہی سندِلطیف وصحیح سے آئے نہ کہ یہ سند بوجوہ محلِ نظر ہے۔

سماک کے سواء اسرائیل میں بھی اختلاف ہے اگرچہ راجح توثیق ہے۔

امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "إسرائيل ضعيف". (1)

"اسرائیل ضعیف ہے"۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "منهم من يستضعفه". (2)

"ان میں سے بعض اس کی تضعیف کرتے ہیں"۔

یعقوب بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "صالح الحديث في حديثه لين". (3)

"صالح حدیث والا مگر اس کی حدیث میں کمزوری ہے"۔

میزان میں ہے: "كان يحيى القطان ...لا يرضاه". (4)

"یحییٰ قطان رحمۃ اللہ علیہ اس سے راضی نہیں تھے"۔

ابن حزم نے کہا: ضعیف (5)

(1الی 5)(ميزان الاعتدال ۲۰۹/۱، وقال الذهبي قلت: اسرائيل اعتمده البخاري ومسلم في الأصول، وهو في الثبت كالأسطوانة؛ فلا يلتفت الى تضعيف من ضعفه).

اوران کی متابعت کہ اسباط بن نصر نے کی، ان کا حال تو بہت گرا ہوا ہے۔

تقریب میں کہا: " صدوق كثير الخطأ يغرب "، اھ۔(1)

"صدوق ہے، بہت زیادہ خطا کرنے والا، نوادرات بیان کرتا ہے"۔

"اما ما حاول به التقضى عنه في هامش نسخة الطبع إذ قال لعل المراد فلما قارب ان يأمر به وذلك قاله الراوي نظرا إلى ظاهر الأمر حيث انهم احضروه في الحكمة عند الإمام والإمام اشتغل بالتفتيش عن حاله" اھ .(2)

مطبوعہ نسخے کے حاشیے میں محشی نے یوں کہہ کر اشکال سے بچنے کا ارادہ کیا کہ شاید مراد اس سے یہ ہو کہ جب آپ رجم کا حکم دینے کے قریب ہوئے اور راوی نے ظاہر امر دیکھتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ آپ نے رجم کا حکم دیا۔اس لئے کہ لوگوں نے اس شخص کو امام کے پاس کچہری میں پیش کیا اور امام اس کے حال کی تفتیش میں مشغول ہوئے۔

فأقول :لا يجدى نفعا فان الاشتغال بالتفتيش لا يفهم قرب الأمر بالرجم ما لم يكن هنالك شئ يثبته وما كان هناك شهود ولا اقرار وما كان

میں کہتا ہوں: یہ کچھ فائدہ نہیں دیتا کیونکہ تفتیش میں مشغول ہونے سے رجم کا حکم دینے کے قریب ہونا نہیں سمجھا جاتا جب تک وہاں اس کو ثابت کرنے والی کوئی شے نہ

---

(1)(تقريب التهذيب مع الكاشف ٧٠. قلت :قال الذهبي في ميزان الاعتدال ١/١٧٥:وثقه ابن معين ، وتوقف أحمد ، وضعفه أبو نعيم ، وقال النسائي :ليس بالقوي .)

(2)(الجامع للترمذي ،وبهامشه نفع قوت المغتدي للعلامة السيد على بن سليمان الدمنتي ومع الحواشى القديمة لأحمد على السهارنفوري ،المطبع المجيدي الواقع في بلدة كانفور ،ج ١ ص ١٨٨)

النبي ﷺ ليأمر بقتل مسلم من دون ثبت فكيف يظهر للناظر قرب الأمر بالرجم رجما بالغيب بل نسبة مثل هذا الفهم الركيك الباطل الذي يترفع عنه احاد الناس إلى الصحابة رضى الله تعالٰى عنهم ثم ادعاء انهم اعتمدوا عليه كل الاعتماد حتى نسبوا الأمر بالرجم إلى رسول الله ﷺ ازراء بالصحابة وهو يرفع الامان عن رواياتهم، ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم .

پائی جائے ، جبکہ وہاں نہ گواہ ہیں نہ اقرار اور نبی اکرم ﷺ بغیر ثبوت کے کسی مسلمان کے قتل کا حکم نہیں دیتے ،تو ناظر پر محض تخمینے سے امر رجم کیسے ظاہر ہو گیا ، بلکہ ایسے باطل و رکیک فہم جس سے عام لوگ بھی منزہ ہوں کی نسبت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف کرنا ، پھر یہ دعوی کرنا کہ انہوں نے اس پر مکمل اعتماد کر لیا اور امر رجم کو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیا، صحابہ کرام پر جسارت ہے، اور یہ ان کی روایات سے امان کو اٹھا دے گا ، بلندی و عظمت والے معبود کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت۔

حضور اقدس ﷺ حاکمِ شریعت وطریقت ہیں

رابعًا: یہ سب علمِ ظاہر کے طور پر تھا اور علمِ حقیقت لیجئے تو وہابیہ کا عجب اوندھا پن قابل تماشا ہے وہ حدیث کہ حضورِ اقدس ﷺ کے علومِ غیب پر روشن دلیل ہے اُس کو اُلٹی دلیل نفی ٹھہراتے ہیں۔

اللہ عزوجل نے ہمارے حبیب ﷺ کو شریعت وحقیقت دونوں کا حاکم بنایا، حضور کے احکام شریعتِ ظاہرہ پر ہوتے اور کبھی حقیقتِ باطنہ پر حکم فرماتے، مگراس پر زور نہ دیا جاتا۔

ابن ابی شیبہ وابویعلی وبزار وبیہقی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال ذكروا رجلا عند النبي ﷺ، فذكروا قوته في الجهاد واجتهاده في العبادة، فإذا هم بالرجل مقبل، فقال النبي ﷺ: إني لأرى في وجهه سفعة من الشيطان، فلما دنا سلم ، فقال له رسول الله ﷺ: هل حدثت نفسك بأنه ليس في القوم أحد خير منك ؟ قال: نعم. ثم ذهب فاختط مسجدا ووقف يصلي، فقال رسول الله ﷺ: من يقوم إليه فيقتله؟ فقام أبو بكر فانطلق ، فوجده يصلي، فرجع ، فقال: وجدته يصلي فهبت أن أقتله ، فقال رسول الله ﷺ أيكم

صحابہ رضی اللہ عنہم نے [نبی اکرم کے پاس] ایک شخص کی تعریف کی کہ جہاد میں ایسی قوت رکھتا ہے اور عبادت میں ایسی کوشش کرتا ہے، اتنے میں وہ [آدمی] سامنے سے گزرا، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: میں اس کے چہرے پر شیطان کا داغ پاتا ہوں۔ پھر [اس نے قریب آکر] سلام کیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کے دل کی بات بتائی کہ کیوں تو نے اپنے دل میں کہا کہ اس قوم میں تجھ سے بہتر کوئی نہیں؟ [اس نے] کہا: ہاں۔ پھر چلا گیا اور ایک مسجد مقرر کر کے نماز پڑھنے کھڑا ہوا، حضور انور ﷺ نے فرمایا: کون ایسا ہے جو اُٹھ کر جائے اور اسے قتل کر دے؟۔ صدیق اکبر

يقوم إليه فيقتله؟ فقام عمر فصنع كما صنع أبو بكر، فقال رسول الله ﷺ: أيكم يقوم إليه فيقتله؟ فقال علي: أنا، قال: أنت إن أدركته فذهب فوجده قد انصرف، فرجع، فقال رسول الله ﷺ: هذا أول قرن خرج من أمتي لو قتلته ما اختلف اثنان بعده في أمتي. (1)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے، دیکھا وہ نماز پڑھتا ہے واپس آئے اور عرض کیا: میں نے اُسے نماز میں دیکھا، مجھے [اُسے] قتل کرتے خوف آیا حضور [ﷺ] نے پھر فرمایا: تم میں [سے] کون ایسا ہے کہ اُٹھ کر جائے اور اُسے قتل کر دے؟ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور نماز پڑھتا دیکھ کر چھوڑ آئے اور وہی عذر کیا۔ حضور [ﷺ] نے پھر فرمایا: تم میں کون ایسا ہے جو اُٹھ کر جائے اور اسے قتل کر دے؟ مولی علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی: میں۔ حضور [ﷺ] نے فرمایا: ہاں تم اگر اسے پاؤ، یہ گئے اور وہ جا چکا تھا، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: یہ میری اُمت سے پہلا سینگ نکلا تھا، اگر یہ قتل ہو جاتا تو آئندہ [میری] اُمت میں کچھ اختلاف نہ پڑتا۔

---

(1) (أخرجه البيهقي في الدلائل ٦/٢٨٧.٢٨٨، وأبو شعيب الحراني في فوائد منتقاة ١٢(٤١)[ق]، والمروزي في السنة (٥٣ مختصرا)، وأبو نعيم في الحلية ٣/٥٢، وابن عساكر في تاريخه ٦٥/٧٢، عن الأوزاعي عن الرقاشي عن أنس بن مالك.

وأخرجه أبو يعلى في مسنده ٧٧٠(٤١٢٧)، من طريق عكرمة حدثنا يزيد الرقاشي ... به

وقال أبو نعيم في الحلية ٣/٥٣: رواه عكرمة بن عمار وغيره عن يزيد نحوه. ==

خدمتِ اقدس میں ایک شخص حاضر کیا گیا جس نے چوری کی تھی، اِرشاد ہوا اِسے قتل کردو۔ عرض کی گئی، اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا: خیر ہاتھ کاٹ دو۔ پھر اس نے دوبارہ چوری کی اور قطع کیا گیا۔ سہ بارہ زمانہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ میں پھر چرایا اور قطع کیا گیا، چوتھی بار پھر چوری کی اور قطع کیا گیا، پانچویں بار پھر چرایا، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ تیری حقیقت خوب جانتے تھے جبکہ اول ہی بار تیرے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا، تیرا وہی علاج ہے جو حضور [ﷺ] کا ارشاد تھا، لے جاؤ اسے قتل کردو، اب قتل کیا گیا۔

ابو یعلی اور شاشی اور طبرانی اور حاکم صحیح مستدرک میں، ضیاء مقدسی صحیح مختارہ میں محمد بن حاطب اور حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح ان کے بھائی حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال أتى رسول الله ﷺ بلص فأمر بقتله، فقيل :انه سرق، فقال :اقطعوه، ثم جيء به بعد ذلك إلى أبي بكر وقد قطعت قوائمه، فقال أبو بكر :ما أجد لك شيئا إلا ماقضى فيك

فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک چور لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم فرمایا۔ تو عرض کی گئی کہ اس نے چوری ہی تو کی ہے، تو آپ نے فرمایا: اس کا ہاتھ کاٹ دو پھر اس کو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

= = وأخرجه ابن المقري في المعجم ۱۴۸(۴۳۳)، والمقدسي في المختارة (۲۲۳۸) من طريق الأوزاعي عن قتادة عن أنس .قلت :اسناده حسن .

وأخرجه أبو يعلى في مسنده ۵۴(۹۰)، و ۷۴۷(۴۱۴۳)، والدارقطني في السنن ۶۵/۲ (۱۷۳۸)، من طريق هود بن عطاء العصري عن أنس بن مالك .

وأخرجه أبو يعلى في مسنده ۶۹۹. ۷۷۰(۳۶۶۸) من طريق زيد بن أسلم عن أنس .

وذكره السيوطي في " الخصائص الكبرى ۱۷۱/۲"، لفظ له ،وعزاه إلى ابن أبي شيبة وأبو يعلى والبزار والبيهقي)

رسول الله ﷺ يوم أمر بقتلك، فانه كان أعلم بك فأمر بقتله .(1)

کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جا چکے تھے تو آپ نے فرمایا مرے پاس تیرے لئے اس کے سوا کوئی علاج نہیں جو رسول اللہ ﷺ نے تیرے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا یعنی اس کو قتل کر دو، وہ تیرا حال خوب جانتے تھے، پس آپ نے اس کو قتل کر دینے کا حکم دیا۔

صحیح مستدرک کے لفظ حارث بن حاطب سے یہ ہیں:

أن رجلا سرق على عهد رسول الله ﷺ فأتي به[النبي] فقال: اقتلوه، فقالوا: إنما سرق،قال: فاقطعوه . ثم سرق أيضا فقطع، ثم سرق على عهد أبي بكر فقطع، ثم سرق فقطع حتى قطعت قوائمه، ثم سرق الخامسة فقال أبو بكر رضي الله عنه :

ایک آدمی نے دور رسالت مآب ﷺ میں چوری کی، اس کو آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو عرض کی گئی کہ اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا: اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اس نے پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا۔ زمانہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا،

---

(1)(أخرجه أبو يعلى ٤١ (٢٨)،والطبراني في الكبير ٢/٣٧٣(٣٣٣١)، والمقدسي في المختارة (٤٠)، وابن أبي عاصم في الآحاد والمثاني ٢/٨٨(٧٨٥)،وأبو نعيم في معرفة الصحابة ٢/٧٨(٢٠٥٥)، كلهم عن محمد بن حاطب أو[وأن] الحارث .
ذكره على المتقي في كنز العمال ٥/٥٣٨(١٣٨٦١)لفظ له ،وعزاه إلى أبو يعلى والشاشي والطبراني في الكبير والحاكم وسعيد بن منصور)

كان رسول الله ﷺ أعلم بهذا حين أمر بقتله اذهبوا به فاقتلوه .(1)

پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا، حتی کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے گئے، پانچویں مرتبہ اس نے پھر چوری کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اس کا حال خوب جانتے تھے جب کہ آپ نے پہلی مرتبہ ہی اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا، اس کو لے جاؤ اور قتل کردو۔

ظاہر ہے کہ ان دونوں کے قتل کا حکم حضور اکرم ﷺ نے اپنے علوم غیب کی ہی بناء پر فرمایا تھا ورنہ ظاہر شریعت میں وہ مستحق قتل نہ تھے۔

---

(1)(أخرجه الحاكم في المستدرك ۵/۵۴۵ (۸۲۱۴)،والنسائي في السنن ، كتاب قطع السارق ۱۰/۷۰(۴۹۷۹)،وفي السنن الكبرى ۲/۱۱۵۴(۷۴۲۸)،والبيهقي في السنن الكبرى ۲۸/۸(۱۵۸۷۶)، والطبراني في الكبير ۲/۳۷۳ (۳۳۳۰) ،وأبو نعيم في معرفة الصحابة ۷۸/۲(۲۰۵۴)،وغيرهم .

وقال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه .

وقد قال المحشي :"وأما قول الذهبي عنه في "التلخيص ":منكر ، ولم يتعرض لسنده ، فوجه النكارة فيه على ما رأى ، لأنه ﷺ أمر بقتله ، وليس هذا من أمر الشارع ولا من خلقه ﷺ وما عرف عنه من مثل هذه الأحوال . وهذا حق إلا أن يحمل على أن هذا من "الخصائص و دلائل النبوة " ، بدليل ما قال بعد أبو بكر .

وربما يفسره بعضهم بأن القتل كناية عن الضرب الشديد ، وهو تفسير بعيد لأن قولهم : "إنما سرق ..." ففهم أنهم فهموا القتل ، فاستعملوا "إنما " للتقليل والحصر . وهذا بين لمن تأمل . والله أعلم .

اختیارات مصطفیٰ ﷺ اور اجماع علماء

امام جلیل، جلال الملۃ والدین سیوطی سلمہ اللہ تعالیٰ ''خصائص کبری شریف'' میں فرماتے ہیں:

ومن خصائصه أنه جمع بين القبلتين والهجرتين، وأنه جمعت له الشريعة والحقيقة، ولم يكن للأنبياء إلا أحدهما بدليل قصة موسى مع الخضر عليهما الصلوة والسلام وقوله: إني على علم من علم الله لا ينبغي لك أن تعلمه، وأنت على علم من علم الله لا ينبغي لي أن أعلمه.(1)

اور نبی اکرم ﷺ کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ دو قبلوں اور دو ہجرتوں کے جامع ہیں، اور یہ کہ آپ ﷺ کے لئے شریعت اور حقیقت کو جمع کر دیا گیا، جبکہ دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام میں سے کسی کے لئے یہ دونوں وصف جمع نہیں کیے گئے بلکہ وہ ان میں سے صرف ایک ہی وصف کے ساتھ متصف ہوئے، اس پر دلیل حضرت موسیٰ اور خضر علیہما الصلوۃ والسلام کا قصہ ہے، اور خضر علیہ السلام کا قول کہ (اے موسیٰ علیہ السلام) میں اللہ عزوجل کی طرف سے ایسے علم کا جاننے والا ہوں جس کو جاننا آپ کو مناسب نہیں اور آپ اللہ عزوجل کی طرف سے ایسے علم کے جاننے والے ہیں۔

---

(1)(أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب العلم، ج١ص ٣٦(١٢٢)، وكتاب التفسير، ج٦ص ٨٨. ٨٩(٤٧٢٥)، بلفظ: "قال انك لن تستطيع معي صبرا يا موسى إني على علم من علم الله علمنيه لا تعلمه أنت وأنت على علم من علم الله علمك الله لا أعلمه ... إلخ. ومسلم في الصحيح، كتاب الفضائل ١٠٩٩. ١١٠٠(٦١١٣) وغيرهما.

وقد كنت قلت هذا الكلام أولا إستنباطا من هذا الحديث من غير أن اقف عليه في كلام أحد من العلماء، ثم رأيت البدر بن الصاحب (1) أشار إليه في تذكرته، ووجدت من شواهده حديث السارق الذي أمر بقتله والمصلى الذي أمر بقتله، وقد تقدم في باب الأخبار بالمغيبات.

جس کو جاننا میرے لئے مناسب نہیں۔ (امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) میں پہلے یہ بات حدیث سے استنباط کر کے کہتا تھا بغیر اس کے کہ میں اس بارے میں کسی عالم کے کلام پر مطلع ہوتا، پھر میں نے دیکھا کہ بدر بن صاحب نے اپنے تذکرہ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے، اور میں نے اس کے شواہد میں وہ حدیث پائی جس میں رسول اللہ ﷺ نے ایک چور کو قتل کرنے کا حکم دیا اور وہ حدیث کہ جس میں آپ نے ایک نمازی کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا، اور یہ دونوں حدیثیں اس سے پہلے ''الاخبار بالمغیبات'' کے باب میں گزر چکی ہیں۔

زيادة ايضاح لهذا الباب

فقد أشكل فهمه على قوم ولو تأملوا لا تضح لهم المراد بالشريعة

پس لوگوں کو اس کے سمجھنے میں مشکل پیش آئی اور اگر وہ غور وفکر کرتے تو مطلب واضح

---

(1) (بدر بن صاحب، امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بن احمد بن علی بن شہاب الدین دمیاطی، شافعی، مصری اور ام ہانی بنت ابوالحسن علی بن قاضی عبدالرحمٰن بن عبدالمومن بن عبدالملک کے ترجمہ میں اپنی کتاب ''الضوء اللامع'' میں ان کا ذکر کیا ہے۔)

الحكم بالظاهر ،وبالحقيقة الحكم بالباطن وقد نص العلماء على أن غالب الأنبياء عليهم الصلاة والسلام انما بعثوا ليحكموا بالظاهر دون ما اطلعوا عليه من بواطن الأمور وحقائقها، وبعث الخضر عليه السلام ليحكم بما اطلع عليه من بواطن لأمور وحقائقها ولكون الأنبياء لم يبعثوا بذلك أنكر موسى عليه قتله الغلام ، وقال له ﴿لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا﴾(1)لأن ذلك خلاف الشرع، فأجابه بأنه أمر بذلك وبعث به فقال: ﴿وما فعلته عن أمرى﴾ (ذالك تأويل) وهذا معنى قوله له إنك على علم إلى اخره.

ہو جاتا کہ شریعت سے مراد ظاہری حکم اور حقیقت سے مراد باطنی حکم ہے، بے شک علماء کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ اکثر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اس لئے مبعوث ہوئے کہ وہ ظاہر پر حکم کریں نہ کہ اُمورِ باطنیہ اور ان کے حقائق پر جن سے وہ مطلع ہوئے ۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کی بعثت اس پر ہے کہ وہ اس پر حکم دیں اور جو امور باطنیہ اور اس کے حقائق سے متعلق ہیں اور جس پر ان کو اطلاع وخبر ہے، چونکہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی اس کے ساتھ بعثت نہیں ہوئی، یہی وجہ ہے کہ حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس بچہ کے قتل پر اعتراض کیا جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا اور ان سے کہا ”بے شک تم نے بہت بری بات کی“ اس لئے کہ قتل نفس شریعت کے خلاف ہے لہذا اس کا جواب خضر علیہ السلام نے دیا کہ انہیں اسی کا حکم دیا گیا ہے اور اسی

---

(1)[سورة الكهف :۷۴]

کے ساتھ بھیجا گیا ہے، اور کہا کہ یہ قتل میں نے اپنے ارادے سے نہیں کیا اور یہی مطلب ان کے اس کہنے کا ہے جو کہ انہوں نے کہا تھا کہ میں اللہ تعالی کی طرف سے ایسے علم کا حامل ہوں جسے جاننا آپ کو مناسب نہیں، الخ۔

قال الشيخ سراج الدين البلقيني في شرح البخاري: المراد بالعلم التنفيذ، والمعنى لا ينبغي لك أن تعلمه لتعمل به لأن العمل به مناف لمقتضى الشرع، ولا ينبغي أن أعلمه فاعمل بمقتضاه، لأنه مناف لمقتضي الحقيقة. قال: فعلى هذا لا يجوز للولي التابع للنبي ﷺ إذا اطلع على حقيقة أن ينفذ ذلك بمقتضى الحقيقة، وإنما عليه أن ينفذ الحكم الظاهر إنتهى .(1)

شیخ سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح بخاری'' میں فرمایا کہ علم سے مراد حکم کا نافذ کرنا ہے، اور ان کے اس کہنے کا مطلب یہ تھا کہ مناسب نہیں ہے کہ آپ اس کا علم حاصل کریں تا کہ آپ اس پر حکم نافذ کریں، کیونکہ اس پر عمل کرنا تقاضائے شریعت کے خلاف ہے، اور نہ یہ مناسب ہے کہ میں اسے حاصل کروں اور اس کے مقتضاء پر عمل کروں کیونکہ یہ بھی مقتضائے حقیقت کے منافی ہے شیخ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس قاعدے کے بموجب اس ولی کے لئے جائز نہیں ہے جو نبی کریم ﷺ کا تابع ہے کہ جب وہ حقیقت پر مطلع ہو تو وہ بہ مقتضائے

---

(1)(ذكره أيضا: الصالحي في سبل الهدى والرشاد ١٠/٣١٤)

حقیقت اس کا نفاذ کرے۔ بے شک اس پر یہی لازم ہے کہ حکم ظاہر کرنافذ کرے، انتہی۔

وقال الحافظ ابن حجر في الاصابة: قال أبو حيان في تفسيره (1) الجمهور على أن الخضر نبي، وكان علمه معرفة بواطن أوحيت اليه، وعلم موسى الحكم بالظاهر، فأشار الى أن المراد في الحديث بالعلمين

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاصابہ'' میں فرمایا کہ امام ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اوران کا علم ان کے اُمورِ باطنیہ کی معرفت تھی جس کی انہیں وحی کی گئی جبکہ حضرت موسیٰ علیہ

---

(1) (قاله: ابن حيان في تفسيره "البحر المحيط، الكهف: ٦٥ ﴿فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا ...﴾ الآية، وذكره الحافظ في الاصابة ٢/٢٨٩، ذكره الحقي في تفسيره ٥/٢٨١)

نوٹ: حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں علمائے ملت اِسلامیہ میں تین خاص چیزوں پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک تو یہ کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں یا ولی۔
دوسرا: حضرت ذوالقرنین ہی خضر ہیں یا یہ دونوں علیحدہ علیحدہ شخصیات کے نام ولقب ہیں۔ تیسرا: حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا آپ کو وفات دے دی گئی ہے۔ ان مسائل پر لکھے گئے چند رسائل وکتب کے نام:

"جزء في أخبار الخضر للمنادي [٣٣٦]". "جزء في أخبار الخضر لابن زهير الحنبلي [٥٨٣]. "موت الخضر". "عجالة المنتظر لشرح حال الخضر كلاهما لابن الجوزي [٥٩٧]". "رسالة في حياة الخضر للغيطي [٩٨١]". "رسالة في الخضر وحياته لابن الامام الكاملية [٨٧٤]. "الوجه النضر في ترجيح نبوة الخضر للسيوطى [٩١١]". "القول الدال على حياة الخضر ووجود الأبدال للنوح بن مصطفى الرومي [١٠٨٠]". "الحذر في أمر الخضر للملا القاري [١٠١٤]". "اثمد العين ببيان نبوة الخضر واسمه ذي القرنين لسيد عبد الله بن الصديق الغماري". وغيرهم.

الحكم بالباطن والحكم بالظاهر لا أمر اخر.

الصلوة والسلام کا علم ظاہر پر حکم لگانا تھا۔ حدیث میں دو علوم جن کی طرف اشارہ فرمایا ہے، اس سے مراد ظاہر و باطن پر حکم لگانا ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا مطلب مراد نہیں ہے

وقد قال الشيخ تقي الدين السبكي: ان الذي بعث به الخضر شريعة له فالكل شريعة. وأما نبينا ﷺ فانه امر أولا أن يحكم بالظاهر دون ما اطلع عليه من الباطن، والحقيقة كغالب الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، ولهذا قال: نحن نحكم بالظاهر. وفي لفظ: انما اقضي بالظاهر والله يتولى السرائر، وقال: انما اقضي بنحو ما أسمع فمن قضيته له بحق آخر فانما هي قطعة من النار. (1)

اور شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ حکم جس کے ساتھ حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام مبعوث ہوئے وہ ان کی شریعت تھی لہذا یہ سب شریعت ہے، اور ہمارے نبی کریم ﷺ کو ابتداء میں یہ حکم فرمایا گیا کہ ظاہر پر حکم فرمائیں اور اس باطن و حقیقت پر حکم نہ دیں جس کی آپ ﷺ کو خبر ہے جس طرح کہ اکثر انبیاء علیہم السلام کا معمول تھا۔ اسی بناء پر حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہم تو ظاہر پر حکم دیتے ہیں''۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے ''میں تو ظاہر پر فیصلہ دیتا ہوں باطنی

---

(1) (آئمہ اصول وفقہاء کے درمیان یہ روایت مشہور و معروف ہے لیکن مشہور کتب احادیث اور احادیث کے اجزاء منثورہ میں اس کا وجود نہیں پایا جاتا اسی لئے بعض آئمہ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ: ''لا أصل له'' بعض آئمہ نے اس کو اسماعیل بن علی کی کتاب '' ادارة الأحكام '' کے حوالے سے ذکر کیا، اور کہا کہ ہم نے اس کتاب میں دیکھا ہے کہ کندی اور حضرمی جن کا زمین کے مسئلہ میں جھگڑا ہوا تھا کے قصہ میں ذکر کیا ہے۔ لیکن اس بارے میں مجھے وضاحت نہیں ملی کہ اسماعیل مذکور نے اس کو سند کے ساتھ بیان کیا ہے یا بلا سند۔ =

وقال للعباس: أما ظاهرك فكان علينا وأما سريرتك فالى الله. (1)

وكان يقبل عذر المتخلفين عن غزوة تبوك ويكل سرائرهم الى الله، وقال في تلك المرأة "لو كنت راجما أحدا من غير بينة لرجمتها" (2)

حالات کا خدا عزّوجلّ مالک ہے، اور یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تو اسی پر فیصلہ دیتا ہوں جیسا کہ میں سنتا ہوں، لہٰذا میں نے جس کے لئے دوسرے کے حق کا فیصلہ کر دیا ہے تو وہ یہ جان لے کہ وہ آگ کا ٹکڑا ہے" اور یہ کہ حضور پرنور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "جہاں تک تمہارے ظاہر کا تعلق ہے تو وہ ہمارے ذمہ ہے لیکن جو تمہاری باطنی حالت ہے وہ اللہ عزوجل کے ذمہ ہے"۔

بعض نے اس معنی کی تصحیح کے لئے دوسری روایات کو بیان کیا ہے، بعض نے اس کو امام شافعی کا قول قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں: "كشف الخفاء للعجلوني ١/٢٢١"، و"الاسرار المرفوعة للعلي القاري ١١٤"، و"الدرر المنتشرة في الأحاديث المشتهرة للسيوطي ٢٠"، و"المقاصد الحسنة للسخاوي ١١٥"، و"التلخيص الحبير للحافظ ٤/١٩٢(٢١٠٠)"، و غيرهم.

و قال بن عبد البر في التمهيد ١٠/١٥٧: وقد أجمعوا أن الأحكام الدنيا على الظاهر وان السرائر الى الله عزوجل.

(1) (أخرجه أبو نعيم في الدلائل (٤١٠)، وقوام السنة في سير السلف الصالحين ٢/٥٨٨، وابن عساكر في تاريخه ٢٦/٢٨، وأحمد في مسنده ١/٣٥٣(٣٣١٠)، بنحوه، وابن سعد في طبقات الكبرى ٤/٣٢٥، مرسلا، عن ابن اسحاق، وغيرهم.

(2)(أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب اللعان ٦٩٣(٣٧٣٩)بلفظ: لو كنت راجما أحدا بغير بينة لرجمتها...الخ. والبخاري في الصحيح، كتاب المحاربين (٦٨٥٥)، = =

اور یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک سے رہ جانے والوں کی معذرت قبول فرماتے تھے اور ان کے باطنی حالات کو اللہ تعالی کے سپرد فرماتے تھے، اور یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کے بارے میں فرمایا: "اگر میں بغیر دلیل و شہادت کے کسی کو سنگسار کرتا تو ضرور اس عورت کو سنگسار کرتا"۔

وقال أيضا: "لو لا القرآن لكان لي ولها شأن" (1)

اور یہ بھی فرمایا کہ "اگر قرآن نہ ہوتا تو یقیناً میرے لئے اور اس عورت کے لئے کچھ اور ہی معاملہ ہوتا"۔

فهذا كله صريح في أنه يحكم بظاهر الشرع بالبينة أو الاعتراف دون ما أطلعه الله عليه من بواطن الأمور وحقائقها ثم ان الله زاده شرفا، وأذن له أن يحكم بالباطن وما اطلع عليه من حقائق الأمور فجمع له بين ما كان للأنبياء، وما كان للخضر

پس یہ تمام صریح شواہد اس بات کے مظہر ہیں کہ آپ کو دلیل و شہادت پر فیصلہ دینے کا حکم ہوا، نہ کہ اس پر جو باطنی اُمور پر اللہ عزوجل نے آپ کو مطلع فرمایا اور اس کے حقائق آپ پر واضح فرمائے۔ اس کے بعد اللہ عزوجل نے آپ کے شرف کو زیادہ فرمایا اور آپ کو اجازت فرمائی کہ آپ باطن

= = وكتاب التمنى، (٧٢٣٨) وغيرهما.

(1) (أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب التفسير ج٦ ص١٠٠. ١٠١ (٤٧٤٧)، بلفظ: "لولا مضى من كتاب الله لكان لي ولها شأن". والترمذي في الجامع ٨٨١ (٣١٩٢)، وغيرهما.

خصوصية خصه الله بها، ولم يجمع الأمر ان لغيره.

پر حکم لگائیں اور جن اُمور کی حقیقتوں کی آپ کو اطلاع دی گئی ہے اس پر فیصلہ فرمائیں۔تو اس طرح آپ ان تمام معمولات کے جو انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے تھے اور اس خصوصیت کے ساتھ جو حضرت خضر علیہ السلام کے لئے اللہ عزوجل نے خاص فرمائے جامع تھے، اور یہ امر آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی میں جمع نہیں کیا گیا۔

وقد قال القرطبي في تفسيره(1): أجمع العلماء عن بكرة ابيهم أنه ليس لأحد أن يقتل بعلمه الا النبي ﷺ وشاهد ذلك حديث المصلي والسارق الذين امر بقتلهما، فانه اطلع على باطن أمرهما وعلم منهما ما يوجب القتل.

اور تحقیق امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے علم کے ساتھ کسی کے قتل کا حکم دے سوائے نبی کریم ﷺ کے ۔ اس کی شاہد اس نمازی اور چور والی حدیث ہے جن کے قتل کرنے کا حکم حضور پرنور علیہ الصلوۃ والسلام نے دیا تھا کیونکہ اللہ تعالی نے ان دونوں کے باطنی حالات پر آپ ﷺ کو مطلع فرما دیا تھا اور ان دونوں کے

---

(1)(تفسير القرطبي "الجامع الأحكام القرآن ۱/۲۴۵، البقرة ۳۰"، وفيه :وقد اتفق العلماء على بكرة أبيهم [أي :كلهم صغارا و كبارا] على أن القاضي لا يقتل بعلمه ، وانما اختلفوا في سائر الأحكام).

بارے میں آپ کو علم ہو گیا تھا کہ واجب القتل ہیں۔

ولو تفطن الذين لم يفهموا الى استشهادي بهذين الحديثين في آخر الباب لعرفوا ان المراد الحكم بالظاهر والباطن فقط لا شيء آخر لا يقوله مسلم ولا كافر ولا مجانين المارستان.

(امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) کاش کہ یہ علماء اعلام اس بات کو سمجھ سکتے جس کو انہوں نے نہیں سمجھا، جس کی طرف میں نے آخر باب میں ان دونوں حدیثوں کے ساتھ استشہاد کیا ہے، اگر وہ یہ بات سمجھ جاتے تو یقیناً جان لیتے کہ مراد فقط ظاہر اور باطن کے ساتھ حکم فرمانا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں، اس کے سوا اور کوئی بات نہ مسلمان کہہ سکتا ہے اور نہ کافر اور نہ مجنون و پاگل۔

وقد ذكر بعض السلف: أن الخضر الى الان ينفذ الحقيقة، وأن الذين يموتون فجأة هو الذي يقتلهم، فان صح ذلك فهو في هذه الأمة بطريق النيابة عن النبي ﷺ، فانه صار من اتباعه كما أن عيسى عليه السلام لما ينزل يحكم بشريعة النبي ﷺ نيابة عنه ويصير من أتباعه وأمته ،اھ .

بعض اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام اب تک حقیقت کو نافذ کرتے ہیں اور وہ لوگ جو اچانک مرجاتے ہیں وہ وہی ہوتے ہیں جن کو انہوں نے قتل کیا ہوتا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو ان کا یہ عمل اس اُمت میں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے بطورِ نیابت ہوگا اور وہ حضور پر نور ﷺ کے متبعین میں سے ہوں گے جس طرح کہ حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام جب نازل ہوں گے تو وہ نبی اکرم ﷺ کی شریعت کے ساتھ آپ کی نیابت میں حکم دیں گے، وہ آپ ﷺ کے متبعین اور آپ ﷺ کی امت میں سے ہوں گے۔اھ۔(1)

اس کلامِ نفیس سے یہ ثابت ہوا کہ عامہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو صرف ظاہر شرع پر عمل کا اِذن ہوتا ہے، اور سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنے علم مغیبات پر عمل کا حکم ہے، ولہٰذا انہوں نے ناسمجھ بچہ کو بے کسی جرم ظاہر کے قتل کر دیا، اور یہ کہ اب جو ناگہانی موت مرجاتے ہیں انہیں بھی وہی قتل فرماتے ہیں، اور ہمارے حضور اقدس ﷺ کو ظاہر شرع اور اپنے علومِ غیب دونوں پر عمل و حکم کا رب عزوجل نے اختیار دیا ہے۔

---

(1)(الخصائص الكبرى ٢/٣٢٧.٣٢٩ ، وذكره أيضا: اسماعيل حقي في تفسيره ٥/٢٨١)

اور امام قرطبی نے اجماعِ علماء نقل فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کو اختیار ہے کہ محض اپنے علم کی بناء پر قتل کا حکم فرمادیں اگرچہ گواہ شاہد کچھ نہ ہو، اور حضور [ﷺ] کے سوا دوسرے کو یہ اختیار نہیں، تو اگر اُس نماز والے یا اُس چور یا اُس شخص کو جس پر عورت نے دھوکے سے تہمت رکھی تھی قتل کا حکم فرمادیں تو یقیناً وہ حضور [ﷺ] کے علومِ غیب ہی پر مبنی ہے نہ کہ ان کا نافی۔

کیوں وہابیو! اب تو اپنی اوندھی مَت پر مطلع ہوئے "فانی تؤفکون"۔ "کہاں اوندھے پھیرے جاتے ہو"۔

مسلمانو! وہابیہ کے مطلب پر بھی غور کیا، حکم کے دو ہی منبے ہوئے، یا ظاہر شرع یا باطنی علومِ غیب۔ ظاہر ہے کہ یہاں ظاہر کی رُو سے تو اصلاً حکم رجم کی گنجائش نہ تھی، نہ ملزم کا اقرار نہ اصلاً کوئی گواہ۔ صرف مدعی کا غلط دعوی سن کر مسلمان کے قتل کا حکم فرمادیں، نبی کی شان تو ارفع واعلی ہے۔

آج کل کا کوئی عالم، نہ عالم بلکہ کوئی جاہل حاکم ہی ایسا حکم کر بیٹھے تو ہر عاقل اُسے یا سخت جاہل یا پکا ظالم کہے۔ تو حدیث صحیح مان کر راہ نہ تھی مگر اسی طرف کہ حضور [ﷺ] نے بر بنائے تہمت ہرگز یہ حکم نہ دیا بلکہ اپنے علومِ غیب سے جانا کہ یہ شخص قابل رجم ہے اس بناء پر حکم رجم فرمایا، اسے وہابیہ مانتے نہیں بلکہ بزعم خود اسی کے ابطال کو یہ حدیث لائے ہیں، تو اب سمجھ لیجئے کہ ان کا مطلب کیا ہوا اور انہوں نے تمہارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر کیسا بھاری الزام قائم کیا کیوں نہ ہو عداوت کا یہی مقتضی ہے۔

﴿قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُوْرُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾(1)

"بیر ان کی باتوں سے جھلک اُٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں بڑا ہے۔ ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنادیں، اگر تمہیں عقل ہو"۔

(1)[سورة آل عمران :۱۱۸]

﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾(1)

''اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے''۔

﴿رَبِّ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَعُوْذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُوْنِ ﴾(2)

''اے میرے رب! تیری پناہ شیطانوں کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب! تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں''۔

وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا محمد وأله وصحبه أجمعين. وأخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين. والله سبحنه وتعالى أعلم وعلمه مجده أتم وأحكم .

---

(1)[سورة التوبة ٦١]

(2)[سورة المؤمنون ٩٧.٩٨]

انباء المصطفیٰ بحال سر وأخفیٰ

تصنیف لطیف

الشاہ الشیخ امام **احمد رضا خان** بریلوی نور اللہ مرقدہ

تخریج ، تسہیل

از قلم :

ڈاکٹر قاری ابو احمد **محمد ارشد مسعود اشرف** چشتی رضوی

ناظم تعلیمات : عمر بن خطاب اسلامک یونیورسٹی واہنڈو

بانی وناظمِ اعلیٰ : دار القلم اِسلامک ریسرچ سنٹر پاکستان

ناظم : سیدنا حمزہ بن عبد المطلب لائبریری واہنڈو

0300-6522335

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ:

از دہلی چاندنی چوک، موتی بازار مرسلہ بعض علمائے اہلسنت ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

حضرات علمائے کرام اہل سنت کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید (1) دعوی کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حق تعالیٰ نے علمِ غیب عطا فرمایا ہے، دنیا میں جو کچھ ہوا اور ہوگا، حتی کہ بدء الخلق (2) سے لے کر دوزخ و جنت میں داخل ہونے تک کا تمام حال اور اپنی امت کا خیر وشر تفصیل سے جانتے ہیں، اور جمیع اولین و آخرین کو اس طرح ملاحظہ فرماتے ہیں: ''جس طرح اپنے کفِ دستِ مبارک (3) اور اس دعوے کے ثبوت میں آیات واحادیث واقوال علماء پیش کرتا ہے۔

بکر اس عقیدے کو کفر وشرک کہتا ہے اور بکمالِ درشتی (4) دعوی کرتا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کچھ نہیں جانتے، حتی کہ آپ کو اپنے خاتمے کا حال بھی معلوم نہ تھا، اپنے اس دعوے کے اثبات میں کتاب تقویۃ الایمان (5) کی عبارتیں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رسول ﷺ کی نسبت یہ عقیدہ کہ آپ کو علم ذاتی تھا خواہ یہ کہ خدا نے عطا فرمایا تھا، دونوں طرح شرک ہے۔

---

(1) [زید سے مراد جناب مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی مرحوم ہیں]

(2) [بدء الخلق: مخلوق کی ابتداء] (3) [کف دست مبارک: ہاتھ مبارک کی ہتھیلی]

(4) [دُرشتی: سختی، بے رحمی، بدخلقی]

(5) [کتاب ''تقویۃ الایمان'' اس کتاب کا مصنف ''شاہ اسماعیل شہید'' کے نام سے مشہور ومعروف ہے اور اس کتاب کو پاکستان میں موجود (۲) دو مکتب فکر کے لوگ اپنے بزرگ کی کتاب تسلیم کرتے ہیں جن میں ایک گروہ غیر مقلدین وہابی، اور دوسرا گروہ دیوبندی ہے مگر غیر مقلدین اکثر وبیشتر اس میں موجود بعض گستاخانہ عبارات سے جان چھڑانے کے لئے اسے دیوبندیوں کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں، جبکہ اس کتاب ==

اب علمائے ربانی کی جناب میں التماس ہے کہ ان دونوں میں سے کون برسرحق موافق عقیدہ سلف صالح ہے اور کون بد مذہب جہنمی ہے نیز عمرو کا دعویٰ ہے کہ شیطان کا علم معاذ اللہ! حضور سرور عالم ﷺ کے علم سے زیادہ ہے۔

اس کا گنگوہی مرشد اپنی براھین قاطعہ (1) کے صفحہ ۴۷ پر یوں لکھتا ہے کہ: ''شیطان کو یہ وسعت علم نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟۔

= = کی نشرواشاعت میں دونوں فریق یکساں سرگرم نظر آتے ہیں اوراسی طرح اس کی تحسین بیان کرنے میں بھی، ہمارے پاس اس کے دونوں نسخے موجود ہیں جو دونوں فریقوں نے شائع کئے اور دونوں فریقوں کے کئی مستند علماء کی تحریرات، جن میں انہوں نے اس کتاب کی تحسین میں بڑے بڑے جملے تحریر فرمائے ہیں۔

غیر مقلدین کی طرف سے کسی عام ادارہ نے اس کو شائع نہیں کیا کہ یہ کہا جائے کہ کاروباری نوعیت کی پیش نظر اسے شائع کیا گیا بلکہ ''ادارہ اشاعۃ السنۃ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان، شیش محل روڈ لاہور'' کی طرف سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ یہ وہ کتاب ہے، جس میں عقیدۂ توحید کی آڑ لے کر انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم کی گستاخیاں کی گئی ہیں، حتی کہ ذات خداوندی کو بھی نہیں بخشا گیا، جیسا کہ متن میں ذکر ہوا کہ اللہ عزوجل کی عطا سے بھی کسی کے لئے علم تسلیم کرلیا گیا تو بھی شرک ہو جائے گا۔

عجب تماشا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالی کی ذات کے بارے میں تو قدرتِ خداوندی یہاں تک بیان کرتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولنے پر بھی قادر ہے (نعوذ باللہ) مگر جب علم یا اس جیسی دوسری باتوں کے بارے میں ذکر کیا جائے کہ اللہ تعالی نے اپنے برگزیدہ بندوں کو عطا فرمائی ہیں تو اس کے منکر ہو جاتے اور اس کو شرک تک کہتے ہیں، ملاحظہ ہو وہ عبارت جس کی طرف متن میں اشارہ کیا گیا ہے:

''علم میں شرک (کی بحث کرتے ہوئے اختتام کیا جارہا ہے کہ) پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات (یعنی علم) ان کو اپنی ذات سے ہے، خواہ اللہ کے دینے سے۔ غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۵۰، اشاعۃ السنۃ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان، شیش محل روڈ لاہور)

(1) (البراهین القاطعة، بحث علم غیب، ص ۵۱، مطبع ڈھور)

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم لك الحمد سرمدًا صل وسلم وبارك علی من علمته الغیب ونزهته من کل عیب وعلی اله وصحبه أبدًا، رب انی أعوذ بك من همزات الشیطین وأعوذ بك رب أن یحضرون ٥

اے اللہ عزوجل! سب تعریفیں ہمیشہ تیرے لئے ہیں، درود وسلام اور برکت نازل فرما اس پر جس کو تو نے غیب کا علم عطا فرمایا ہے اور اس کو ہر عیب سے منزہ بنایا ہے، اور اس کی آل واصحاب پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ اے پروردگار! میں تیری پناہ کا طالب ہوں شیاطین کے وسوسوں سے، اور تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔

زید کا قول حق وصحیح اور بکر کا زعم مردود وقبیح (1) ہے، بیشک حضرت عزت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو تمامی اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا۔

شرق تا غرب، عرش تا فرش سب انہیں دکھایا، ملکوت السموات والارض کا شاہد بنایا، روزِ اوّل سے آخر تک سب مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ انہیں بتایا، اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا، علم حبیب کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا، نہ صرف اجمالاً بلکہ ہر صغیر وکبیر، ہر رطب ویابس (2)، جو پتہ گرتا ہے، زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے، سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا، للہ حمدا کثیرًا۔ بلکہ یہ جو کچھ ہوا ہر گز ہر گز محمد رسول اللہ ﷺ کا پورا علم نہیں، صلی اللہ علیہ وسلم وعلی اله وصحبه أجمعین وکرم، بلکہ علم حضور ﷺ سے

---

(1) (زعم مردود وقبیح: خیال مردود اور برا ہے)

(2) (رطب ویابس: خشک وتر)

ایک چھوٹا حصہ ہے۔

ہنوز (1) احاطہ علم محمدی میں وہ ہزار در ہزار بے حد و بے کنار سمند رلہرا رہے ہیں جن کی حقیقت کو وہ خود جانیں یا ان کا عطا کرنے والا، ان کا مالک و مولیٰ جل و علا الحمد للہ لعلي الأعلیٰ۔

کتبِ حدیث وتصانیف علمائے قدیم وحدیث (2) میں اس کے دلائل کا بسط شافی (3) اور بیان وافی (4) ہے اور اگر کچھ نہ ہوتو بحمد اللہ قرآن عظیم خود شاہد عدل وحکم فصل ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ:

﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾ (5)

اور اُتاری ہم نے تم پر کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت ور حمت وبشارت"۔

قال اللّٰہ تعالیٰ:

﴿ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ (6)

(قرآن) وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شے کا صاف جدا جدا بیان ہے"۔

قال اللّٰہ تعالیٰ:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (7)

ہم نے کتاب میں کوئی شے اُٹھا نہیں رکھی"۔

---

(1) (ہنوز: ابھی تک) (2) (قدیم وحدیث: پرانے اور نئے)

(3) (بسط شافی: تسکین دینے والا تفصیلی، شفا بخشنے والا کشادہ) (4) (بیان وافی: بہت سارا بیان)

(5) [سورة النحل :۸۹]

(6) [سورة يوسف :١١١]

(7) [سورة الأنعام: ۳۸]

أقول : وباللہ التوفیق، جب فرقان مجید ہر شئے کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا، روشن، اور روشن بھی کس درجہ کا، مفصل، اور اہل سنت کے مذہب میں شئے ہر موجود کو کہتے ہیں، تو عرش تا فرش تمام کائنات، جملہ موجودات اس بیان کے اِحاطے میں داخل ہوئے اور منجملہ موجودات کتابت لوحِ محفوظ بھی ہے، تا بالضرورت یہ بیانات محیط، اس کے مکتوب بھی بالتفصیل شامل ہوئے۔

اب بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھئے کہ لوح محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَكُلُّ صَغِيرٍ وَّكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ﴾(1) ہر چھوٹی بڑی چیز سب لکھی ہوئی ہے"۔

قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنٰهُ فِي إِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾(2) ہر شے ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرمادی ہے"۔

قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾(3) کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہے"۔

اور اصول میں مبرہن (4) ہو چکا کہ نکرہ حیز نفی میں مفید عموم ہے اور لفظ "کُل" تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام اِفادۂ اِستغراق میں قطعی ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر

---

(1)[سورة القمر :۵۳]

(2)[سورة يس :۱۲]

(3)[سورة الأنعام:۵۹]

(4)(مُبرهَن :دلیل سے ثابت کیا ہوا)

پر محمول رہیں گے۔ بے دلیل شرعی تخصیص وتاویل کی اجازت نہیں، ورنہ شریعت سے ایمان اُٹھ جائے، نہ احادیث آحاد اگر چہ کیسے ہی اعلی درجے کی ہوں، عموم قرآن کی تخصیص کرسکیں بلکہ اس کے حضور مضمحل ہوجائیں گی، بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظنی سے تخصیص ہو سکے، تو بحمد اللہ تعالی کیسے نص صحیح قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اللہ تعالیٰ عزوجل نے تمام موجودات جملہ "مَا کَانَ وَمَایَکُوْنَ اِلٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ" جمیع مندرجات (1) لوحِ محفوظ کا علم دیا اور شرق وغرب وسماوارض وعرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور ﷺ کے علم سے باہر نہ رہا، وللہ الحجۃ الساطعۃ.

اور جبکہ یہ علم قرآنِ عظیم کے

﴿تِبیانًا لّکُلّ شَیْءٍ﴾ (2) یعنی ہر چیز کا روشن بیان"

ہونے نے دیا، اور پُر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلامِ مجید کا ہے، نہ ہر آیت یا سورت کا۔

تو نزولِ جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیم کی نسبت ارشاد ہو:

﴿لَمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ﴾ (3) یعنی ان کا قصہ ہم نے آپ پر بیان نہیں کیا"

یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے ﴿لَا تَعْلَمُھُمْ﴾ (4) "یعنی آپ نہیں جانتے"

ہرگز ان آیات کے منافی اور علمِ مصطفوی ﷺ کا نافی (5) نہیں۔

---

(1) (مندرجات: سارا درج ہونے والا، درج کیا گیا)

(2) [سورۃ النحل ۸۹]

(3) [سورۃ المؤمن ۷۸]

(4) [سورۃ التوبۃ ۱۰۱]

(5) (نافی: نفی کرنے والا نہیں)

الحمد للہ ! جس قدر قصص وروایات واخبار وحکایات علم عظیم محمد رسول اللہ ﷺ کے گھٹانے کو آیاتِ قطعیہ قرآنیہ میں پیش کی جاتی ہیں ان سب کا جواب ذہن دوز وفتن سوز(1) انہیں دو فقروں میں ہوگیا ہے دوحال سے خالی نہیں، یا تو ان قصص سے تاریخ معلوم ہوگی یا نہیں، اگر نہیں تو ان سے استناد جہل مبین(2) کہ جب تاریخ مجہول تو ان کا تمامی نزولِ قرآن سے پہلے ہونا معقول، اور اگر ہاں تو دوحال سے خالی نہیں، یا وہ تاریخ تمامی نزول سے پہلے کی ہوگی یا بعد کی، برتقدیراوّل: مقام سے محض بیگانہ اور مستدل نہ صرف جاہل بلکہ دیوانہ۔

برتقدیر ثانی: گر مدعائے مخالف میں نص صریح نہ ہو تو اِستناد محض خرط القتاد(3)، مخالفین جو کچھ پیش کرتے ہیں سب انہیں اقسام کی ہیں۔ ان آیات کے خلاف پر اصلاً ایک دلیل صحیح، صریح، قطعی الافادہ نہیں دکھا سکتے، اور اگر بالفرض غلط تسلیم ہی کرلیں تو ایک یہی جواب جامع ونافع ونافی وقامع(4) سب کے لیے شافی وکافی، کہ عموم آیاتِ قطعیہ قرآنیہ کی مخالف میں اخبار آحاد سے استناد محض ہرزہ بانی(5)۔ میں اس مطلب پر تصریحات آئمہ اُصول سے احتجاج کروں اس سے یہی بہتر ہے کہ خود نجدیہ زمانہ کے بزرگوں کی شہادت پیش کروں۔[یعنی وہابیوں کے بزرگوں کی شہادت پیش کروں]

ع مدعی لاکھ یہ بھاری ہے گواہی تیری

---

(1)(فتن سوز: فتنہ دور کرنے والا) (2)(اِستناد جهل مبین: سند لانا کھلی جہالت ہے)

(3)(خرط القتاد: یعنی اگر مخالف کے پاس اپنے دعوے میں نص صریح نہیں تو سند پیش کرنا بڑا مشکل ہے، قتاد، ایک درخت ہے جس کے کانٹے سوئی کی طرح ہوتے ہیں، یعنی اس کو دعویٰ ثابت کرنے کی بجائے قتاد کے کانٹے اور چھلکا دور کرنا آسان ہے، دعوی ثابت کرنا مشکل ہوگا)

(4)(قامع: توڑنے پھوڑنے ولا)

(5)(هرزه بانی: غلط بنیاد رکھنا ہے، بیہودہ گوئی کی ابتداء کرنا ہے، یا وہ گوئی کا موجد بننا ہے)

نصوص قطعیہ قرآنِ عظیم کے خلاف پر احادیث آحاد کا سنا جانا بالائے طاق، یہ بزرگوار صاف تصریح کرتے ہیں کہ یہاں خبر واحد سے استدلال ہی جائز نہیں، نہ اصلاً اس پر اِلتفات (1) ہو سکے۔

اسی براہین قاطعہ مَا اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ اَنْ یُّوْصَلَ میں اسی مسئلہ علم غیب کی تقریر مہمل ومختل (2) میں اپنے اور اپنے تمام طائفے کے پاؤں میں تیشہ زنی (3) کو یوں لکھتے ہیں:

''عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جائیں، بلکہ قطعی ہیں، قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں، لہٰذا اس کا اثبات اس وقت قابلِ اِلتفات ہو کہ کہ قطعیات سے اس کو ثابت کرے''۔ (4)

نیز صفحہ ۸۱ [۸۹] پر لکھا:

''اعتقادات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے، نہ ظنیاتِ صحاح کا''۔

نیز صفحہ ۸۷ [۹۶] پر ہے:

''احادِ صحاح بھی معتبر نہیں، چنانچہ فنِ اُصول میں مبرہن ہے''۔

الحمد للّٰہ! تمام مخالفین کو دعوتِ عام ہے ''فَاجْمَعُوْا شُرَکَاءَ کُمْ'' چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت قطعی الدلالۃ یا ایک حدیثِ متواتر یقینی الافادہ چھانٹ لائیں، جس سے صاف صریح طور پر ثابت ہو کہ تمام نزولِ قرآن عظیم کے بعد بھی اشیائے مذکورہ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ سے فلاں امر حضورِ اقدس ﷺ پر مخفی رہا، جس کا علم حضور ﷺ کو دیا ہی نہ گیا۔

---

(1) (اِلتفات: متوجہ ہونا، رغبت، خیال، دھیان)

(2) (مُھْمَل و مُخْتَل: فضول، بے معنی، مجہول، فضول، بیکار، نکما۔ بگڑی ہوئی، درہم برہم)

(3) (تیشہ زنی: تیشہ چلانے، بسولا چلانے)

(4) (البراھین القاطعہ، ص۵۱)

﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا﴾. (1) ''اگر ایسی نص نہ لاسکو اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ کرسکو گے تو خوب جان لو کہ اللہ راہ نہیں دیتا دغا بازوں کے مکر کو''۔

فَاعْلَمُوْا ﴿وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَائِنِيْنَ﴾(2)

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

طرہ(3) یہ کہ یہی گنگوہی بہادر خود اُسی صفحہ پر دو ہی سطر بعد اپنے مدعائے باطل کی سند میں لکھتے ہیں: ''خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں: ''وَاللّٰهِ لَا أَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ'' اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں''۔(4)

قطع نظر اس کے کہ حدیث اوّل خود احاد ہے، سلیم الحواس کو سند لانی تھی، تو وہ مضمون خود آیت میں تھا اور قطع نظر اس سے کہ اس آیت وحدیث کے کیا معنی ہیں اور قطع نظر اس سے کہ یہ کس وقت کے ارشاد ہیں اور قطع نظر اس سے کہ خود قرآن عظیم واحادیثِ صحیحہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں اس کا ناسخ موجود کہ جب آیت کریمہ:

﴿لِيَغْفِرَلَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾(5) تا کہ اللہ بخش دے تمہارے واسطے سے سب اگلے پچھلے گناہ''۔

نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کی:

هَنِيْئًا لَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ [هَنِيْئًا آپ کو مبارک ہو، خدا کی قسم! اللہ عزوجل

---

(1)[سورۃ البقرۃ :۲۴]

(2)[سورۃ یوسف :۵۲]

(3)(طُرّہ: انوکھی بات یہ کہ)

(4)(البراھین قاطعہ، ص۵۱)

(5)[سورۃ الفتح :۲]

مَرِيْئًا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ] قَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ لَكَ مَاذَا يُفْعَلُ بِكَ ، فَمَاذَا يُفْعَلُ بِنَا؟ . (1)

نے تو یہ صاف بیان فرمادیا کہ حضور ﷺ کے ساتھ کیا کرے گا، اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔

---

(1) (أخرجه الترمذی في الجامع ، كتاب التفسير ، ص۹۰۵(۳۲۶۷)، بلفظ :"فقالوا: هنيئا مريئا يا نبی الله، قد بين الله لك ماذا يفعل بك ، فماذا يفعل بنا؟. الخ "، وعبد الرزاق في تفسيره ، سورة الفتح (۲۸۱۳)، وأحمد في مسنده ۳/۱۹۷ (۱۳۰۶۶)، وابن حبا ن في الصحيح ۱۴/ ۳۲۲(۶۴۱۰)،وأبو يعلى في مسنده ۶۰۸(۳۰۴۵)، والخطيب في "الفصل للوصل المدرج في النقل۳۱۵ (۳۹۷)، وغيرهم .

كلهم من طريق معمر ، عن قتادة ،عن أنس رضي الله تعالى عنه .

○ وأخرجه البخاري في الصحيح ۲/۶۰۰(۴۱۷۲)،وأحمد في مسنده ۳/۱۷۳، ۱۷۴ (۱۲۸۱۰)،و(۱۳۹۵۳)، وأبو عوانة في مسنده (۵۳۶۶،۵۳۶۷، ۵۳۶۸)، وأبو يعلى في مسنده ۶۳۲.۶۳۳ (۳۲۵۱، ۳۲۵۲)،وفي شرح السنة ۱۴/۲۲۲(۴۰۱۹)، والنسائي في السنن الكبرى ۳/۱۸۲۸(۱۱۴۳۸)،والبيهقی فی الدلائل ۴/۱۵۷. ۱۵۸،والخطيب في "الفصل للوصل المدرج في النقل۳۲۲(۴۰۹)، وغيرهم .

كلهم من شعبة عن قتادة عن أنس رضي الله تعالى عنه .

○ وأخرجه أحمد في مسنده ۳/۲۱۵(۱۳۲۷۹)،و مسلم فی الصحيح ۲/۱۰۶،وفي نسخة،في الجهاد۸۴۹(۱۷۸۶)،والطحاوي في مشكل الآثار (۵۰۸۱)،وابن حبان في الصحيح ۲/۹۲،۹۳(۳۷۰)،وابن جرير في تفسيره ۱۱/۳۳۳(۳۱۴۵۳)، وأبو يعلى في مسنده۵۹۳ (۲۹۳۴) ، والبزار في مسنده (۲۵۴۴)،وفي شرح السنة ۱۴/ ۲۲۲ (۴۰۱۹)،والبيهقي في السنن الكبرى ۹/۲۲۲(۱۷۳۱۱)، والواحدي في أسباب النزول ۴۷۴(۳۲۰)، وغيرهم .

كلهم من طريق سعيد بن أبي عروبة ،عن قتادة عن أنس رضي الله تعالى عنه. = =

....

....

○ وأخرجه أحمد في مسنده ٣/١٢٢(١٢٢٥١)، و١٣٤(١٢٤٠١) ،و٣/٢٥٢ (١٣٦٧٤)،وابن أبي شيبة في المصنف (٣٦٢٤٥) ،ومسلم فى الصحيح ٢/١٠٦،وفي نسخة،في الجهاد٨٤٩(١٧٨٦) ،والبغوي في الأنوار في شمائل النبي المختار (١٢٦٢) وفي تفسيره ٤/٨٨،وفي شرح السنة ١٤/٢٢٢(٤٠١٩)،والبيهقي في الدلائل ٤/١٥٨ والفاكهي في أخبار مكة ٥/٨١(٢٨٨٤)، وأبو نعيم في معرفة الصحابة ١/٣٨(٢٥)، والخطيب في "الفصل للوصل المدرج في النقل ٣١٤(٣٩٦)، وغيرهم .

كلهم من طريق همام عن قتادة عن أنس رضي الله تعالى عنه .

○ وأخرجه أبو عوانة في مسنده (٥٣٦٣)، ومسلم فى الصحيح ٢/١٠٦،وفي نسخة، في الجهاد٨٤٩(١٧٨٦)،وعبد بن حميد في مسنده (١١٩٦)،والبيهقي في السنن الكبرى ٥/٢١٧(٩٣٤٨)،وغيرهم .

كلهم من طريق شيبان عن قتادة عن أنس رضي الله تعالى عنه .

○ وأخرجه الحاكم في المستدرك ٢/٤٦٠(٣٦٤٥)،والبيهقي في السنن الكبرى ٥/٢١٧(٩٣٤٨)،وغيرهما.

كلاهما من طريق الحكم بن عبد الملك عن قتادة عن أنس رضى الله تعالى عنه .

○ وأخرجه ابن حبان في الصحيح ٢/٩٤(٣٧١).

من طريق سفيان عن الحسن عن أنس رضى الله تعالى عنه .

○ وأخرجه ابن أبي زمنين الأندلسي في تفسيره ،سورة الفتح (٢٣٢).

من طريق يحيى بن سلام عن قتادة عن أنس رضي الله تعالى عنه .

○ وأخرجه الطبراني في الأوسط ٧/٢٩١،٢٩٢(٦٩٧٠).

من طريق مطر عن الحسن عن أنس رضي الله تعالى عنه . = =

اس پر یہ آیت اُتری:

﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾(1)

تاکہ داخل کرے اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ رہیں گے ان میں، اور مٹادے ان سے ان کے گناہ، اور یہ اللہ کے یہاں بڑی مراد پانا ہے۔

یہ آیت اور ان کے امثال بے نظیر اور یہ حدیث جلیل وشہیر ایسوں کو کیوں سوجھائی دیتیں۔

ان سب سے قطع نظر دل چھیننے والی ادا تو یہ ہے کہ شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں الی آخر، ملاجی کو ہنوز روایت وحکایت میں تمیز نہیں، اس بے اصل حکایت سے اِستناد اور شیخِ محقق قدس سرہ العزیز کی طرف اِسناد کیسی جرأت ووقاحت ہے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج شریف میں یوں فرمایا ہے:"اینجا اشکال می آرند که در بعض روایات آمده است که گفت آں حضرت ﷺ که من بنده ام نمی دانم آں چه در پس ایں دیوار است جوابش آنست که ایں سخن اصلے ندارد، وروایت بداں صحیح نشده است". 2

اس موقع پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں بندہ ہوں، مجھے معلوم نہیں کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں، اور یہ روایت صحیح نہیں۔

○ وأخرجه البيهقي في الدلائل ۱۵۹/۴. من طريق الربيع عن أنس رضي الله تعالى عنه .

(1)[سورة الفتح :۵]

(2)(مدارج النبوۃ ۱/۷، مرکز اہل سنت برکات رضا، گجرات، انڈیا)

کیوں جی ملا جی! کچھ آنکھیں کھلیں؟

ایسا ہی ﴿ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ ﴾ (1) پر عمل کروگے تو خوب چین سے رہوگے۔

ع: اس آنکھ سے ڈریئے جو خدا سے نہ ڈرے آنکھ"۔

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں " لا أصل له ".(2)

یہ حکایت محض بے اصل ہے۔

امام ابن حجر مکی نے افضل القریٰ میں فرمایا:

" لم يعرف له سند" (3) اس کے لیے کوئی سند نہ پہنچائی گئی۔

افسوس اسی منہ سے مقام اعتقادیات بتانا، احادیث صحاح بھی نامقبول ٹھہرانا، اسی منہ سے نبی ﷺ کا علم عظیم گھٹانے کو ایسی بے اصل حکایت سے سند لانا، اور ملمع کاری (4) کے لیے شیخ محقق کا نام لکھ جانا جو صراحۃً فرمارہے ہیں کہ اس حکایت کی جڑ نہ بنیاد۔

---

(1)[سورة النساء :۴۳]

(2)(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية۲/۲۲۸، مركز أهل سنت بركات رضا، انڈيا وانظر :الأسرار المرفوعة للقاري ۳۰۰،وتذكرة الموضوعات للفتني (۵۸۱)، وكشف الخفا للعجلوني ۲/۲۵۰،والمقاصد الحسنة للسخاوي ۴۱۳(۹۳۲)،وفيض القدير للمناوي ۱/۴۶اتحت (۱۵۵)، والجد الحثيث في بيان ما ليس بحديث للغزي۱۹۱ (۴۰۹)،والنخبة البهية في الأحاديث المكذوبة للأمير المالكي (۲۸۴) ،وأسنى المطالب في أحاديث مختلفة المراتب لابن درويش (۱۲۳۶).

(3)(المنح المكية في شرح الهمزية المسمى أفضل القرى لقراء أم القرى ، في :ما جاء في بصره ﷺ ۲۷۳،دار المنهاج ،بيروت ،لبنان)

(4)(ملمع کاری: حقیقت کو چھپانے کے لیے)

اب اس کے سوا کیا کہئے کہ ایسوں کی داد نہ فریاد۔

اللہ اللہ نبی ﷺ کے مناقب عظیمہ اور باب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے (1) میں داخل کرائیں تاکہ صحیحین بخاری ومسلم کی حدیثیں بھی مردود بنائیں، اور حضور ﷺ کی تنقیص شان میں یہ فراخی دکھائیں کہ بے اصل بے سند مقولے سب سما جائیں۔

ع: حال ایمان کا معلوم ہے بس جانے دو

بالجملہ بحمد اللہ تعالیٰ زید سنّی حفظہ اللہ تعالیٰ کا دعوی آیات قطعیہ قرآنیہ سے ایسے جلیل وجمیل طور سے ثابت جس میں اصلاً مجال دم زدن (2) نہیں۔

اگر یہاں کوئی دلیل ظنی تخصیص عام پر قائم بھی ہوتی تو عموم قطعی قرآن عظیم کے حضور مضمحل (3) ہو جاتی، نہ کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہا سنن وصحاح ومسانید ومعاجیم کی احادیثِ صریحہ، صحیحہ، کثیرہ، شہیرہ اس عموم واطلاق کی اورتاکید وتائید فرمارہی ہیں۔

صحیحین بخاری ومسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَقَامًا، مَا تَرَكَ شَيْـئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهِ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ، اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ، حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ...الخ. (4)

رسول اللہ ﷺ نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر جب سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرمادیا، کوئی چیز نہ چھوڑی، جسے یاد رہا یاد رہا، جو بھول گیا بھول گیا۔

---

(1) (تنگنائے: تنگ راستہ، تنگ کوچہ)

(2) (دَم زَدَن: دم مارنے)

(3) (مُضمَحِل: محو ہو جاتی، گم ہو جاتی)

(4) (أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الفتن، ٢/٣٩٠، وفي نسخة: ١٣٠٠(٧١٩٢، ٧١٩٣)، والبخاري في الصحيح، كتاب القدر ٤٥٣/١، وفي نسخة: جزء ٨ص ١٢٣=

....

....

= = (۲۶۰۴)،وأحمد في مسنده۵/۳۸۴(۲۳۶۶۳)،و۵/۳۸۹(۲۳۶۹۸)، و۵/۴۰۱ (۲۳۷۹۷)، وأبو داود في السنن (۴۰۴۲)، وابن مندة في الايمان ۲/۹۱۱، ۹۱۲ (۹۹۳،۹۹۴)،وفي التوحيد ۱۹۱(۴۵۸،و۴۵۹)، والبغوي في "الأنوار في شمائل النبي المختار (۸۷)،وفي شرح السنة ۱۵/۳(۴۲۱۵)، وابن حبان في الصحيح ۱۵/۵ (۶۶۳۶)،وأبو عمرو الداني في الفتن (۲)و محمد بن المظفر في حديث شعبة بن الحجاج العتكي (۴۵)، والبزار في مسنده (۲۵۱۴)، و(۲۵۲۹)،والحاكم في المستدرك ۵/۶۸۶(۸۵۴۶)،وأبو بكر الشافعي في "الفوائد الشهير بالغيلانيات (۸۳۶)، والمحاملي في أماليه ۳۰۸(۳۲۳)،وأبو القاسم المهرواني في "الفوائد المنتخبة الصحاح والغرائب ۱۹۴(۱۱۰)،والشجري في "الأمالي الخميسية (۲۰۰۳، و ۲۰۶۸)، والبيهقي في الدلائل ۶/۳۱۲،۳۱۳،وقوام السنة في الدلائل (۲۶۹)، وابن حجر في أمالى المطلقة ۱/۱۷۱ (۱۵۶)، وغيرهم .

كلهم من طريق شقيق ،عن حذيفة رضي اللّٰه عنه .

○ وأخرجه مسلم في الصحيح ۱۳۰۰(۷۱۹۴،۷۱۹۵)،وأحمد في مسنده ۵/۳۸۴ (۲۳۶۷۰)،والطيالسي في مسنده۵۸ (۴۳۳)،وابن مندة في الايمان۲/۹۱۲(۹۹۵)، وابن شبة في تاريخ المدينة (۵۸۵)،والبزار في مسنده (۲۴۵۴) والبيهقي في الدلائل ۶/۳۱۲،وابن حجر في أمالى المطلقة ۱۷۲(۱۵۷)، وغيرهم .

كلهم من طريق عبد اللّٰه بن يزيد ،عن حذيفة رضي اللّٰه عنه .

○ وأخرجه ابن حبان في الصحيح ۱۵/۶ (۶۶۳۷) ،والطبراني في الأوسط ۶/۲۹۷ (۵۶۳۶)، كلاهما من طريق الزهري عن أبي أدريس الخولانى عن حذيفة رضي اللّٰه عنه .

○ وأخرجه الحاكم في المستدرك ۵/۶۶۷،۶۶۸(۸۵۰۴،۸۵۰۵).

یہی مضمون احمد نے مسند، بخاری نے تاریخ، طبرانی نے کبیر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔(1)

صحیح بخاری شریف میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ ﷺ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ

ایک بار نبی مکرم ﷺ نے ہم میں کھڑے ہوکر ابتدائے آفرنیش سے لیے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ جانے تک کا

= = من طريق عاصم عن ذر عن حذيفة رضي الله عنه .

○ وأخرجه البزارفي مسنده (٢٤٦٣)، ابن أبي الفوارس في "الجزء الأول من الفوائد المنتقاة (١٣٨) ، وابن حجر في أمالي المطلقة ١٧٣(١٥٨).

كلهم من طريق أبي الطفيل عن حذيفة رضي الله عنه .

○ وأخرجه البزار في مسنده (٢٤٧٣)

من طريق زيد بن وهب عن حذيفة رضي الله تعالى عنه .

(1)(أخر جه أحمد في مسنده ٢٥٤/٤،والطبرا نى في الكبير٢٠/٤٤١(١٠٧٧)،وفي نسخة : ١٣٣/٩(١٧٤٥٠)، والعقيلي في الضعفاء ١٤٥/٣ .١٤٦،وابن عساكر في تاريخه ٢٨/٦٠، وابن حجر في أمالي المطلقة ١٧٤(١٦٠).

بلفظ :قَالَ :قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا بِمَا يَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، وَعَاهُ مَنْ وَعَاهُ ،وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ".

وذكره السيوطي في الخصائص ١٨٤/٢:وعزاه الى أحمد والبخاري في تاريخه والطبراني . وقال العقيلي أما المتن فقد روي بغير هذا الاسناد بأسانيد جياد.

وذكره الهيثمي في مجمع الزوئد٢٦٤/٨:وقال رواه أحمد والطبراني ورجال أحمد رجاله رجال الصحيح ، غير عمر بن ابراهيم بن محمد وقد وثقه ابن حبان)

ذٰلِكَ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ.(1)   حال ہم سے بیان فرما دیا۔ یادرکھا جس نے یادرکھا اور بھول گیا جو بھول گیا۔

---

(1)(أخرجه البخاري في الصحيح، في بدء الخلق ،۱/۴۵۳،وابن حجر في أمالي المطلقة۱۷۵(۱٦۱).

وذكره ابن حجر فى تغليق التعليق ۳/۴۸٦.۴۸۷.۴۸۹ وقال :فقد قرأته على فاطمة بنت المنجا بدمشق ....أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني في مسنده ....سمعت عمر يقول قام فينا رسول الله ﷺ مقاما فأخبرنا عن بدء الخلق الحديث .وأنبأني غير واحد من مشايخي عن الحافظ أبي محمد عبد الكريم بن منير الحلبي ....ح

وأنبأني عاليا محمد بن أحمد ابن علي الفاضلي عن القاسم بن المظفر عن عبد الله بن عمر بن علي قال كتب الينا مسعود أنا أبو عمرو بن الحافظ أبي عبد الله بن مندة أنا أبي في الجزء الخامس عشر من أماليه ....سمعت عمر بن الخطاب يقول قال فينا رسول الله ﷺ مقاما فأخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل أهل الجنة منازلهم وأهل النار منازلهم حفظ ذلك من حفظه ونسيه من نسيه .

قال ابن مندة هذا حد يث صحيح غريب، تفر د به عيسى بن مو سى ....

قلت وقع لي من غير رواية عيسى بن موسى أخرجه أبو نعيم في المستخرج ووجدته في فوائد أبي على بن السكن أيضا .فقال أبو نعيم في المستخرج حدثنا أبو اسحاق ابراهيم بن محمد بن يحيى ثنا محمد بن المسيب ثنا النضر بن سلمة ثنا أحمد بن أيوب النصيبي ح قال أبو نعيم وحدثنا محمد بن ابراهيم بن علي ثنا محمد بن الحسن ابن قتيبة ثنا النضر بن سلمة شاذان و علي بن الحسن بن شقيق كلاهما عن أبي حمزة السكري عن رقبة و لفظه فأخبرنا بأهل الجنة وما يعملون وبأهل النار وما يعملون حفظه من حفظه و نسيه من نسيه لكن النضر مذكور بسرقة الحديث،انتهى .)

صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے، ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نمازِ فجر سے غروبِ آفتاب تک خطبہ فرمایا، بیچ میں ظہر وعصر کی نمازوں کے علاوہ کچھ کام نہ کیا:

فَأَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُهُ. (1)

اس میں سب کچھ ہم سے بیان فرمادیا، جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا، ہم میں زیادہ علم والا وہ ہے جسے زیادہ یاد رہا۔

---

(1)(أخرجه مسلم في الصحيح ٢/٣٩٠(٧١٩٦)، بلفظ:.. فأخبرنا بما كان وبما هو كائن فأعلمنا أحفظنا. وأحمد في مسنده٥/٣٤١،وابن مندة في الايمان (١٠٠٤) وابن حبان في الصحيح ٩/١٥(٦٦٣٨)،وأبو يعلى في مسنده١٢١٠٥(٦٨٣٩)، والحاكم في المستدرك ٤/٤٨٧، وفي نسخة ٥/٦٨٥(٨٥٤٥)،والطبراني في الكبير ١٧/٢٨ (٤٦)، وأبو بكر الشيباني في الآحاد والمثاني ٤/١٩٩(٢١٨٣)، والخطيب في "الفقيه والمتفقه ٢/١٢٤(٥٣١)،والدمياطي في معجم الشيوخ (٢٩)[ق]،والبيهقي في الدلائل ٦/٣١٣،٣١٤،والمزي في تهذيب الكمال ٢٠/٢٩٤وغيرهم .

كلهم من طريق عِلْبَاء بن أحمر اليشكري عن أبو زيد، عمرو بن أخطب رضي الله عنه .

○ قلت :وفي الباب عن مالك بن ربيعة ، قال :كنا مع رسول الله ﷺ في سفر فأسرينا ليلة ، فلما كان وجه الصبح ، نزل رسول الله ﷺ فنام و نام الناس ، فلم يستيقظ الا بالشمس قد طلعت علينا ، فأمر رسول الله ﷺ المؤذن فأذن ثم صلى الركعتين قبل الفجر ، ثم أمره فأقام فصلى بالناس ، ثم حدثنا بما هو كائن حتى تقوم الساعة .وزاد الطبراني حفظه من حفظه ،ونسيه من نسيه .

أخرجه النسائي في السنن ، في كتاب المواقيت ،ص٩٧(٦٢٣)، وفي السنن الكبرى ١/٢٥٩(١٦٠٠)،والطبراني في الكبير ٨/٢٥٣.٢٥٤(١٥٩٤٤.١٥٩٤٦)، والداني في "السنن الواردة في الفتن (١)، وابن أبي خيثمة في تاريخه (٣٦٦١)، وابن عساكر=

جامع ترمذی شریف وغیرہ کتب کثیر ائمہ حدیث میں باسانید عدید وطرق متنوعہ دس (۱۰) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے۔(1)

= = في تاريخه ٥٦/٤٤٥، والمزي في تهذيب الكمال ٢٧/١٤٢، وغيرهم .

○وعن أبي سعيد الخدري .صلى بنا رسول الله ﷺ صلاة العصر نهارا ، ثم خطب الى أن غابت الشمس ، فلم يدع شيئا هو كائن الى يوم القيامة الا حدثنا به حفظه من حفظه ، ونسيه من نسيه .أخرجه نعيم بن حماد في الفتن ٩(١)،لفظ له ،وابن المبارك في مسنده (٨٨)،وأحمد في مسنده ٣/١٩،والترمذي في الجامع ،كتاب الفتن عن رسول الله ﷺ (٢١٩٦)، والحاكم في المستدرك ٤/٥٠٥،والطيالسي في مسنده (٢٢٥٧)، وعبد بن حميد في مسنده (٩١٢)،والشجري في الأمالي الخميسية (٢٧٢٦)وابن أبي الدنيا في قصر الأمل (١١٩)،وأبي زرعة المقدسي في صفوة التصوف (٦٩٥)، والبيهقي في الشعب٦/٣٠٩ (٧٨٠٠)، والرامهرمزي في أمثال الحديث (٣٠)، والبغوي في شرح السنة ١٤/٢٣٩، والخطيب في تاريخه ١١/٥٠٨ وغيرهم .

وقال الترمذي :وهذا حديث حسن .قلت :فيه علي بن زيد متكلم فيه

(1)عن ابن عباس :وفيه......فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ أَوْ قَالَ :فِيْ نَحْرِيْ، فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ،وَفِيْ رِوَايَةٍ :فَعَلِمْتُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ......أخرجه الترمذي في الجامع، كتاب التفسير ،سورة ص ، ٢/١٥٥ (٣٢٤٧) وعبد الرزاق في تفسيره (٢٥٣٥)،وأحمد في مسنده ١/٣٦٨،وابن خزيمة في كتاب التوحيد ٢/٥٤١ (٣٢٠)،وعبد بن حميد في مسنده ٢٢٨(٢٨٦)،وابن أبي عاصم في السنة ٢٠٤،والدارقطني في الرؤيا١٥٢(١٩٢)،وأحمد بن سلمان النجاد في الرد على من يقول القرآن مخلوق ٣٦(٦٢)،والقزويني في التدوين في أخبار قزوين ٢/٣٦٣،وابن عساكر في تاريخه ٣٤/٤٧٠،٤٧١).

من طريق أيوب عن أبي قلابة عن ابن عباس رضي الله عنهما . = =

....

....

= = وأخرجه الترمذي في الجامع (٣٢٣٨)،وابن خزيمة في كتاب التوحيد ٢/٥٣٨ (٣١٩)والآجري في الشريعة ٤٣٢،والدارقطني في الرؤيا١٥٠(١٨٩)،والبزار في مسنده (٧٥٧)،وأبو يعلى في مسنده٤/٤٧٥ (٢٦٠٨) وفي نسخة :٥٣٤(٢٦١١)،
وأبو الشيخ في طبقات المحدثين بأصبهان ٤٦٥٣،وأحمد بن سلمان النجاد في الرد على من يقول القرآن مخلوق ٢٨(٤٩)،وابن عساكر في تاريخه ٣٤/٤٦٩)
من طريق أبي قلابة عن خالد بن اللجلاج عن ابن عباس رضي الله عنهما .

○وأخرجه ابن جرير في تفسيره ١١/٥١٠(٣٢٤٦٣).
من طريق عطاء عن ابن عباس رضي الله عنهما.

نمبر 〈2〉

○ عن بعض أصحاب رسول الله ﷺ وفيه:.....فوضع كفيه بين كتفي فوجدت بردها بين ثديي حتى تجلى لي في السموات وما في الأرض......الخ .

(أخرجه أحمد في مسنده ٤/٦٦(١٦٧٣٨)،و٥/٣٧٨(٢٣٥٩٧)، وابنه في السنة ٢/٤٩٠، وابن خزيمة في كتاب التوحيد ٢/٥٣٧،وابن أبي عاصم في السنة١٧٠، وذكره الهيثمي في مجمع الزوائد ٧/١٧٦،وقال :رواه أحمد ورجاله ثقات.

نمبر 〈3〉

○أبو أمامة ،صدي بن عجلان ،و فيه :....فوضع يده على ثديي ،فعلمت في مقامي ذلك ما سألني عنه من أمر الدنيا والآخرة ....الخ .

(أخرجه والطبراني في الكبير٨/٢٩٠،وفي نسخة :٨/٣٧٥(٨٠٤٢)،والدارقطني في الرؤيا ١٥٧(١٩٦)،وابن أبي عاصم في السنة ٢٠٣، وأحمد بن سلمان النجاد في الرد على من يقول القرآن مخلوق ٣٠(٥١)، والروياني في مسنده٢/٢٩٩ (١٢٤١) = =

....

....

= = والقزويني في التدوين في أخبار قزوين١ /٢٠٠،وذكره الهشيمي في مجمع الزوائد٧/٢٧٨.٢٧٩،و قال :رواه الطبراني وفيه:ليث بن أبي سليم وهو حسن الحديث على ضعفه وبقية رجاله ثقات.

نمبر〈4〉

○عن ثوبان مولى رسول الله ﷺ، وفيه :فوضع كفه بين كتفي حتى وجدت برد أنامله في صدري قال :فتجلى لي ما بين السماء والأرض ....الخ .

(أخرجه البغوي في شرح السنة ٤/٣٨،٣٩(٩٢٥) ،وابن مندة في الرد على الجهمية ٦٧(٧٩)،والطبراني في الدعاء (١٣٢١)،والدارقطني في الرؤيا ١٦٠(١٩٩، ٢٠٠)،والروياني في مسنده١/٤٢٩(٦٥٦)، وابن خزيمة في التوحيد ٢/٥٤٣ ، وأحمد بن سلمان النجاد في الرد على من يقول القرآن مخلوق ٣٢(٥٤) ، ذكره الهيثمي في مجمع الزائد ٧/١٧٧. ١٧٨، وقال :رواه البزار من طريق أبي يحيى عن أسماء الرجي ، وأبو يحيى لم أعرفه وبقية رجاله ثقات.

نمبر〈5〉

○عن أنس بن مالك ، وفيه:.....ووضع يده بين كتفي ،فوجدت بردها بين ثديي فعلمني كل شئ .. الخ. (أخرجه الدارقطني في الرؤيا ١٥٤(١٩٤)، ومحمد بن عبد الله البغدادي في فوائد ابن أخي ميمي الدقاق ٢٣٥(٥٠٩)،وأحمد بن سلمان النجاد في الرد على من يقول القرآن مخلوق ٣٠(٥١) ،وابن عساكر في تاريخه ٣٤/٤٧١، وابن حبان في المجروحين ٣/١٣٥)

نمبر〈6〉

○عن أبي هريرة ،وفيه:... فوضع يده بين كتفي ،فوجدت بردها بين ثديي ، = =

....

....

فعلمت الذي سألني عنه ...الخ . أخرجه ابن منده في الرد على الجهمية (٧٨)، والدارقطني في الرؤيا (٢٠٢)، وأبو القاسم الحنائي في السابع من فوائده ٢١(١٧) [ق]، وأبو الفتح بن أبي الفوارس في الرابع من الفوائد المنتقاة ٥٧(١٢٩)[ق]، أبو بكر أحمد النجاد في الرد على من يقول القرآن مخلوق ٣٢(٥٤).

نمبر ﴿7﴾

○عن جابر بن سمرة،وفيه :...فوضع يده بين كتفي ،حتى وجدت بردها بين ثديي أو وضعها بين ثديي حتى وجدت بردها بين كتفي ،فما سألني عن شئ الا علمته ...

(أخرجه ابن أبي عاصم في السنة ٢٠٣(٤٦٥)

نمبر ﴿8﴾

○عن ابن عمر، وفيه :...فوضع يده بين كتفي حتى وجدت بردها فعلمت ما سألني عنه ...الخ .

(أخرجه البزار في مسنده (١١٤٥)،وذكره الهيثمي في مجمع الزوائد ١٧٨/٧)

نمبر ﴿9﴾

○عن أبي عبيدة بن الجراح

(أخرجه الطبراني في الدعاء (١٣٢٠)، والخطيب في تاريخه ١٥١/٨)

نمبر ﴿10﴾

○عن أم طفيل امرأة أبي بن كعب:

(أخرجه الشيباني في الآحاد والمثاني ١٥٨٦(٣٣٨٥)،وابن أبي عاصم في السنة ٢٠٥)

نوٹ:ان میں بعض روایات کی اسناد صحیح ،حسن ،ضعیف اور سخت ضعیف بھی ہیں مگر تعدد طرق سے یہ ایک دوسری کی تقویت کا باعث ہیں ،جن کی اصل صحیح ہے۔

اور یہ حدیث ترمذی کی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

فَرَأَيْتُهُ عَزَّوَجَلَّ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ أَنَامِلِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ، فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ. (1)

میں نے اپنے رب عز وجل کو دیکھا اس نے اپنا دستِ قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا کہ میرے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی اسی وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔

امام ترمذی [رحمہ اللہ] فرماتے ہیں: "هذا حديث حسن صحيح. سألت محمد بن اسمعيل عن هذا الحديث، فقال: هذا حديث حسن صحيح."

یہ حدیث حسن صحیح ہے، میں نے امام بخاری سے اس کا حال پوچھا، فرمایا: حسن صحیح ہے۔

اسی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے اسی معراج منامی کے بیان میں رسول اللہ نے فرمایا:

فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ. (2)

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب میرے علم میں آ گئے۔

---

(1) (أخرجه الترمذي في الجامع ۲/۱۵۵(۳۲۴۹)، وأحمد في مسنده ۵/۲۴۳، وابن خزيمة في التوحيد ۵۴۰، ۵۴۱(۳۲۰)، والشاشي في مسنده (۱۳۴۴)، والدارقطني في الرؤياء (۱۷۶. ۱۷۷. ۱۷۹. ۱۸۰)، والطبراني في الكبير ۲۰/۱۰۹ و ۱۴۱(۲۱۶و ۲۹۰)، وفي الدعاء (۱۴۱۹)، وأبو بكر أحمد النجاد في الرد على من يقول القرآن مخلوق ۵۶، وابن عساكر ۳۴/۴۶۶. ۴۶۸، والحكيم ترمذي في نوادر الأصول ۳/۱۲۰، وذكره المزي في تهذيب الكمال ۱۷/۲۰۴، وغيرهم)

(2) (أخرجه الترمذي في الجامع ۲/۱۵۵(۳۲۴۷و ۳۲۴۸)، تقدم تخريجه.)

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ ''شرح مشکوۃ'' میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

پس دانستم هر چه در آسمان ها وهر چه در زمین ها بو د عبارت است از حصول تمامه علوم جزوی و کلی واحاطه آں (1)

پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے، اور جو کچھ زمین میں ہے، یہ تعبیر ہے تمام علوم کے حصول اور ان کے احاطہ سے چاہے وہ علوم جزوی ہوں یا کلی۔

امام احمد مسند اور ابن سعد طبقات اور طبرانی معجم میں بسند صحیح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابویعلی وابن منیع وطبرانی حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی:

لَقَدْ تَرَكْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَيْهِ فِي السَّمَآءِ اِلَّا ذَكَرَلَنَا مِنْهُ عِلْمًا. (2)

نبی ﷺ نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پر مارنے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور ﷺ نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمایا ہو۔

---

(1) اشعة اللمعات: ۱/۳۳۳.

(2)(أخرجه أحمد في مسنده ۵/۱۵۳، و۱۶۲(۲۱۶۸۹)، وابن سعد في الطبقات ۲/۳۵۴، والطبراني في الكبير۱/۴۱۵،۴۱۶ (۱۶۲۴)، والصيداوى فى معجم الشيوخ ۱۴۲، وابن حبان في الصحيح۱/۲۶۷(۶۵)، والطيالسي في مسنده ۶۵(۴۷۹)، و وكيع بن الجراح في الزهد ۲/۴۴۳(۵۲۲)، والدارقطني في العلل الواردة (۱۵۰۲)، والبزار في مسند ه 9/۳۴۱(۳۸۹۷)، والطبري في تفسيره ۷/۱۵۶، ومحمد بن عبد اللّٰه البغدادي في فوائد ابن أخي ميمي الدقاق ۳۳(۸۰)، وأبو الفتح بن أبي الفوارس في جزء التاسع من الفوائد المنتقاة ۲۰(۴۹)[ق]، وأبو طاهر السلفي في كتاب العلم ۱۴۱ (۱۷۱)[ق]، وعباس بن عبد الله الترقفي في حديثه ۴۰(۹۲)[ق]، وابن عبد البر = =

نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض وشرح زرقانی للمواہب میں ہے:

"هذا تمثيل لبيان كل شئ تفصيلا تارة واجمالا اخرى.(1)

یہ ایک مثال دی ہے اس کی کہ نبی ﷺ نے ہر چیز بیان فرمادی، کبھی تفصیلاً اور کبھی اجمالاً۔

مواہب، امام احمد قسطلانی میں ہے:

ولاشك أن الله تعالى قد أطلعه على أزيد من ذلك، وألقى عليه علم الأولين والآخرين.(2)

اور کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس سے زیادہ علم دیا، اور تمام اگلے پچھلوں کا علم حضور اکرم ﷺ پر القاء کیا۔

طبرانی معجم کبیر اور نعیم بن حماد کتاب الفتن اور ابونعیم حلیہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ اللهَ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا

بیشک میرے سامنے اللہ عز وجل نے دنیا

= ≐ في الاستيعاب ۴/۱۶۵۵، وابن عساكر في تاريخه ۴۳/۷/۲۳۷، عن أبي ذر.

○وأخرجه أبو يعلى في مسنده۹/۴۶(۵۱۰۹) والهروي في ذم الكلام و أهله (۵۸۲)، عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه.

وذكرهما الهيثمي في مجمع الزوائد ۸/۱۰۷و۲۶۳و۲۶۴:

وقال :عن أبي ذر، رواه أحمد والطبراني، ورجال الطبراني رجال الصحيح غير محمد بن عبد الله بن يزيد المقرئ، وهو ثقة، وفي اسناد أحمد من لم يسم.

وقال :عن أبي الدرداء، رواه الطبراني، ورجاله رجال الصحيح.

والحافظ في مطالب العالية ۴/۱۲۸وعزاه الى أحمد بن منيع، وأبو يعلى، وقال :رواته ثقات الا أنه منقطع)

(1)(نسيم الرياض ۳/۱۵۳، وشرح الزرقانی ۷/۲۰۶)

(2)(المواهب اللدنية ۳/۵۶۰)

وَاِلٰی مَاھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کَمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ، جَلِیَّانٍ مِنَ اللّٰہِ جَلَّاہُ لِنَبِیِّہٖ کَمَا جَلَّاہُ لِنَبِیِّیْنَ مِنْ قَبْلِہٖ.(1)

اُٹھالی ہے اور میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کچھ ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، اس روشنی کے سبب جو اللہ تعالی نے اپنے نبی کے لئے روشن فرمائی، جیسے محمد ﷺ سے پہلے انبیاء کے لئے روشن کی تھی۔

اس حدیث سے روشن ہے کہ جو کچھ سماوات وارض میں ہے اور قیامت تک ہوگا، اس سب کا علم اگلے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی عطا ہوا تھا اور حضرت عزت عز جلالہ نے اس تمام مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن کو اپنے ان محبوبوں کے پیش نظر فرمادیا، مثلا مشرق سے مغرب تک، سماک سے سمک تک، ارض سے فلک تک، اس وقت جو کچھ ہورہا ہے سیدنا ابراہیم خلیل علیہ الصلوۃ والتسلیم ہزار ہا برس پہلے اس سب کو ایسا دیکھ رہے تھے گویا اس وقت ہر جگہ موجود ہیں۔

ایمانی نگاہ میں یہ نہ قدرت الٰہی پر دشوار اور نہ عزت ووجاہت انبیاء کے مقابل بسیار، مگر وہابی بیچارے جن کے یہاں خدائی کی حقیقت اتنی ہو کہ ایک پیڑ کے پتے گن دیئے وہ آپ ہی ان حدیثوں کو شرک اکبر کہنا چاہیں اور جو آئمہ کرام وعلمائے اعلام ان سے سند لائے، انہیں مقبول مسلم رکھتے آئے، جیسا کہ امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی مصنف خصائص کبریٰ وامام

---

(1)(أخرجه نعيم بن حماد في الفتن ٩،وأبو نعيم في حلية الأولياء٦/١٠١،وابن مندة في التوحيد ١٩٥،وذكره المتقي الهندي في كنز العمال ١١/ ٣٧٨و ٤٢٠(٣١٨١٠و ٣١٩٧١)،وعزاه الى الطبراني وأبو نعيم .

وذكره الهيثمي في مجمع الزوائد ٨/٢٨٧،و قال :رواه الطبراني ورجاله وثقوا على ضعف كثير في سعيد بن سنا ن الرهاوي .قلت:وهومتروك .

شہاب احمد محمد خطیب قسطلانی صاحبِ مواہب لدنیہ وامام ابوالفضل شہاب ابن حجر مکی ہیثمی شارح ہمزیہ وعلامہ شہاب احمد مصری خفاجی صاحبِ نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض وعلامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح مواہب وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ انہیں مشرک کہیں، والعیاذ باللہ رب العالمین .

صحیح مسلم ومسند امام احمد وسنن ابن ماجہ میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

عُرِضَتْ عَلَيَّ أُمَّتِي بِأَعْمَالِهَا حَسَنِهَا وَسَيِّئِهَا.... الخ .(1) میری ساری امت اپنے سب اعمال نیک وبد کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی۔

---

(1)(أخرجه مسلم في الصحيح ۱/۱۰۷(۳۳ ۱۲)،وأحمد في مسنده۵/۱۸۰،وابن ماجه في السنن،في الأدب (۳۶۸۳)،لفظ له ، وابن أبي شيبة۹/۲۹. ۳۰،وفي الأدب (۱۱۴)، وأبو عوانة في مسنده ۱/۳۳۹(۱۲۱۱)،والطيالسي في مسنده ۶۵(۴۸۳)، والبزار في مسنده ۹/۳۵۲ (۳۹۱۶)،وابن خزيمة في صحيحه ۱/۶۴۳(۱۳۰۸)،وابن حبان في الصحيح ۴/۵۱۹،۵۲۰ (۱۶۴۰و۱۶۴۱)،والبغوي في شرح السنة ۲/۳۸۰، ۳۸۱(۴۸۹)، والبخاري في "الأدب المفرد" (۲۳۰)،وابن مندة في التوحيد ۱۹۵ (۴۷۲،۴۷۳)،و مجالس من أماليه (۱۰۳)، وابن المنذر في الأوسط (۲۵۱۸)، وابن شبة في تاريخ المدينة (۶۰)،وعفان بن مسلم في أحاديثه (۵۰)، والبيهقي في "السنن الكبرى"۲/۲۹۱(۳۴۰۵)،وفي الشعب (۱۰۴۱۳)،وفي الأدب (۳۶۵)، وقوام السنة في الحجة في بيان المحجة (۵۰۹)،وفي الدلائل (۲۷۶)،وأبو نعيم في "المسند المستخرج " ۲/۱۵۴ (۱۲۱۴)، وبحشل الواسطي في تاريخ واسط ۱۱۵، وفي الجزء السادس من حديث شيبان بن فروخ وغيره (۹۹)[ق]، والضياء المقدسي في الرواة الأربعة عشر (۳۳)[ق]، وغيرهم . = =

طبرانی اور ضیاء مختارہ میں خذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی، رسول اللہ فرماتے ہیں:

عُرِضَتْ عَلَيَّ أُمَّتِي الْبَارِحَةَ لَدَى هٰذِهِ الْحُجْرَةِ حَتّٰى لَأَنَا أَعْرَفُ بِالرَّجُلِ مِنْهُمْ مِنْ أَحَدِكُمْ بِصَاحِبِهٖ. (1)

گزشتہ رات میری سب امت اس حجرے کے پاس مجھ پر پیش کی گئی، یہاں تک میں ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں، جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانے۔

والحمد لله رب العالمين.

= = كلهم من طريق: يحيى بن يعمر عن أبي ذر. وبعضهم: يحيى بن يعمر عن أبي الأسود الديلي، عن أبي ذر رضي اللّٰه عنه.

(1) (أخرجه الطبراني في الكبير ۳/۱۸۱ (۳۰۵۴، ۳۰۵۵)، وأبو نعيم في معرفة الصحابة ۲/۳۱ (۱۸۷۹)، وابن الأعرابي في معجمه (۱۸۳۹).

وذكره الهيثمي في "المجمع الزوائد" ۱۰/۶۹، وقال: رواه الطبراني، وفيه: زيادة بن المنذر، وهو كذاب. قلت: وتبعه، داود بن الجارود، وهو مجهول الحال.

والمتقي في كنز العمال ۱۱/۴۰۸ (۳۱۹۱۱)، لفظ له، والمناوي في فيض القدير ۴/۴۱۴، وعزاهما الى الطبراني والضياء).

اقوال آئمہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان

امام اجل سیدی بوصیری قدس سرہ ''ام القری'' میں فرماتے ہیں:

وَسِعَ الْعَالَمِیْنَ عِلْمًا وَحِلْمًا . (1) رسول اللہ کا علم اور حلم تمام جہان کو محیط ہوا۔

امام ابن حجر مکی، اس کی شرح ''افضل القری'' میں فرماتے ہیں:

لأن الله تعالٰى أطلعه على العالم ،فعلم علوم الأولين والآخرين ما كان وما يكون . (2)

یہ اس لئے کہ بیشک اللہ عزوجل نے حضور اقدس ﷺ کو تمام جہان پر اطلاع بخشی تو سب اگلے پچھلوں اور وما کان وما یکون کا علم حضور ﷺ کو حاصل ہوگیا۔

امام جلیل قدوۃ المحدثین سیدی زین الدین عراقی استاذِ امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی شرح مہذب میں پھر علامہ خفاجی ''نسیم الریاض'' میں فرماتے ہیں:

انه صلى الله عليه وسلم عرضت عليه الخلائق من لدن آدم عليه الصلوٰة السلام الى قيام الساعة فعرفهم كلهم كما علم آدم الأسماء. (3)

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامِ قیامت تک کی تمام مخلوقاتِ الٰہی حضور ﷺ کو پیش کی گئی، حضور اکرم ﷺ نے جمیع مخلوقات گزشتہ اور آئندہ سب کو پہچان لیا، جس طرح آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھائے گئے تھے۔

---

(1)(المنح المكية في شرح الهمزية المسمّٰى أفضل القرى لقراء أم القرى ۳۰۴)

(2)(أيضاً ۳۰۵)

(3)(نسيم الرياض في شرح شفاء القاضي عياض ۲۰۸/۲،وقال:وذكر العراقي في شرح المهذب)

علامہ عبدالرؤف مناوی "تیسیر" میں فرماتے ہیں:

لأن النفوس القدسية اذا تجردت عن العلائق البدنية اتصلت بالملاء الأعلى ولم يبق لها حجاب فترى وتسمع الكل كالمشاهد.(1)

کیونکہ پاکیزہ جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوکر عالمِ بالا سے ملتی ہیں ان کے لئے کوئی پردہ نہیں رہتا ہے، وہ ہر چیز کو ایسا دیکھتی ہیں اور سنتی ہیں جیسے پاس حاضر ہیں۔

امام ابن الحاج مکی "مدخل" اور امام قسطلانی "مواہب" میں فرماتے ہیں:

قد قال علمائنا رحمة الله عليهم ...... لا فرق بين موته وحياته [أعني] ﷺ في مشاهدته لأمته ومعرفته بأحوالهم [ونياتهم] وعزائمهم وخواطرهم وذلك [عنده] جلي لا خفاء به.(2)

بیشک ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رسول اللہ کی حالت حیات دنیوی اور اس وقت کی حالت میں کچھ فرق نہیں ہے، اس بات میں کہ حضور اکرم ﷺ اپنی اُمت کو دیکھ رہے ہیں، ان کے ہر حال، ان کی ہر نیت، ان کے ہر ارادے، ان کے دلوں کے ہر خطرے کو پہچانتے ہیں، اور یہ سب چیزیں حضور اکرم ﷺ پر ایسی روشن ہیں جن میں اصلاً کسی طرح کی پوشیدگی نہیں۔

ہاں ہاں جل جاؤ اپنے غیظ کی آگ میں جلنے والو!

یہ عقیدے ہیں علمائے ربانیین کے محمد رسول اللہ کی جناب ارفع میں، "جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"۔

---

(1)(التيسير بشرح الجامع الصغير ۱/۵۰۲)

(2)(المدخل ۱/۲۵۸.۲۵۹، والمواهب ۴/۵۸۰)

شیخ شیوخ علمائے ہند مولانا شیخ محقق نوراللہ تعالی مرقدہ المکرّم ''مدارج شریف'' میں فرماتے ہیں:

ذکر کن او را ودرود بفرست بروئے ﷺ وباش درحال ذکر گویا حاضر ست پیش در حالت حیات ومی بینی تو او رامتا دب با جلال وتعظیم وهیبت وحیا بدا نکه وے ﷺ می بیند ومی شنود کلام ترا زیرا که وے ﷺ متصف ست بصفات الله تعالی ویکے از صفات الهی آنست که ''أنا جلیس من ذکرني(1)'' 2

ان کی یاد کرا اور ان پر درود بھیج۔ اور ذکر کے وقت ایسے ہو جاؤ گویا تم ان کی زندگی میں ان کے سامنے حاضر ہو، اور ان کو دیکھ رہے ہو، پورے ادب اور تعظیم سے رہو، ہیبت بھی ہو اور اُمید بھی ، اور جان لو کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں دیکھ رہے ہیں ،اور تمہارا کلام سُن رہے ہیں ، کیونکہ وہ صفات الٰہیہ سے متصف ہیں اور اللہ عزوجل کی ایک صفت یہ ہے کہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔

---

(1)(أخرجه الكلاباذي في بحر الفوائد المسمى بمعاني الأخبار ۲۱۳(۲۲۰) عن أبي موسى الأشعري، ورجاله ثقات غير خلف بن محمد ،وفيه :ضعف .

وأخرجه الكلاباذي في بحر الفوائد المسمى بمعاني الأخبار ۲۱۲(۲۱۹)،عن علي بن أبي طالب ،وفي اسناده داود بن سليمان بن وهب ،وهو مجهول .

وأخرجه الكلاباذي في بحر الفوائد المسمى بمعاني الأخبار ۱۹۴(۲۰۱)،عن أبي هريرة ،وفيه :محمد بن محمد بن الأزهر الأشعري ،وهو مختلف فيه .

وأخرجه الكلاباذي في بحر الفوائد المسمى بمعاني الأخبار ۴(۴)،عن أنس بن مالك .

وذكره السيوطي في ''الدر المنثور ۱/۴۷۰:وعزاه الى ابن أبي شيبة في المصنف و أحمد في الزهد عن كعب .أخرجه البيهقي في الشعب (۶۹۶)، وأبو نعيم في ==

اللہ تعالی کی بے شمار رحمتیں شیخ محقق پر، جب نبی ﷺ کا ہمیں دیکھنا ذکر کیا، بدانکہ بڑھایا تا کہ اسے کوئی گویا کے نیچے داخل سمجھے۔

غرض ایمانی نگاہوں کے سامنے اس حدیث پاک کی تصویر کھینچ دی کہ:

اُعْبُدِ اللہ کَأَنَّکَ تَرَاہُ فَإِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَإِنَّہٗ یَرَاکَ. (1)

اللہ تعالی کی عبادت کر، گویا تو اسے دیکھ رہا اور ہے اور اگر اسے نہ دیکھے تو وہ یقیناً تجھے دیکھتا ہے۔ [جلا جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم]

نیز فرماتے ہیں:

هر چه در دنیا ست از زمان آدم تا او ان نفحه اولی بر وے ﷺ منکشف ساختند، تا همه احوال را از اول تا آخر معلوم کرد ویاران خود را نیز از بعضے ازاں احوال خبر داد. 2

جو کچھ دنیا میں زمانہ آدم علیہ السلام سے پہلے صور کے پھونکے جانے تک ہے اُن ﷺ پر منکشف کر دیا یہاں تک کہ انہیں اول سے آخر تک تمام احوال معلوم ہو گئے، انہوں نے بعض اصحاب کو ان احوال میں سے بعض کی اطلاع دی۔

= الحلية ٦/٣٧ الى ٤٢، وابن أبي شيبة في المصنف ١٠٨/١،و٧/٣٧ في كلام موسى عليه السلام . وعن جابر رواه ابن شاهين في الترغيب في الذكر كما في كنز العمال ٢٢١/١ (١٨٦٥). قلت:والحديث في الصحيحين "أنا عند ظن عبدي بي ، وأنا معه اذا ذكرني ..." وانظر :المقاصد الحسنة ١١٩. ١٢٠، كشف الخفاء ٢٣٢/١وغيرهما .

②مدارج النبو ت٦٢١/٢،مركز أهل سنت بر كاتِ رضا ، گجرات، هند

(1)(أخرجه البخاري في الصحيح ١٢/١، ومسلم في الصحيح ٢٩/١،وغيرهما)

②مدارج النبوت١٤٤/١، مركز اهل سنت بركاتِ رضا، گجرات ،هند

نیز فرماتے ہیں:

﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ وے ﷺ دانا ست برهمه چیز از شیونات وذات الهی واحکام صفات حق واسماء وافعال وآثار وجمیع علوم ظاهر وباطن اول وآخر احاطه نموده ومصداق، ﴿فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ﴾ شده علیه من الصلوة افضلها ومن التحیا ت اتمها واکملها. 2

﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [الأنعام: ۱۰۱] اور وہ ﷺ سب چیزوں کے جاننے والے ہیں۔ احوال ذات الٰہی، احکام صفات حق، اسماء، افعال، اور آثار، تمام علوم ظاہر و باطن، اول و آخر کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور ﴿فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ﴾ [یوسف: ۷۶] کے مصداق ہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی ''الحرمین'' میں لکھتے ہیں کہ:

فاض علي من جنابه المقدس صلى الله عليه وسلم كيفية ترقى العبد من حيزه الى حيز القدس فيتجلى له حينئذ كل شئ كما أخبر عن هذا المشهد في قصة المعراج المنامي. (2)

حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ اقدس سے مجھ پر اس حالت کا علم فائض ہوا کہ بندہ اپنے مقام سے مقام قدس تک کیونکر ترقی کرتا ہے کہ اس پر ہر چیز روشن ہو جاتی ہے جس طرح حضور اقدس ﷺ نے اپنے اس مقام سے معراج خواب کے قصے میں خبر دی۔

قرآن وحدیث واقوال ائمہ قدیم [متقدمین] وحدیث سے اس مطلب پر دلائل بے شمار ہیں اور

---

1 مدراج النبوت ۱/ ۲.۳، مرکز اهل سنت برکاتِ رضا، گجرات، هند

(2) (فیوض الحرمین ۱۶۹، ایچ ایم سعید کراچی)

خدا انصاف دے تو یہی اقل قلیل (1) کہ مذکور ہوئے بسیار ہیں۔

غرض شمس وامس کی طرح روشن ہوا کہ عقیدہ مذکورہ زید کو معاذ اللہ کفر وشرک کہنا خود قرآنِ عظیم پر تہمت رکھنا اور احادیثِ صحیحہ، صریحہ، شہیرہ کثیرہ کو رَد کرنا، اور بہ کثرت آئمہ دین واکابر علمائے عاملین واعاظم اولیائے کاملین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، یہانتک کہ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز صاحب کو بھی عیاذاً باللہ کافر ومشرک بنانا، اور بحکم ظواہر احادیث صحیحہ وروایاتِ معتمدہ فقہیہ خود کافر ومشرک بننا ہے۔

اس کے متعلق احادیث وروایات واقوال آئمہ وترجیحات وتصریحات فقیر کے رسالہ "النهى الاكيد عن الصلوة وراء عدى التقليد، ورسالہ" الكوكبة الشهابية على كفريات ابى الوهابية" وغیرہما میں ملاحظہ کیجئے۔

افسوس کہ ان شرک فروش اندھوں کو اتنا نہیں سوجھتا کہ علمِ الٰہی ذاتی ہے اور علمِ خلق عطائی۔ وہ واجب یہ ممکن، وہ قدیم یہ حادث، وہ نامخلوق یہ مخلوق، وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضروری البقایہ جائز الفنا، وہ ممتنع التغیر (2) یہ ممکن التبدل (3)۔

ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمال شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنوں کو، بصیرت کے اندھے اس علم ما کان وما یکون بمعنی مذکورہ ثابت جاننے کو معاذ اللہ علمِ الٰہی سے مساوات مان لینا سمجھتے ہیں حالانکہ العظمۃ للہ علمِ الٰہی تو علمِ الٰہی جس میں غیر متناہی علوم تفصیلی فراوانی بالفعل کے غیر متناہی سلسلے غیر متناہی یا وہ جسے گویا مصطلح (4) حساب کے طور پر غیر متناہی کا مکعب (5) کہیے بالفعل وبالدوام ازلاً ابداً موجود ہیں۔

---

(1) (اقل قلیل: تھوڑے سے تھوڑا) (2) (مُمْتَنِعُ التَّغَيُّرْ: تغیر سے پاک، جس میں تبدیلی نہ ہو سکے)
(3) (مُمْكِنُ التَّبَدُّلُ: جس میں تبدیلی ہو سکے) (4) (مُصْطَلَحْ: اصطلاح کیا ہوا)
(5) (مُكَعَّبُ: وہ جس کی لمبائی چوڑائی اور گہرائی برابر ہو)

یہ شرق تا غرب وسماوات وارض وعرش تا فرش وما کان وما یکون من اول یوم الی اخر الأیام سب کے ذرّے ذرّے کا حال تفصیل سے جاننا وبالجملہ جملہ مکتوبات لوح ومکنوناتِ قلم کو تفصیلاً محیط ہونا، علوم محمد رسول اللہ ﷺ سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے، یہ تو ان کے طفیل سے ان کے بھائیوں حضرات مرسلین کرام علیہ وعلیہم افضل الصلوۃ واکمل السلام بلکہ اُن کی عطا سے ان کے غلاموں، بعض اعاظم اولیائے عظام قدست اسرارہم کو ملا، اور ملتا ہے۔

ہنوز علوم محمدیہ میں وہ بحار زخار ناپید کنار ہیں جن پر ان کی فضیلت کلیہ اور فضیلت مطلقہ کی بناء ہے۔ اللہ عزوجل کی بے شمار رحمتیں امام اجل محمد بوصیری شرف الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ پر، جو قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ" (1)

یعنی یارسول اللہ! دنیا وآخرت دونوں حضور کے خوانِ جودوکرم سے ایک ٹکڑا ہیں اور لوح وقلم کا تمام علم جن میں ما کان وما یکون مندرج ہے حضور اکرم ﷺ کے علوم سے ایک حصہ ہے۔ صلی اللہ تعالی علیک وسلم وعلی الک وصحبک وبارک وسلم۔

مولانا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری زُبدہ شرح بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

توضیحہ بان المراد بعلم اللوح ما اثبت فیہ من النقوش القدسیۃ الصور الغیبیۃ وبعلم القلم بہ کما شاء والاضافۃ لادنی ملابسۃ وکون علمھما من علومہ تتنوع الی

یعنی توضیح اس کی یہ ہے کہ علوم سے مراد نقوشِ قدس وصور غیب ہیں جو اس میں منقوش ہوئے اور قلم کے علم سے مراد وہ ہیں جو اللہ عزوجل نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھے، ان دونوں کی طرف علم کی اضافت ادنیٰ

---

(1) (قصیدۃ البردۃ مع الزبدۃ ۱۱۶)

الكليات والجزئيات وحقائق ودقائق وعوارف ومعارف يتعلق بالذات والصفات وعلمهما يكون سطرا من سطور علمه ونهرا من بحور علمه ثم مع هذا هو من بركة وجوده صلى الله عليه وسلم.(1)

علاقے یعنی محلیت نقش واثبات کے باعث ہے اوران دونوں میں جس قدر علوم ثبت ہیں ان کا علم علوم محمدیہ ﷺ سے ایک پارہ ہونا، اس لئے کہ حضور اقدس ﷺ کے علوم بہت اقسام کے ہیں، علوم کلیہ ،علوم جزئیہ ، علوم حقائق اشیاء وعلومِ اسرار خفیہ اور وہ علوم اور معرفتیں کہ ذات وصفات حضرت عزت جل جلالہ سے متعلق ہیں اورلوح وقلم کے جملہ علوم علومِ محمدیہ ﷺ کی سطروں سے ایک سطر، اور ان کے دریاؤں سے ایک نہر ہیں، پھر بہ ایں ہمہ وہ حضوراکرم ﷺ ہی کی برکت وجود سے تو ہیں، کہ اگر حضوراکرم ﷺ نہ ہوتے تو نہ لوح وقلم ہوتے نہ ان کے علوم، صلی اللہ تعالی علیہ الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

منکرین مریض القلب وعریض الصلب (2) اسی پر اپنا پیٹ پھاڑے مرے جاتے تھے کہ ہائے ہائے محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے روز اول سے قیامت تک کے تمام ماکان ومایکون کا علم تفصیلی مانا جاتا ہے اب نصیبوں کو سر پر ہاتھ دھر روئیں کہ بحمد اللہ تعالی وہ جمیع علم ماکان وما یکون علوم، محمد

---

(1)(الزبدة العمدة في شرح البردة صفحه ١١٧، خير فور، سند ھ ، باكستان)

(2)(مريض القلب وعريض الصلب :جن کے دل بیمار اور نسل پھیلی ہوئی ہے)

رسول اللہ ﷺ کے عظیم سمندروں سے ایک نہر بلکہ بے پایاں موجوں سے ایک لہر قرار پاتا ہے۔

﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الصافات: ۱۸۲]. ﴿وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ [غافر: ۷۸] ﴿فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا﴾ [البقرة: ۱۰]. ﴿وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ﴾ [هود: ۴۴].

نصوص حصر

یعنی جن آیات واحادیث میں ارشاد ہوا کہ علم غیب خاصہ خدا تعالی ہے، مولی عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا، قطعاً حق اور بحمد اللہ تعالی مسلمان کے ایمان ہیں مگر منکر مستکبر (1) اپنے دعوی باطلہ پر ان سے استدلال اور اس کی بنا پر حضور پُر نور ﷺ کے علم ما کان وما یکون بمعنی مذکور ماننے والے پر حکم کفر وضلال، نصِ جنون وخام خیال بلکہ خود مستلزم (2) کفر وضلال ہے۔

علم بہ اعتبارِ منشا دو قسم کا ہے، ذاتی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو۔ اور عطائی، کہ اللہ عزوجل کا عطیہ ہو، اور بہ اعتبارِ متعلق بھی دو قسم ہے:

علم مطلق یعنی محیطِ حقیقی، تفصیلی فعلی فروانی کی جمیع معلوماتِ الٰہیہ عز وعلاء کو جن میں غیر متناہی معلومات کے سلاسل وہ بھی غیر متناہیہ وہ بھی غیر متناہی بار داخل۔ اور خود کنہ (3) ذاتِ الٰہی و احاطہ ءتام صفاتِ الٰہیہ نا متناہی سب کو شامل فرداً فرداً تفصیلاً مستغرق ہو اور مطلق علم یعنی جاننا، اگر محیط باحاطہ حقیقیہ نہ ہو۔ ان تقسیمات میں علمِ ذاتی وعلمِ مطلق یعنی مذکور بلاشبہ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہیں اور ہرگز کسی غیر خدا کے لیے ان کے حصول کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

---

(1) (**مُسْتَكْبِرُ**: متکبر، غرور کرنے والا)

(2) (**مُسْتَلْزِمُ**: کوئی کام اپنے اوپر لازم کرنے والا)

(3) (**کُنه**: کسی چیز کی انتہا، تہہ، حقیقت)

ہم ابھی بیان کر آئے ہیں کہ علم ما کان و ما یکون بمعنی مسطور(1) اگر چہ کیسا ہی تفصیلی بروجہ اتم واکمل ہو علوم محمد یہ کی وسعتِ عظیمہ کو نہیں پہنچتا پھر علوم محمد یہ تو علوم الٰہیہ ہیں جل وعلا و ﷺ، اور مطلق علم ہر گز حضرت عز وعلا سے خاص نہیں بلکہ قسم عطائی تو مخلوق ہی کے ساتھ خاص ہے۔

مولیٰ عز وجل کا علم عطائی ہونے سے پاک ہے، نصوصِ حصر میں یقیناً قطعاً وہی قسم اوّل مراد ہو سکتی ہے نہ کہ قسم اخیر، اور بداہۃً ظاہر کہ علم تفصیلی جملہ ذرّات ما کان و ما یکون بمعنی مزبور(2) بلکہ اس سے ہزار در ہزار زیدو افزوں علم بھی کہ بہ عطائے الٰہی مانا جائے، اسی قسم اخیر سے ہوگا، تو نصوصِ حصر کو مدعائے مخالف سے اصلاً مَس نہیں بلکہ وہ اس کی صریح جہالت پر نص ہے۔ وللہ الحمد، یہ معنی بآنکہ خود بدیہی وواضح ہے، آئمہ دین نے اس کی تصریح بھی فرمائی۔

امام اجل ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ تعالی علیہ، اپنے فتاوی، پھر امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اپنے فتاوی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

لا یعلم ذلك استقلا لا وعلم احاطة بكل المعلومات الا الله أما المعجزات والكرامات [فحصلت] فباعلام الله [للأنبياء والأولياء] لهم علمت وكذا ماعلم باجراء العادة. (3)

یعنی آیت میں غیر خدا سے نفی علم غیب کے یہ معنی ہیں کہ غیب اپنی ذات سے بے کسی کے بتائے جاننا اور ایسا علم کہ جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو محیط ہو جائے یہ اللہ تعالی کے سوا کسی کو نہیں، رہے انبیاء کے معجزے اور اولیاء کی کرامتیں، یہ تو اللہ عز وجل کے بتانے سے انہیں علم ہوا ہے یوں ہی وہ باتیں کہ عادت کی مطابقت سے جن کا علم ہوتا ہے۔

---

(1)(مسطور: اوپر لکھا ہوا) (2)(مزبور: اوپر لکھا ہوا)

(3)(الفتاوی نووی ۱۷۳، الفتاوی الحدیثیہ ۳۱۳، وفي نسخة ۲۲۳)

مخالفین کا استدلال محض باطل وخیال محال ہونا تو یہیں سے ظاہر ہو گیا، مگر فقیر نے اپنے رسائل میں ثابت کیا ہے کہ یہ استدلال ان ضلال کے خود اقراری کفر وضلال کا تمغہ ہے، نیز انہی میں روشن کیا کہ خلق کے لئے ادعائے علم غیب پر فقہا کا حکمِ کفر بھی درجہ اولائے حقیقت حق میں اسی صورت علمِ ذاتی اور درجہ اخرائے طرزِ فقہا میں علم مطلق بمعنی مرقوم (1) کے ساتھ مخصوص ہے، جیسا کہ محققین کے کلام میں منصوص (2) ہے۔

بکر پر مکر کا وہ زعمِ مردود جس میں حضور ﷺ کی نسبت [کچھ نہیں جانتے] کا لفظ ناپاک ہے، وہ بھی کلمہ کفر وضلال بیباک ہے۔

بکر نے جس عقیدے کو کفر وشرک کہا اور اس کے رد میں یہ کلام بدفرجام (3) بکا، خود اسی میں تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت حق جل شانہ نے یہ علم عطا فرمایا ہے، لاجرم بکر کی یہ نفی مطلق شامل علم عطائی بھی ہے اور خود بعض شیاطین الانس کے قول سے استناد بھی اس تعلیم پر دلیل جلی ہے کہ اس قول میں خواہ یوں اور خواہ یوں، دونوں صورت پر حکمِ شرک دیا ہے۔ اب اس لفظ قبیح کے کلمہ کفرِ صریح ہونے میں تامل ہو سکتا ہے؟۔

قرآن عظیم کی روشن آیتوں کی تکذیب بلکہ سارے قرآن کی تکذیب، رسالتِ نبی ﷺ کا انکار بلکہ نبوتِ تمام انبیاء کا انکار، سید عالم ﷺ کی تنقیص مکان بلکہ رب العزۃ جلالہ کی توہین شان۔ ایک دو کفر ہوں تو گنے جائیں۔ والعیاذ باللہ رب العالمین.

یوں ہی اس کا قول بدتر از بول کہ "اپنے خاتمے کا بھی حال معلوم نہ تھا" صریح کلمہ کفر وخسار اور بے شمار آیاتِ قرآنیہ واحادیث متواترہ کا انکار ہے۔

---

(1) (مَرْقُوْم : لکھا گیا، لکھا ہوا)

(2) (مَنْصُوْص : تحقیق کیا گیا، ظاہر کیا گیا، کمال تحقیق کو پہنچا ہوا)

(3) (بَدْ فَرْجَام : انتہائی برا کلام، یعنی ایسی بات جو انتہائی بری ہے)

آیۃ کریمہ

﴿لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ﴾ (1) مع حدیث صحیحین بخاری ومسلم کے، بحمد اللہ ان مردودوں کی خاص صف اشکنی کیلئے اُتری اور مروی مدون ہوئی اوپر گزری۔

بعض اور سنیے! قال اللہ تعالی:

﴿وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی﴾ (2) اے نبی! بیشک آخرت تمہارے لیے دُنیا سے بہتر ہے۔

وقال اللہ تعالی:

﴿وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی﴾ (3) بیشک نزدیک ہے تمہارا رب تمہیں اتنا عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔

وقال اللہ تعالی:

﴿یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ﴾ (4) جس دن اللہ رُسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے صحابہ کو ان کا نور ان کے آگے اور داہنے جولان [دوڑے گا] کرے گا۔

وقال اللہ تعالی:

﴿عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (5) قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں تعریف کے مکان میں بھیجے گا، جہاں اولین وآخرین سب تمہاری حمد کریں گے۔

---

(1)[سورۃ الفتح:۲] (2)[سورۃ الضحی:۴]

(3)[سورۃ الضحی:۵] (4)[سورۃ التحریم :۸]

(5)[سورۃ الاسراء :۷۸]

وقال اللہ تعالی:

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَیَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا﴾ (1)

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنی مشیت سے تمہارے لیے اس خزانہ وباغ سے (جس کی طلب یہ کافر کررہے ہیں) بہتر چیزیں کر دیں جنتیں جن کے نیچے نہریں رواں اور وہ تمہیں بہشت بریں کے اونچے اونچے محل بخشے گا۔

علی قراء ة الر فع قراة بن کثیر و ابن عا مر وروایة أبي بکر عن عاصم. الی غیر ذلك من الآیا ت.

"یجعل" کو مرفوع پڑھنے کی تقدیر پر جو کہ ابن کثیر اور ابن عامر کی قرأت ہے اور ابوبکر کی عاصم سے روایت ہے اس کے علاوہ اور بھی متعدد آیات ہیں۔

اور احادیثِ کریمہ میں تو جس تفصیلِ جلیل سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و خصائص وقتِ وفاتِ مبارک و برزخ مطہر و حشر منور و شفاعت و کوثر و خلافتِ عظمٰی و سیادتِ کبرٰی و دُخولِ جنان و رویتِ رحمان وغیرہا وارد ہیں، انہیں جمع کیجئے تو ایک دفتر طویل ہوتا ہے۔

یہاں صرف ایک حدیث تبرکا سن لیجئے۔

جامع ترمذی شریف میں انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

[أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا إِذَا بُعِثُوْا] "وَأَنَا قَائِدُهُمْ إِذَا وَفَدُوْا، وَأَنَا خَطِيْبُهُمْ إِذَا

جب لوگوں کا حشر ہوگا تو سب سے پہلے میں مزار اطہر سے باہر تشریف لاؤں گا، اور میں

---

(1) [سورة الفر قان:١٠]

أَنْصَتُوا، وَأَنَا مُسْتَشْفِعُهُمْ إِذَا حُبِسُوا، وَأَنَا مُبَشِّرُهُمْ إِذَا أَيِسُوا، اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِي، وَلِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِي، وَأَنَا أَكْرَمُ وَلَدِ آدَمَ عَلٰى رَبِّي يَطُوفُ عَلَيَّ أَلْفُ خَادِمٍ، كَأَنَّهُمْ بَيْضٌ مَكْنُونٌ، أَوْ لُؤْلُؤٌ مَنْثُورٌ، [شرح السنة]". (1)

ان کا قائد ہوں گا جب وہ وفد بن کر آئیں گے، اور جب وہ سب دم بخود ہوں گے تو میں ان کا خطبہ خواں ہوں گا، اور جب وہ روکے جائیں گے میں ان کا شفاعت خواہ ہوں گا، اور جب وہ نا اُمید ہوں گے تو میں ان کا بشارت دینے والا ہوں گا، عزت اور تمام کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی، لوء الحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا، بارگاہ عزت میں میری عزت تمام اولاد سے زائد ہے ہزار خدمت گار میرے اردگرد گھومیں گے گویا وہ گرد وغبار سے پاکیزہ انڈے ہیں محفوظ رکھے ہوئے یا جگمگاتے موتی ہیں بکھیرے ہوئے۔

---

(1) (أخرجه الترمذي في الجامع ٢/٢٠١، وفي نسخة ٩٩٨: (٣٦١٩)، والبغوي في شرح السنة ١٣/٢٠٣ (٣٦٢٤)، وفي الأنوار في شمائل النبي المختار (٦٦)، والدارمي في السنن ١/ ٣٩، ٤٠، وأبو يعلى في مسنده ١/١٤٧، والخلال في السنة ١/٢٠٨، والبزار في مسنده (٦٥٢٣)، والقروني في التدوين ١/٢٣٤، والأصبهاني في الدلائل ١٣، والبيهقي في الدلائل ٥/٤٨٣، وابن أبي حاتم في تفسيره (١٦٨٦٢)، والخرائطي في مكارم الأخلاق (٥٠٨)، وابن عبد البر في الاستذكار (١٣٠٢)، والديلمي في الفردوس ١/٧٩ (١٢٠)، وأبو القاسم الأزجي في الثاني من الفوائد المنتقاة ٣٦ (٨٨) [ق]، وأبو الحسن بن طلحه في فوائد أبي عبد الله النعالي ٥٧ (٩٣) [ق] = =

بالجملہ بکر پر مکر کے گم راہ و بد دین ہونے میں اصلاً شبہ نہیں، اور اگر کچھ نہ ہوتا تو صرف اتنا ہی کہ تقویۃ الایمان پر جو حقیقتاً تفویۃ الایمان ہے اس کا ایمان ہے، یہی اس کا ایمان سلامت نہ رکھنے کو بس تھا، جیسا کہ فقیر کے رسالہ "الکوکبة الشهابية" وغیر ہا کے مطالعہ سے ظاہر ہے

اِذَا كَانَ الْغُرَابُ دَلِيْلَ قَوْمٍ سَيَهْدِيْهِمْ طَرِيْقَ الْهَالِكِيْنَا (1)

"جب کوا کسی قوم کا رہبر ہو تو وہ اس کو ہلاکت کی راہ پر ڈال دے گا"، والعياذ بالله تعالى.

= =والسبكى في معجم الشيوخ (٣١٥)، وغيرهم . وقال الترمذي :هذا حديث حسن غريب .وقال البغوي :هذا حديث غريب .

قلت :قد روي عن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه قال :قال رسول الله ﷺ :أنا سيد ولد آدم يوم القيامة ، وأول من ينشق عنه القبر ، وأول شافع ، وأول مشفع . أخرجه مسلم في الصحيح ،في كتاب الفضائل (٥٨٩٩)،البغوي في شرح السنة ١٣/٢٠٣،٢٠٤ (٣٦٢٥)،وفي الأنوار في شمائل النبي المختار (٦٣)،وأبو داود في السنن ،في كتاب السنة (٤٦٧٣)، والبيهقي في الشعب (١٤٠٣)، والذهبي في معجم الشيوخ ٢٤٥، ومحمد بن فضيل في حديث أبي الفوارس الصابوني ٢٠(٤٧) [ق]وغيرهم .

○ وروي عن أبي بن كعب رضي الله تعالى عنه ،قال :قال رسول الله ﷺ :اذا كان يوم القيامة كنت امام النبيين وخطيبهم وصاحب شفاعتهم غير فخر .

أخرجه الترمذي في الجامع ٩٩٩(٣٦٢٢)، وابن ماجه في السنن في الزهد (٤٣١٤)، وأحمد في مسنده ٥/١٣٧،و١٣٨،وابن المبارك في الزهد (١٥٩٤)،وابن أبي شيبة في المصنف (٣٠٩٥٨)،وعبد بن حميد في مسنده (١٧٢)،وابن أبي عاصم في السنة (٦٤٩)،والشاشي في مسنده (١٣٦٩)،و(١٣٧١)، و(١٣٧٢) ،والحاكم في المستدرك ١/٢٥١(٢٤٨، ٢٤٩)،والمقدسي في المختارة (١٠٩٢)،والبيهقي في الدلائل ٥/٤٨٠، والقزويني في التدوين١/١٦٧،وابن عدي في الكامل٥/٢٠٨وغيرهم .

(1)(تفسير روح البيان ،سورة الكهف ٥/٢٨٩، فيه [سيهديهم الى أرض الجياف]

رہا وہ ذریتِ شیطان کے اپنے اس بزرگِ لعین کے علمِ ملعون کو علمِ اقدس حضور پرنور عالم ما کان وما یکون ﷺ سے زائد کہے، اس کا جواب اس کفرستان ہند میں کیا ہوسکتا ہے ان شاء اللہ القہار روزِ جزا وہ ناپاک نانجار اپنے کیفر کفری گفتار کو پہنچے گا

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾(1) اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کونسی کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

یہاں اسی قدر کافی ہے کہ یہ ناپاک کلمہ صراحتاً محمد رسول اللہ ﷺ کو عیب لگانا ہے، اور حضور ﷺ کو عیب لگانا کلمہ کفر نہ ہوا تو کیا کلمہ کفر ہوگا۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾(2) اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دُکھ کی مار ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾(3) جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو، اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی ہے دنیا اور آخرت میں، ان کے لئے تیار رکھی ہے ذلت والی مار۔

شفاء امامِ اجل قاضی عیاض اور شرح علامہ شہاب خفاجی مسمّی بہ نسیم الریاض میں ہے:

(جميع من سب النبي ﷺ) بشتمه (أوعابه) هو أعم من السب فان من قال فلان أعلم منه ﷺ فقد عابه یعنی جو شخص نبی ﷺ کو گالی دے یا حضور کو عیب لگائے اور یہ گالی دینے سے عام تر ہے کہ جس نے کسی کی نسبت کہا کہ فلاں کا علم

---

(1)[الشعراء:۲۲۷]

(2)[التوبة ٦١]

(3)[الأحزاب :۵۷]

ونقصه ولم يسبه.... (فهو ساب والحكم فيه حكم الساب)...من غير فرق بينهما...(لا نستثنى)..منه (فصلا) أي صورة ...(ولا نمترى) (فيه تصريحا كان أو تلويحا...(وهذا كله اجماع من العلماء وأئمة الفتوى من لدن الصحابة رضي الله تعالى عنهم الى هلم جرا)، اھ مختصرا.(1)

نبی ﷺ کے علم سے زیادہ ہے، اس نے ضرور حضور کو عیب لگایا حضور کی توہین کی۔ اگرچہ گالی نہ دی، یہ سب گالی دینے کے حکم میں ہے ان کے اور گالی دینے والے کے حکم میں کوئی فرق نہیں۔ نہ ہم اس سے کسی صورت کا استثنا کریں، نہ اس میں کوئی شک وتردد کو راہ دیں، صاف صاف کہا ہو یا کنایہ سے، ان سب احکام پر تمام علماء اور آئمہ فتوی کا اجماع ہے کہ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے آج تک برابر چلا آیا ہے۔

نسئل الله العفو والعافية في الدنيا والاخرة ونعوذ به من الحور بعد الكور ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم.

وصلى الله تعالى على سيد المرسلين محمد واله وصحبه أجمعين والحمد لله رب العالمين .والله سبحانه وتعالى أعلم.

ہم اللہ تعالی سے دنیا اور آخرت میں معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں اور کثرت وقلت سے اس کی پناہ چاہتے ہیں، نہ کوئی طاقت ہے اور نہ ہی کوئی قوت مگر بلندی وعظمت والے۔

اللہ کی توفیق سے، اور درود نازل فرمائے اللہ تعالی رسولوں کے سردار پر، اور آپ کی آل اور تمام اصحاب پر اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں، اور اللہ سبحانہ وتعالی خوب جانتا ہے۔

---

(1)(نسيم الر يا ض في شرح شفاء القاضي عياض ۴/۳۳۵،۳۳۶)

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس سوال کے ورود پر ایک مبسوط (1) کتاب بحر عباب (2) منقسم بہ چار باب، مسمّٰی بہ نام تاریخی " مالئ الجیب بعلوم الغیب" کی طرح ڈالی۔

باب اول: نصوص یعنی فوائد جلیلہ ونفائس جزیلہ کہ ترصیف (3) دلائل اہلسنت کے مقدمات ہوں، اور تذییف (4) اوہام نجدیت کے ممدات (5)۔

باب دوم: نصوص یعنی اپنے مدعا پر دلائل جلائل قرآن وحدیث واقوال آئمہ قدیم وحدیث۔

باب سوم: عموم وخصوص کہ احاطہ علوم محمدیہ میں تحریر محل نزع کرے، اور مقام ومرام سے مزخرفاتِ نجدیہ (6) کی محض بیگانگی کا ثبوت دے۔

باب چہارم: قطع اللصوص یعنی اس مسئلے میں تمام مہملات نجدیہ (7) ونو وکہن (8) کی سر فگنی (9) وتکبر شکنی، مگر فصوص ونصوص کے ہجوم ووفور نے ظاہر کر دیا کہ اطاعت تا حد ملالت (10) متوقع، لہذا باذن اللہ تعالی نفع عامہ کے لئے اس بحر ذخار سے ایک گوہر شہوار لامع الانوار گویا خزائن الاسرار سے درمختار مسمی بہ نام تاریخی " اللؤلؤ المکنون في علم البشير ماکان ومایکون " چن لیا، جس نے جمع وتلفیق (11) کے عوض نفع وتحقیق کی طرف بحمد اللہ زیادہ رخ کیا، اس کے ایک ایک نور نے نور السموات والارض جل جلالہ کی عون (12) سے وہ تابشیں دکھائیں کہ ظلمات نجدیت باطلہ ووہابیت عاطلہ (13) دود ساں کافور ہوتی نظر آئیں۔

---

(1) (مَبْسُوْط: پھیلی ہوئی، کشادہ، فراخ) (2) (عباب: طوفان کا چڑھاؤ) (3) (ترصیف: ایک دوسرے سے ملے ہوئے) (4) (تزییف: کھوٹے اوہام) (5) (ممدات: مدد کرنے والے، مددگار، معاون) (6) (مُزخرفات: جھوٹی باتیں) (7) (مُہمَلات نجدیہ: وہابیوں کی فضول باتیں، بیہودہ گوئیاں) (8) (نو وکُہَن: نئے اور پرانے) (9) (سَر فگنی: فگن ڈالنے والے، پھینکنے والے) (10) (مَلالت: رنج، گلفت، اُداسی) (11) (تلفیق: معاملات کی درستگی) (12) (عَون: مدد) (13) (عاطلہ: ہر وہ چیز جس کو رائج کر کے چھوڑ دیا جائے)

یہ چند حرفی فتوی کہ اس کے لمعات (1) سے ایک مختصر شعشعہ (2) اور بلحاظ تاریخ بنام " انباء المصطفیٰ بحال سر وأخفی" مسمّٰی ہے۔ اس کے تمام اشارات خفیہ کا بیان مفصل اسی پر محول (3) ذی علم ماہر تو ان ہی چند حروف سے ان شاء اللہ تعالی سب خرافات وجزافاتِ مخالفین کو کیفر (4) چشانی کر سکتا ہے مگر جو صاحب تفصیل کے ساتھ دست نگر ہوں بعونہ تعالی رسائل مذکورہ کے لالی متلالی (5) سے بہرہ ور ہوں۔

حضرات مخالفین سے بھی گزارش ہے کہ اگر توفیق الٰہی مساعدت (6) کرے یہی حرف مختصر ہدایت کرے تو ازیں چہ بہتر، ورنہ اگر بوجہ کوتاہی فہم وغلبہ وہم وقلتِ تدرّب وشدتِ تعصب اپنی تمام جہالت فاحشہ کی پردہ دری ان مختصر سطور میں نہ دیکھ سکیں، تو اسی مہر جہاں تاب کا انتظار کریں جو بہ عنایتِ الٰہی واعانتِ رسالت پناہی ﷺ ان کی تمام ظلمتوں کی صبح کر دے گا۔

ان کا ہر کاسہ سوال آبِ زلال (7) ردو ابطال (8) سے بھر دے گا۔

أَلَا ﴿إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ﴾ [ھود ۸۱] وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ أُنیب.

کیا فائدہ کہ اس وقت آپ کی خواب غفلت کچھ ہذیات (9) کا رنگ دکھائے اور جب صبح ہدایت اُفقِ سعادت سے طالع ہو تو کھل جائے کہ:

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

---

(1) (لَمْعَات : نور، روشنی، چمک) (2) (شَعْشَعَہ : چمک، یعنی اس کے نور سے ایک مختصر چمک، یا اس کی کرنوں سے ایک مختصر چمک ہے) (3) (مُحَوَّل : حوالے کیا گیا، سپرد کیا گیا، حوالہ دیا گیا)

(4) (کَیْفَر : سزا، پاداش، برے کام کا بدلہ) (5) (لالی متلالی: عزت، آبرو، عزت وآبرو دینے والا)

(6) (مُسَاعَدَت : یاری، یاوری، اعانت، مدد) (7) (زلال : گرنا)

(8) (ردو ابطال: باطل کرنا، غلط قرار دینا) (9) (ھذیات : بیہودہ گوئی)

معہذا طائفہ ارانب وثعالب (1) کو یہی مناسب کہ جب شیر ژیاں (2) کو چہل قدمی کرتا دیکھ لیں سامنے سے ٹل جائیں، اپنے اپنے سوراخوں میں جان چھپائیں، نہ یہ کہ اس وقت اس کے خرام نرم (3) پر غرہ (4) ہو کر غرائیں، اس کی آتش غضب کو بھڑکائیں اپنی موت اپنے منہ بلائیں۔

نصیحت گوش کن جانان کہ از جان دور تر خواہند
شغالان ہزیمت مند خشم سیر ھیجارا

اے دوست! نصیحت سن کہ اپنی جان سے دور چاہتے ہیں شکست پسند گیدڑ بپھرے ہوئے شیر کے غصے کو۔

أقول قولی هذا واستغفر الله لي ولسائر المؤمنين والمؤمنات والصلوات الزاكيات والتحيات الناميات على سيدنا محمد نبی المغيبات مظهر الخفيات وعلى اله وصحبه الاكارم السادات والله سبحانه تعالى أعلم وعلمه جل مجده وأتم وأحكم.

كتبه

عبده المذنب **احمد رضا البريلوی** عفی عنه

بمحمد ن المصطفى النبي الأمي صلى الله تعالى عليه وسلم.

تخريج و تسهيل

أحقر العباد: محمد ارشد مسعود عفی عنه

17/01/2011

---

(1) (ارانب وثعالب: خرگوش، لومڑیاں، بزدل اور مکار) (2) (شیر ژیان: غضبناک شیر، غصہ سے بھرا ہوا شیر) (3) (خرام نرم: نازو ادا کی چال) (4) (غرہ: مغرور ہو کر)

رماح القہار علیٰ کفر الکفار

کافروں کے کفر پر قہار کا نیزہ مارنا

تمہیدِ خالص الاعتقاد

بسم الله الرحمن الرحيم

ألحمد لله هادى القلوب وأفضل الصلوٰة والسلام على النبى المطلع على الغيوب المنزه من جميع النقائص والعيوب وعلٰى اٰله وصحبه المطهرين من الذنوب القاهرين على كل شقي مفتر كذوب صلوٰة وسلاما يتجدد ان بكل طلوع وغروب.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو دلوں کو ہدایت دینے والا ہے۔ اور افضل درود وسلام اس نبی کریم ﷺ پر جو تمام غیبوں پر آگاہ اور تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے، اور آپ کی آل پر اور اصحاب پر جو گناہوں سے محفوظ اور ہر بد بخت افتراء پرداز (جھوٹے) پر غالب ہیں ایسا درود وسلام جو ہر طلوع وغروب کے ساتھ متجدد ہوتا رہتا ہے۔

اللہ عزوجل جن قلوب کو ہدایت فرماتا ہے اُن کا قدم ثبات جادۂ حق (1) سے لغزش نہیں کرتا، اگر ذُریتِ شیطان اپنے وسوسے اور شوشے ڈالتی بھی ہے تو ہرگز اس کا اعتماد نہیں کرتے کہ ان کے رب نے فرمادیا ہے:

﴿اِنْ جَآئَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا﴾ (2)

''اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کچھ خبر لائے تو فوراً تحقیق کرلو، بے تحقیق اعتبار نہ کر بیٹھو''۔

پھر جب امرِ حق اپنی جھلک اُنہیں دکھاتا ہے فوراً ان کا وہ حال ہوتا ہے جو ان کے رب نے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ

''بیشک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی

---

(1) (جادۂ حق: راہِ حق، طریق حق، رسم حق)

(2) [الحجرات:٦]

الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴿ شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے، ہوشیار ہو جاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ (1)

معاً ہوشیار ہو جاتے، اور اُن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ابلیس لعین کی ذُرّیت نے جو پردہ ڈالنا چاہا تھا دُھواں بن کر اُڑ جاتا اور آفتابِ حق اپنی نورانی کرنوں سے شعاعیں ڈالتا چمک آتا ہے۔

وھابیه خذ لھم اللہ تعالی نے جب اللہ تعالیٰ واحد قہار اور اس کے حبیب سیدِ ابرار ﷺ کی توہین وتکذیب اُس حد تک پہنچائی کہ ابلیس لعین کی ہزار ہا سال کی کمائی پر فوق (2) لے گئی، اُدھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندہ عالمِ **اھلسنت مجدد دین وملت دام ظلھم الأقدس** کو اُن خبثا کی سرکوبی پر مقرر کر دیا۔

الحمد للہ! سرکوبی (3) بھی وہ فرمائی، جس سے عرب وعجم گونج اُٹھے، اکابر علمائے کرام حرمین شرفین نے ان شیاطین کے اقوالِ تکذیب وتوہین پر اُن کو کافر مرتد زندیق ملحد لکھا اور صاف فرمادیا کہ: **"من شك في كفره وعذابه فقد كفر".** (4)

جوایسوں کے ان اقوال پر مطلع (5) ہو کر ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی انہی کی طرح ہے کہ اُس نے اللہ عزوجل کی عزت، محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت کو ہلکا جانا، اُن کے بدگویوں کو کافر نہ مانا۔

الحمد للہ! یہ مبارک فتویٰ مسمّٰی بہ **" حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین "** ایسا بے نظیر مرتب ہوا جس نے وہابیت کے دلوں میں رعب، قلعوں میں زلزلے ڈال دیئے۔

---

(1) [الأعراف:۲۰۱]

(2) (فوق: اُونچائی، بلندی، سبقت، برتری، بڑائی) (3) (سرکوبی: سر کچلنا، سزادینا)

(4) (حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ۹۴)

(5) (مُطّلع: اطلاع پاکر، خبردار ہو کر، آگاہ ہو کر)

پھر نفیس و بے مثال "تمہید ایمان بآیات قرآن" اس پر محمدی خنجر اور الٰہی صیقل (1) ہوئی جس نے خدا اور رسول کے دُشنام (2) دہندوں کے سب حیلے مٹا دیئے، اور صاف صاف صرف قرآنِ عظیم کی آیتوں نے اُن پر حکم کفر لگا دیئے۔

کافروں کے پاس اس کے جواب کیا ہوتے، اور بے توفیقِ الٰہی توبہ کیونکر کرتے، ناچار مکروفریب، جھوٹ، کذب، تہمت، افتراء، بہتان، گالیوں، ہذیانوں پر اُترے، جو عاجزوں کی پچھلی تدبیر ہے، خادمانِ اہلسنت نے گالیوں سے اعراض اور اپنی ذات سے متعلق تہمتوں، افتراؤں سے بھی اِغْماض (3) ہی کیا، باقی دھوکے بازیوں کے جواب ظفر الدین الجید و کین کش پنجہ پیچ و بارش سنگی و پیکانِ جانگداز و ضروری نوٹس و نیاز مانہ و کشفِ راز وغیرہا رسائل و اعلانات سے دیتے رہے، ان رسالوں، اشتہاروں کے جواب سے کفر پارٹی نے پھر ایک کان گونگا اور ایک بہرا رکھا، اصلاً کسی بات کا جواب نہ دیا اور اپنی ٹائیں ٹائیں سے باز بھی نہ آئی۔

جب دیکھا کہ یوں کام نہیں چلتا بالآخر مرتا کیا نہ کرتا، پارٹی نے دو تدبیریں وہ بے مثال سوچیں کی ابلیس لعین بھی عش عش کر گیا، کان ٹیک دیئے، ان کے حسن پر غش کر گیا۔

تدبیر اوّل: معارضہ بالمثل یعنی علمائے اسلام نے کفر پارٹی کے کفر پر حرمین طیبین کا فتوی شائع فرمایا، تمام اسلامی دُنیا میں کفر پارٹی ملعونہ پر تھُوتھُو ہو رہی ہے، پارٹی کے رنگ فق ہوئے، جگر شق ہوئے، دم اُلٹ گئے، کلیجے پھٹ گئے، مگر قہر قہار کا کیا جواب۔

اچھا اس کا جواب نہیں ہو سکتا تو لاؤ جاہلوں کے پھسلانے احمقوں کے بہانے کو، انوکھے افتراء کی پاپڑ بیلیں، معارضہ بالمثل کا جُل (4) کھیلیں یعنی پارٹی نے تو ضروریات دین کا انکار کیا ہے، اللہ

---

(1) (صَیقَل: چمک، جلا، صفائی، روشنی)

(2) (دُشنام: گالی، گالی گلوچ، بُرا بھلا کہنا)

(3) (اِغْماض: درگزر، چشم پوشی، درگزر کرنا)

(4) (جُل: دھوکہ، دغا، فریب، مکر، چال بازی، دورُخی بات، جھانسا)

عز و جل کو جھوٹا کہا ہے۔ ختم نبوت کا بکھیڑا اُکھیڑا ہے۔ نئی نبوتوں کا راگ چھیڑا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے علم سے کہیں اپنے بزرگ ابلیس لعین کے علم کو بڑھایا ہے، کہیں پاگلوں چوپایوں کے علم کو علمِ اقدس کے مثل بنایا ہے، شیطان لعین کو خدا کی خاص صفت میں شریک ٹھہرایا ہے، ان باتوں پر علمائے اسلام سے کفر وارتداد حکم پایا ہے، دیکھو کسی نزعی اختلافی مسئلے میں عرب کے کسی مفتی کو ان علمائے کرام سے خلاف ہو تو اس کے متعلق کچھ لکھوائیں اور اس میں بھی گھنونی تہمتیں، گندے افتراء اپنی طرف سے ملائیں، اور بایں ہمہ حکم من مانتا نہ ملے تو حکم بھی جی سے نکال لیں۔ افتراء کی مشین تو گھر میں چل رہی ہے۔ خانگی (1) سانچے میں ڈھال لیں۔

بس نام کو کہیں بُوئے خلاف ملنی چاہئے، پھر کیا ہے ابلیس دے اور ذریت لے، سوچتے سوچتے ایک مسئلہ علم خمس [پانچ چیزوں کا علم] کا ملا جس میں مدینہ طیبہ کے شافعی المذہب مفتی برزنجی صاحب کو شبہ تھا اور ایک اُنہیں کو کیا یہ مسئلہ پہلے سے علمائے اُمت میں مختلف رہا ہے، اکثر ظاہرین جانبِ انکار رہے اور اولیائے عظام اور ان کے غلام علمائے کرام جانب اثبات واقرار رہے۔ ایسے مسئلہ میں کسی طرف تکفیر چہ معنی، تضلیل کیسی (2)، تفسیق (3) بھی نہیں ہوسکتی۔

مسلمانو! مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں:

ایک ضروریات دین، ان کا منکر بلکہ ان میں ادنیٰ شک کرنیوالا بالیقین کافر ہوتا ہے ایسا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

دوئم ضروریات عقائد اہلسنت، ان کا منکر بد مذہب گمراہ ہوتا ہے۔

سوئم وہ مسائل کہ خود علمائے اہلسنت میں مختلف فیہ ہوں اُن میں کسی طرف تکفیر و تضلیل ممکن نہیں۔

---

(1) (خانگی: گھریلو، گھر کا، خاص اپنا) (2) (تضلیل: گمراہ قرار دینا کیسا. گمراہی سے منسوب کرنا کیسا)

(3) (تفسیق: فاسق بھی قرار نہیں دیا جاسکتا)

یہ دوسری بات ہے کہ کوئی شخص اپنے خیال میں کسی قول کو رائج جانے خواہ تحقیقاً یعنی دلیل سے اُسے وہی مرجع نظر آیا خواہ تقلیداً کہ اُسے اپنے نزدیک اکثر علماء یا اپنے معتمد علیہم کا قول پایا۔ کبھی ایک ہی مسئلہ کی صورتوں میں یہ تینوں قسمیں موجود ہو جاتی ہیں۔

مثلاً اللہ عزوجل کے لیے یَدْ و عَین کا مسئلہ۔

قال اللّٰه تعالٰی:

﴿يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيْهِمْ﴾ (1) ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

وقال تعالٰی:

﴿وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ﴾ (2) اور اس لئے کہ تو میری نگاہ کے سامنے تیار ہو۔

ید ہاتھ کو کہتے ہیں، عین آنکھ کو۔

اب جو یہ کہے کہ جیسے ہمارے ہاتھ آنکھ ہیں ایسے ہی جسم کے ٹکڑے اللہ عزوجل کے لیے ہیں وہ قطعاً کافر ہے۔ اللہ عزوجل کا ایسے ید و عین سے پاک ہونا ضروریاتِ دین سے ہے اور جو یہ کہے کہ اس کے ید و عین بھی ہیں تو جسم ہی مگر نہ مثل اجسام، بلکہ مشابہت اجسام سے پاک ومنزہ ہیں وہ گمراہ بددین کہ اللہ عزوجل کا جسم وجسمانیات سے مطلقاً پاک ومنزہ ہونا ضروریات عقائد اہلسنّت وجماعت سے ہے، اور جو کہے کہ اللہ عزوجل کے لیے ید و عین ہیں کہ مطلقاً جسمیّت سے بری ومبرا ہیں وہ اس کی دو صفاتِ قدیمہ ہیں جن کی حقیقت ہم نہیں جانتے نہ اُن میں تاویل کریں وہ قطعاً مسلم سُنی صحیح العقیدہ ہے اگر چہ یہ عدم تاویل کا مسئلہ اہلسنّت کا خلافیہ ہے۔ متأخرین نے تاویل اختیار کی، پھر اس سے نہ یہ گمراہ ہوئے نہ وہ کہ اجرعلی المظاہر بمعنی مذکور

---

(1)[الفتح :١٠]

(2)[طه :٣٩]

کرتے ہیں جس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ:

﴿اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا﴾(1) ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔

بعینہ یہی حالت مسئلہ علم غیب کی ہے اس میں تینوں قسم کے مسائل موجود ہیں:

(1) اللہ عزوجل ہی عالم بالذات ہے، بے اُس کے بتائے ایک حرف کوئی نہیں جان سکتا۔

(2) رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو اللہ عزوجل نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔

(3) رسول اللہ ﷺ کا علم اوروں سے زائد ہے، ابلیس کا علم معاذ اللہ علم اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں۔

(4) جو علم اللہ عزوجل کی صفتِ خاصہ ہے جس میں اُس کے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کو شریک کرنا بھی شرک ہو وہ ہرگز ابلیس کے لیے نہیں ہو سکتا جو ایسا مانے قطعاً مشرک کافر ملعون بندۂ ابلیس ہے۔

(5) زید و عمرو ہر بچے، پاگل، چوپائے کو علم غیب میں محمد رسول اللہ ﷺ کے مماثل کہنا حضور اقدس ﷺ کی صریح توہین اور کھلا کفر ہے، یہ سب مسائل ضروریاتِ دین ہیں اور اُن کا منکر، اُن میں ادنیٰ شک لانے والا قطعاً کافر۔ یہ **قسم اوّل** ہوئی۔

(6) اولیائے کرام نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتھم فی الدارین کو بھی کچھ علوم غیب ملتے ہیں مگر بوساطت رُسل علیہم الصلوۃ والسلام۔

معتزلہ [ایک فرقہ جو مسلمان ہونے کا دعویدار] خذلھم اللہ تعالیٰ کہ صرف رسولوں کے لیے

---

(1)[ال عمران ۷]

اطلاع غیب مانتے اور اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا علوم غیب میں اصلاً حصہ نہیں مانتے گمراہ ومبتدع ہیں۔

(7) اللہ عزوجل نے اپنے محبوبوں خصوصاً **سید المحبوبین** ﷺ کو غیوبِ خمسہ سے بہت جزئیات کا علم بخشا جو یہ کہے کہ خمس میں سے کسی فرد کا علم کسی کو نہ دیا گیا ہزارہا احادیثِ متواترۃ المعنی کا منکر اور بدمذہب خاسر ہے۔ یہ **قسم دوم** ہوئی۔

(8) رسول اللہ ﷺ کو تعیینِ وقتِ قیامت کا علم ملا۔

(9) حضور کو بلا استثناء جمیع جزئیاتِ خمس کا علم ہے۔

(10) جملہ مکنونات قلم ومکتوبات لوح بالجملہ روزِ اوّل سے آخر تک تمام ما کان وما یکون مندرجہ لوحِ محفوظ اور اس سے بہت زائد کا علم ہے جس میں ماورائے قیامت تو جملہ افراد خمس داخل اور در بارۂ قیامت اگر ثابت ہو کہ اس کی تعیینِ وقت بھی درجِ لوح ہے تو اسے بھی شامل، ورنہ دونوں احتمال حاصل۔

(11) حضور پرنور ﷺ کو حقیقتِ روح کا بھی علم ہے۔

(12) جملہ متشابہات قرآنیہ کا بھی علم ہے۔ یہ پانچوں مسائل **قسم سوم** سے ہیں کہ ان میں خود علماء وائمہ اہلسنّت مختلف رہے ہیں جس کا بیان بعونہٖ تعالیٰ عنقریب واضح ہوگا ان میں مثبت و نافی کسی پر معاذ اللہ کفر کیا معنی ضلال یا فسق کا بھی حکم نہیں ہوسکتا جبکہ پہلے سات مسئلوں پر ایمان رکھتا ہو اور ان پانچ کا انکار اُس مرض قلب کی بنا پر نہ ہو جو وہابیہ **قاتلهم اللّٰه تعالیٰ** کے نجس دلوں کو ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے فضائل سے جلتے اور جہاں تک بنے تنقیص وکمی کی راہ چلتے ہیں۔

﴿فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا﴾ ولاهل السنة من الله أحمد رضا آمين.

وہابیہ کی مکّاریاں

اب وہابیہ کی مکاریاں دیکھئے:

اولاً: جب انہیں معلوم ہوا کہ سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ کو باتباع اہل ظاہر بعض مسائل قسم سوئم میں خلاف ہے، خبثاء کا اپنا خلاف تو مسائل قسمِ اوّل میں تھا انکار ضروریاتِ دین وتوہین حضور پرنور سید المرسلین ﷺ کر کے خود انہیں مفتی شافعیہ و جملہ مفتیان کرام ہر دو حرمِ محترم کے روشن فتووں سے کافر مرتد مستحق لعنتِ ابد ٹھہر چکے تھے، جھٹ سب سے ہلکی قسم سوم میں خلاف لاڈالا۔ دو فائدے سوچ کر ایک یہ کہ جب مسئلہ خود اہلسنّت کا خلافیہ ہے تو ادھر بھی عباراتِ علماء مل جائیں گی، ناواقفوں کے سامنے غل مچانے کی گنجائش تو ہوگی، دوسرے سب سے بڑا اجُل یہ کہ مفتی صاحب سے کوئی تحریر ہاتھ آسکے گی جسے بزورِ زبان وزورِ بہتان ''حسام الحرمین'' کا معاوضہ ٹھہرا سکیں اور گلے پھاڑ کر چیخنا شروع کیا کہ علم غیب میں مناظرہ کرلو۔

ہیے کی پھوٹوں (1) سے کہئے کہ مسائل قسم اول تو اصل الاصول مسائل علم غیب ہیں، خبیثو! تم تو اُن کے منکر ہو کر باجماع علمائے حرمین شریفین کافر ٹھہر چکے ہو، اُنہیں چھوڑ کر سب سے ہلکے مسائل قسم سوم کی طرف کہاں رَمے (2) جاتے ہو جو خود ہم اہلسنّت کے خلافیہ ہیں، پہلے مسلمان تو ہولو پھر کسی فرعی مسئلہ کو چھیڑو، اس کی نظیر یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی ملعون معاذ اللہ! اللہ عزوجل کے لیے ہمارے ہی سے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، گوشت، پوست، اُستخوان (3) سے مرکب مانے۔ اور جب اہل اسلام اسکی تکفیر کریں تو ید وعین میں مسئلہ خلافیہ تاویل وتفویض میں بحث کی آڑ لے، اس سے یہی کہا جائے گا کہ ابلیس کے مسخرے تُو تو صراحۃً اُس قدوس متعالی عز جلالہ کو

---

(1) (ہیئے کی پھوٹنا: [محاورہ] بے وقوف ہونا، مورکھ ہونا، یعنی بے وقوف ہونے والوں سے کہئے)

(2) (رم، رَمے: بھاگنا چھپنا یعنی کہا بھاگے جاتے ہو، یا کہاں چھپے پھرتے ہو) (3) (اُستخوان: ہڈی، ہاڑ)

اپنا سا جسم مان کر کافر ہو چکا ہے تجھ سے اور اس مسئلہ خلافیہ اہلسنّت سے کیا علاقہ۔ دجال کے گدھے پہلے آدمی تو بن، مسلمان تو ہو، پھر تفویض وتاویل پوچھیو۔

مسلمانو! ان خبثاء کے علم غیب رٹنے کا یہ حاصل ہے **تعسالهم واضل اعمالم** ''یعنی ان پر تباہی پڑے اور اللہ ان کے اعمال برباد کرے''۔

ثانیاً: پیش خویش یہ منصوبے گانٹھ کر ایک مقہور مخصوم آثم ماثوم زنگی کافور موسوم کو (کہ مکہ معظّمہ میں بعون اللہ تعالیٰ خائب وخاسر وذلیل ومخصوم ہو چکا تھا یہاں تک کہ علمائے کرام حرم شریف نے اُس کا نام ہی بدل کر مخصوم رکھ دیا تھا) متعین کیا کہ مکہ معظّمہ میں تو چھل پیچ (1) نہ چلا۔ مجدد دِین وملت کے انوارِ علم نے حرم شریف کے کوچے کو جگمگا دیا ہے، یہاں کے علمائے کرام بعون الملک العلام فریب میں نہ آئیں گے۔ سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ میں ہنوز **الدولة المكية بالمادة الغيبية** (۱۳۲۳ھ) کا آفتاب طالع نہیں ہوا اور مفتی شافعیہ کو خمس میں اِشتِباہ ہے، ہی وہاں **جُل** کھیلیں۔ مخصوم ماثوم ہے، ذی ہوش سمجھا کہ اس قدر سے اپنے جگری چہیتوں کفر وارتداد کی مصیبت بیتوں کے اندرونی گہرے زخم جانکاہ کا کیا مرہم ہوگا کہ مسئلہ خود اہلسنّت کا خلافیہ ہے بڑھ سے بڑھ اتنا ہوگا کہ مفتی صاحب اپنا قولِ مختار لکھ دیں اور دوسرے قول کو خلافِ تحقیق بتائیں، یہ تو ائمہ وعلماء میں صحابہ کرام کے وقت سے آج تک برابر ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا اس سے کیا کام چلے گا، لہذا اس میں یہ نمک مرچ ملائے گئے کہ اعلیٰحضرت مجدد دِین وملت نے اپنے رسالہ میں علم رسول اللہ ﷺ کو سوا علومِ ذات وصفاتِ الٰہی کہ جملہ معلوماتِ الٰہیہ غیر متناہیہ بالفعل کو بتفصیل تام محیط ٹھہرایا اور اس احاطہ میں علمِ الٰہی وعلم نبوی میں صرف قِدم وحدوث کا فرق بتایا ہے **مُفتریوں پر کمال قہرِ الٰہی** کا ثمرہ یہ کہ من گھڑت باتیں رسالہ اعلیٰحضرت

---

(1) (چھل پیچ: مکر، فریب، دھوکا)

کی طرف نسبت کیں جس میں صراحۃ ان اباطیل کا روشن رد ہے جس کا ذکر بعونہ تعالیٰ عنقریب آتا ہے رسالے میں اگر ان باتوں کی نسبت ہاں و نہ، کچھ نہ ہوتا تو ان کا اس کی طرف منسوب کرنا سخت خبیث افتراء تھا نہ کہ رسالے میں بتصریح تام روشن وواضح طور پر جن باتوں کا رد ہوا نہیں کو اس رسالے کی طرف نسبت کر دیا جائے اس کی نظیر یہی ہوسکتی ہے کہ ملعون کہے قرآن عظیم میں عیسٰی مسیح کو خدا لکھا ہے کہ:

﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾(1) (بعض عیسائیوں نے کہا) کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے۔

اس سے یہی کہا جائے گا کہ او ملعون مجنون ابلیس کے مفتون! سوجھ کر قرآن عظیم میں ایسا فرمایا ہے یا اس کا رد ارشاد ہوا ہے کہ:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾(2)

بیشک کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے تم فرما دو پھر اللہ کا کوئی کیا کر سکتا ہے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کر دے مسیح بن مریم اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو۔

اعلیٰ حضرت نے یہ مبارک رسالہ مکہ معظّمہ میں تصنیف فرمایا اکابر علمائے مکہ نے خواہشیں کر کے اس کی نقلیں لیں، اس رسالہ کی قسم اول جناب مفتی برزنجی صاحب نے پڑھوا کر سُنی، حاش للہ ہزار ہزار بار حاش للہ زنہار معقول و مقبول نہیں کہ معاذ اللہ خود حضرت ممدوح ایسے اخبث انجس افترائے ملعون تراشیں یا ان کا تراشنا روا رکھیں بلکہ ضرور ضرور ان دل کے اندھوں نے اس

(2.1) [المآئدة :۱۷]

مقدس مفتی کی ظاہری نابینائی سے فائدہ اُٹھایا اور کوئی نہ کوئی کارروائی دھو کے فریب یا تحریف تصحیف کی عمل میں لائی گئی۔

﴿اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾(1) جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔

اپنے پرانوں

وَ﴿اَلْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ﴾(2) مدینہ میں جھوٹ اڑانے والوں

کا ترکہ پایا

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾(3) اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

ثالثًا: خبثاء نے کھایا بھی اور کال بھی نہ کٹا۔(4) حضرت مفتی صاحب نے ان افترائی اقوال پر بھی اتنا ہی حکم دیا کہ غلط اور تفسیر قرآن پر بے دلیل جرأت ہے۔

اشقیاء کے طائفہ بھر کی چھاتیاں پھٹ گئیں کہ ہائے ہائے رسول کے شہر میں خدا کا قہر سر پر اوڑھا اور کچھ کام نہ چلا۔ اب رام پور، بریلی، دیو بند، تھانہ بھون، انبٹھہ، گنگوہ، دہلی، پنجاب وغیرہا کے سب پنچ عیب جڑ جڑا کر کمیٹیاں ہوئیں اور رائے پاس ہولی کہ ابلیسی مسخرو! تم اور غم کرو۔ ارے افتراء کی مشین تو تمہارے گھر میں چل رہی ہے، مجدّدِ ملت پر افترا جوڑے تھے حضرت مفتی صاحب پر جوڑتے ہوئے کیوں مرے جاتے ہو، بنا برآں پہلے افترا میں وہ علوم ذات وصفات

---

(1)[النحل:۱۰۵]

(2)[الأحزاب:٦٠]

(3)[الشعراء:۲۲۷]

(4)(محاورہ کے طور پر مستعمل ہے یعنی کھایا بھی اور کم بھی نہ ہوا)

الٰہی کا استثناء رکھا تھا اب اپنے ہی چھپے ہوئے رسالہ غایۃ المامول سے اُسے بھی اُڑا دیا۔

جناب منور علی صاحب رامپوری اینڈ کو جو اس رسالہ غایۃ المامول کے لانے والے چھاپنے والے ہیں، مسلمان سب سے پہلے اُنہیں کی دن دِہاڑے چوری اور سرزوری، ملاحظہ فرمائیں:

رسالے کے صفحہ ۳ پر مفتی صاحب کی طرف منسوب عبارت تو یہ چھاپی:

ذهب فيها ای ﷺ علمه محيط بكل شيء حتى المغيبات الخمس وانه لا يستثنى من ذالك الا العلم المتعلق بذات الله تعالٰى وصفاته.	اس کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی مکرم ﷺ کا علم ہر شے کو محیط ہے حتی کہ مغیبات خمسہ کو بھی۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے متعلق علم کے سوا کسی علم کو اس سے مستثنیٰ نہیں کرتا۔

جس میں علم متعلق بذاتِ الٰہی اور صفاتِ الٰہی کا صریح استثناء موجود ہے، اور اس عبارت کے من گھڑت خلاصہ کا ترجمہ آخر کتاب میں یوں چھاپا کہ:

''رسول اللہ ﷺ کا علم بھی ایسا ہی محیط ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا اور آپ کے علم اور اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی فرق نہیں، سوائے حدوث وقِدم کے''۔ ملاحظہ ہو کہ وہ علم ذات وصفات کا استثناء یک لخت اُڑا گیا، اور بلا استثناء جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو علم نبوی محیط ماننے کا بہتان جڑ گیا۔

بے حیا بد دین لوگ اکثر افتراء گانٹھا کرتے ہیں اس کا کچھ گلہ نہیں مگر

ع **چه دلاور است دُزدے که بکف چراغ دارد**

[''چور کتنا دلیر ہے کہ ہاتھ میں چراغ رکھتا ہے'']

کا سماں اور ہی مزہ رکھتا ہے۔ جس کتاب میں تحریف کریں اُسی کے ساتھ اسی کی پشت پر چھاپ دیں اور پھر سر بازار مسلمانوں کو آنکھیں دکھائیں۔

تف تف تف سے کیا ہوتا ہے جب خدا کی لعنت ہی کا خوف نہیں پھرا۔ پھر اس چالبازی کی

کیا شکایت کہ مفتی صاحب کی طرف عبارت تو یہ منسوب کی **العنی علی رسالة ذهب فیها**، جس کا صاف مفاد کہ یہ مضمون اس رسالہ کا ہے، حالانکہ رسالہ میں اس کا صاف رَد لکھا ہے، اور باطنی طائفہ نجدیت کے امام معصوم (1) سفلی آسمان کذب وافتراء کے بدر منور اُس کا ترجمہ یوں گانٹھتے ہیں:

''اپنے دوسرے رسالہ علم غیب کی مجھ کو خبر دی اور اس کا یہ مدعا بیان کیا''۔ یعنی یہ مدعا زبانی بیان میں تھا نہ کہ رسالہ میں۔ تا کہ کوئی رسالہ کا تپانچہ (2) دے کر جھوٹ بکنے والا لوٹ دے کہ مفتریو رسالہ میں یہ قول لکھا ہے یا اس کا رَد کیا ہے۔ پھر اس ننھی سی کتر بیونت کا کیا گلہ کہ مفتی صاحب کی طرف عبارت تو یہ منسوب کی **فلم الجهدا فی بیان ان الآیة المذکورة لا تدل علی مدعاه دلالة قطعیه** جس کا صاف ترجمہ یہ ہے کہ میں نے اپنی چلتی اس بیان میں کمی نہ کی کہ آیت اُن کے دعوی پر ایسی دلالت نہیں کرتی جو یقینی قطعی ہو۔

اب قصر وہابیت کے منور محل کا چمکتا ترجمہ سنئے۔ آیت مذکورہ تمہارے دعوے کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ کہاں نفی تیقن (3) کہ یقینی طور پر اثبات نہیں اور کہاں استحالہ (4) کی دلیل ہو ہی نہیں سکتی۔

دو سطر کے ترجمہ میں یہ ڈھٹائیاں اور رواں گھائیاں یہ دلربائیاں اور پھر دین و دیانت کا دعوی برقرار

ع **چوں وضوئے محکم بی بی تمیز**

[''بی بی تمیز کے محکم مضبوط وضو کی طرح'']

---

(1) [اسمعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں اپنے پیر وغیرہ کو وحی آنا اور مثل انبیاء انکا معصوم ہونا لکھا ہے]

(2) (تپانچہ: تھپڑ، کھلے ہاتھ کی ضرب، جو منہ پر ماری جائے)

(3) (تیقن: یقین کرنا، اعتبار کرنا۔ یقین، اعتبار)

(4) (استحالہ: حالت تبدیل ہو جانا۔ ایک حالت سے دوسری حالت پر ہونا۔ شکل وصورت اور خاصیت کا بدل جانا)

پھر یہ شرمیلی جھانولی (1) تو خاص انعام دینے کے قابل کہ اسی صفحہ ۳ عبارت مفتی صاحب میں قادیانی، پھر طائفہ امیر یہ امیر حسن سہسوانی، پھر طائفہ نذیر یہ نذیر حسین دہلوی، پھر طائفہ قاسمیہ قاسم نانوتوی، پھر رشید احمد گنگوہی، پھر اشرف علی تھانوی، یہ سارے کے سارے نام بنام مذکور تھے اور ان سب پر جبکہ وہ اقوال ان کے ہوں احکامِ کفر وضلال مسطور تھے، تن وہابیت کی منور جان جو شرمائی نظروں سے اُس کے ترجمہ پر آئیں تو یوں جھلک دے کر الوپ (2) ہو جائیں کہ ہندوستان میں کچھ لوگ گمراہ اور اہل کفر ہیں جو ایسا ایسا کہتے ہیں، منجملہ اُن کے غلام احمد قادیانی وغیرہ وغیرہ۔

ملاحظہ ہو اپنے پانچوں کو کیا وغیرہ وغیرہ کے پردے میں بٹھایا، وغیرہ کی خاک ڈال کر بلی کی طرح چھپایا ہے، غرض

عیار ہو مکار ہو جو آج ہو تم ہو
بندے ہو مگر خوفِ خدا کا نہیں رکھتے
ارے بیباک! کیا کہنا ہے تیری اس وغیرہ کا
یہی پردہ ہے سارے ایرا غیرا نتھو خیرا کا

بریلی کے وہابیہ بھی انہیں حضرت کی چال پر پھول کر اپنی بتیاں والی تحریر سر بازار تشہیر کرا بیٹھے۔ مسلمانوں نے پانچ سو روپے انعام کا اشتہار دیا اگر ایک ہفتہ میں اپنے افتراؤں کا ثبوت دے دیں۔ میعاد گزری اور اس سے دو چند زمانہ گزرا، اور پھر سہ چند تک نوبت پہنچی مگر کسی مفتری کذاب کے لب نہ کھلے

---

(1) (جھانولی: آنکھ ذرا ذرا بند کر کے دیکھنا، جھانولی دینا: ناز بھری نگاہ ڈالنا)

(2) (الوپ: غائب، پوشیدہ، مخفی)

﴿فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾(1) تو ہوش اُڑ گئے کافر کے، اور اللہ راہ نہیں دکھاتا ظالموں کو۔

بیس روز بعد بعض بے حیا پردہ نشینوں نے کسی اپنے سعید کی فرضی آڑ سے دیوبندی کمیٹیوں کا نتیجہ چھاپا۔ پہلے دو اندھیر تھے تو اُس میں افترا بر افترا، افترا بر افترا کے ڈھیر تھے اور واقعی کوئی ملعون طائفہ اپنے لعنتی افتراؤں کا ثبوت کہاں سے لائے سوا اس کے کہ لعنتوں پر لعنت، غضبوں پر غضب اوڑھے، اس پر مسلمانوں نے ''العذاب البئیس علی انجس حلائل ابلیس'' اُن پر نازل کیا اور تین ہزار روپے کا اعلان دیا اور اُن کی مہلت تین ہفتے کردی اور برسم شہادت ان کے الفاظ کی ٹوکری در بھنگی وغیرہ سب کے ظاہر پیر تھانوی صاحب کے سر دھر دی، اگر چہ برسوں کا تجربہ شاہد ہے کہ وہ تین توڑے دیکھ کر بھی لب نہ کھولیں گے، اُن کی مہر دہن تو جب ٹوٹے کہ کچھ گنجائش سوجھے، خیر ایک تدبیر تو کفر پارٹی کی یہ تھی۔

دوسری تدبیر لعنتِ تخمیر اشد ملعونی کی بولتی تصویر فلک شیطنت (3) کی بدر منیر ابلیس لعین کی بڑی ہمشیر اللہ و رسول پر حملہ کے لیے کفر پارٹی کی ننگی شمشیر، یعنی رسالہ ملعون وشقی ظلماً مسمّٰی سیف النقی۔ اس خبیثہ ملعونہ رسالہ نے وہ طرز اختیار کی کہ وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی پر سے ۳۵ برس کا قرض ایک دم میں اُتر وادے۔

اور آستانہ عالیہ رضویہ سے ۳۵ سال کامل ہوئے کہ وہابیہ کا رد اشاعت پا رہا ہے اور آج تک بفضل وہاب جل وعلا لاجواب رہا ہے۔ کسی گنگوہی، نانوتوی، انبٹھی، تھانوی، دیوبندی، دہلوی، امرتسری کو تاب نہ ہوئی کہ ایک حرف کا جواب لکھیں اور جب مطالبہ جواب کتب کا نام آیا ہے۔

---

(1)[البقرة :۲۵۸]

(2)(یہی واقعہ ہوا دس برس سے زیادہ گزرے تھانوی صاحب خاموش باختہ ہوش)

(3)(شیطنت: شرارت، خباثت، بدی، فتنہ فساد)

متکلمین طائفہ نے جو مناظرہ رٹ رہے ہیں وہ وہ چک پھیریاں لیں، وہ وہ اُڑان گھاتیاں دکھائیں جن کا بیان رسالہ الاستمتاع بذوات القناع سے ظاہر شریفہ ظریفہ رشیدہ رسیدہ نے اپنے اقبال وسیع سے اُن کے ادبار پر ضیق (1) کو ایسی فراخی حوصلہ کی لے سکھائی ہے کہ چاہیں تو ایک ایک منٹ میں اپنے خصموں کی ایک ایک کتاب کا جواب لکھ دیں، اور وہ بھی بے مثل ولا جواب لکھ دیں، یعنی خصم کا جو قول چاہیں نقل کریں اور اُس کے مخالف جتنی عبارات چاہیں خصم کے آباء واجداد ومشائخ کی طرف سے گھڑ لیں اور اُن کی تصانیف کے نام بھی تراش لیں، ان کے مطبع بھی اپنے افترائی سانچے میں ڈھال لیں اور سر بازار بکمال حیا آنکھیں دکھانے کو ہو جائیں کہ تم تو کہتے ہو اور تمہارے والد ماجد اس کے خلاف فلاں کتاب میں یوں فرماتے ہیں، تمہارے جد امجد کا فلاں کتاب میں یہ ارشاد ہے، فلاں مشائخ کرام فلاں فلاں کتاب میں یوں فرما گئے ہیں، ان کتابوں کے یہ یہ نام ہیں، فلاں فلاں مطبع میں چھپی، ان کے فلاں فلاں صفحہ پر یہ عبارات ہیں، کہیے اس سے بڑھ کر پکا اور کامل ثبوت اور کیا ہوگا، اور بعنایتِ الٰہی حقیقت دیکھئے تو ان کتابوں کا اصلاً کہیں رُوئے زمین پر نام ونشان نہیں، نری من گھڑت خیالی تراشیدہ خوابہائے پریشان جن کی تعبیر فقط اتنی کہ

﴿لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾ (2) جھوٹوں پر اللہ کی لعنت

مثلا: (1) صفحہ ۳ پر ایک کتاب بنام تحفۃ المقلدین اعلیٰ حضرت کے والد ماجد اقدس حضرت مولانا محمد نقی علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے نام سے گھڑی اور بکمال بے حیائی کہہ دیا کہ مطبوعہ صبح صادق سیتاپور صفحہ ۱۵۔

---

(1) (اِدبار: پیٹھ دکھانا، بدنصیبی، نحوست، ہزیمت، شکست۔ ضیق: تنگی، دقت، دشواری، مکان کی تنگی)

(2) [ال عمران: ۶۱]

(2) صفحہ ۱۱ پر ایک کتاط بنام ''هداية الاسلام'' اعلیٰ حضرت کے جد امجد حضور پرنور سیدنا و مولانا مولوی محمد رضا علی خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام تراشی اور بکمال ملعونی کہہ دیا کہ مطبوعہ صبح صادق سیتاپور صفحہ ۳۰۔

(3) صفحہ ۱۱ اور صفحہ ۲۰ پر'' هداية البريه '' مطبوعہ لاہور، اعلیٰ حضرت کے والد ماجد روح اللہ روحہ کے نام سے گھڑی اور اپنی تراشیدہ عبارتیں اس کی طرف منسوب کر دیں کہ صفحہ ۱۳ میں فرماتے ہیں صفحہ ۱۴ میں فرماتے ہیں اور سب محض بناوٹ۔

(4) صفحہ ۱۱ پر ایک کتاب بنام ''خزينة الاوليا'' حضور قدس انور حضرت سیدنا شاہ حمزہ مارہروی رضی اللہ عنہ کے نام اقدس سے گھڑی اور بکمال شقاوت کہہ دیا کہ مطبوعہ کانپور صفحہ ۱۵۔

(5) صفحہ ۲۰ پر ایک کتاب بنام'' تحفة المقلدين ''اعلیٰ حضرت کے جد امجد نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کے نام سے گھڑی اور بکمال شیطنت کہہ دیا مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۲۔

(6) صفحہ ۲۱ پر حضرت اقدس حضور سیدنا شاہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے'' ملفوظات ''دل سے گھڑے اور بکمال ابلیسیت کہہ دیا کہ مطبوعہ مصطفائی صفحہ ۱۷۔

اور خبیثہ شقیہ نے جو عبارت جی سے گھڑی، وہ ہوتی تو مکتوب ہوتی نہ کہ ملفوظ اور اس کے آخر میں دستخط بھی یہ گھڑ لیے کتبہ شاہ حمزہ مارہروی عفی عنہ اللہ کی مہر کا اثر کہ اندھی خبیثہ کو ملفوظ و مکتوب کا فرق تک معلوم نہیں اور دل سے گھڑنت کو آندھی

ع عیب بھی کرنے کو ہنر چاہئے

ع قدم فسق پیشتر بہتر

(7) خبیثہ ملعونہ نے صفحہ ۱۴ پر ایک کتاب بنام ''مرأة الحقيقة '' حضور انور واکرم غوثِ دو عالم

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم مہر انور سے گھڑی اور بکمال بے ایمانی کہہ دیا مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۔

(8) صفحہ ۲۰ پر اعلیٰ حضرت کے والد ماجد عطر اللہ تعالیٰ مرقد کی مہر مبارک بھی دل سے گھڑلی، اور اُسکی یہ صُورت بنائی:

نقی علی حنفی سنی ۱۳۰۱

حالانکہ حضرت والا کی مہر اقدس یہ تھی جو بکثرت کتب پر طبع ہوئی ہے:

(9) حضرت اعلیٰ قدس سرہ کی وفات شریف ۱۲۹۷ھ میں واقع ہوئی خبیثہ نے مہر کا سن ۱۳۰۱ھ لکھا یعنی وصال شریف کے چار برس بعد مہر کندہ ہوئی۔ سچ ہے جب لعنتِ الٰہی کا استحقاق آتا ہے آنکھ، کان، دل سب پٹ ہو جاتے ہیں۔

(10) **''تقویۃ الایمان''** پر سے اعتراضات بزورِ زبان اُٹھانے کو صفحہ ۲۸ پر ایک ''تقویۃ الایمان'' مطبوعہ مصطفائی گھڑی، اور اُس سے وہ عبارتیں نقل کر دیں جن کا دینا بھر کی کسی ''تقویۃ الایمان'' میں نشان نہیں۔

جب حالت یہ ہے تو اپنی طرف کی فرضی خیالی تصانیف گھڑ دینے کی کیا شکایت۔

محمد نقی اجمیری جو کوئی شخص اس کا مصنف ٹھہرایا ہے غالباً یہ بھی خیالی گھڑا یا کم از کم اسم فرضی ہے۔

ایک بزرگوار نے پہلے ایک اسی رنگ کا رسالہ حمایت اعلحضرت میں لکھ کر یہاں چھاپنے کو بھیجا تھا جس میں مخالفان حضرت والا کے کلام ایسے ہی فرضی کیے تھے۔

الحمد للہ! اہل سنت ایسی ملعون باتیں کب پسند کریں، یہاں سے دھتکار دیا تو مخالف ہو کر

دامن وہابیوں کا پکڑا اور ان کہ یہ رسالہ ''**سیف النقی**'' بھیجا۔ جھوٹے معبود کے پجاری تو ایسوں کے بھوکے ہی تھے۔

باسم المعبود الکذب اللئیم کہہ کر قبول کرلیا اور اعلان چھاپا کہ بندۂ کی معرفت یہ رسالہ اور اشرفعلی وغیرہ بزرگان کی جملہ تصانیف مل سکتی ہیں راقم اصغر حسین مدرسہ دیو بند۔

مسلمان اپنی ہی عادت پر قیاس کرتا ہے، گمان تھا کہ وہ حضرات بے حیا سے بے حیا ہوں، پھر بھی ایسی سخت سے سخت ناپاک ترخبیث گندی گھناؤنی ابلیسی ملعون تحریری کا نام لیتے کچھ تو شرمائیں گے جس کی کمال بے حیائیوں ڈھٹائیوں کی نظیر جہان بھر میں کہیں نہ پائیں گے۔ مگر واضح ہوا کہ وہاں بغضبِ الٰہی ایک حمام میں سب ننگے ہیں (1)، مدرسہ دیو بند سے اس کی اشاعت تو دیکھ ہی چکے، اب در بھنگی صاحب کی حیا ملاحظہ ہو:

۱۴ ربیع الآخر شریف کو جناب تھانوی صاحب سے رجسٹری شدہ نوٹس میں استفسار فرمایا تھا کہ آپ مناظرہ کو آمادہ ہوئے ہیں؟ کیا آپ نے در بھنگی صاحب کو اپنا وکیل مطلق کیا ہے؟۔

آج سوا مہینہ گزرا تھانوی صاحب تو حسب عادت جو سونگ جاتا تھا سونگ گیا، دماغ شریف سونٹھ کی ناس سے اُونگھتا (2) ہی رہتا ہے اور بھی اُونگھ گیا۔ مگر، ۳۰ ربیع الآخر شریف کو در بھنگی صاحب اُچھلے اور اپنی خصلت ونسبت کے موافق بہت کچھ کلمات ناپاک اور غلیظ اپنے دہن شریف سے اُگلے۔ اور ایک دو ورقہ اپنے نصیبوں کی طرح سیاہ فرمایا جس کا حاصل صرف اس قدر کہ ہاں ہم تھانوی صاحب کے وکیل ہیں۔ کیا ہم نہیں کہتے کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں، تھانوی صاحب سے پُوچھنے کا آپ کو کوئی اختیار نہیں، ہم جو کہہ رہے ہیں کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں۔

---

(1) (حمام میں سب ننگے: مثل، ''ایک ہی برائی میں سب مبتلا)

(2) (سونٹھ کی ناس سے اُونگھنا: خاموش ہو کر سو رہنا، برداشت کر کے سو جانا)

ہم نے معززوں کے سامنے کہہ دیا ہے کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں ہاں ہاں اے لو! خدا قسم ہم تھانوی کے وکیل ہیں، تھانوی جی سے کیوں پوچھو کہ تم نے وکیل کیا یا نہیں، ہم کہہ رہے ہیں کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں۔ اچھا تھانوی جی نہیں بولتے کہ ہم اُن کے وکیل ہیں تو ان کے نہ بولنے سے کیا یہ مٹ جائے گا کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں ہم خود تو بول رہے ہیں کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں، اے لو! گنگوہی جی کی آنکھوں کی قسم ہم تھانوی کے وکیل ہیں۔

مسلمانو! خدارا انصاف یہ صورتیں مناظرہ کرنے کی ہیں۔ اللہ و رسول (جل جلالہ و ﷺ) کی جیسی عزت اُن کی نگاہوں میں ہے طشت از بام (1) ہے اُسی پر تو عرب و عجم میں حل و حرم میں اُن پر لعنتوں کا لام (2) ہے۔ ہاں بعض دُنیوی عزتوں کا بھاری بوجھ پڑا کہ دفع الوقتی کو در بھنگی صاحب مغالطہ دہی کے لیے اپنے منہ آپ جناب تھانوی صاحب کے وکیل بن بیٹھے۔ اول روز سے تھانوی صاحب پر تمام رسائل و اعلانات میں یہی تقاضا سوار تھا کو خود مناظرہ میں آتے ہول کھاتے ہو، کھاؤ، اپنے مہر و دستخط سے کسی کو وکیل بناؤ، بارے اب خدا خدا کر کے وکالت کی بِھنک سُنی (3) تو اس کی تحقیقات حرام ہے۔

خودساختہ وکیل صاحب کا جبروتی حکم ہے کہ جناب تھانوی صاحب کی مہر کیسی، دستخط کہاں کے۔ ان سے پوچھنا ہی بے ضابطہ ہے، ہم خود ہی جو کہہ رہے ہیں کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں، اس سے بڑھ کر اور ثبوت کیا ہے۔ تھانوی کو رجسٹری شدہ نوٹس پہنچا جس میں وکیل کرنے نہ کرنے کو ان سے پوچھا وہ نہ بولے، لاکھ نہ بولیں، اُن کے نہ بولنے سے کیا ہوا، بس اتنا ہی نہ کہ یہ سمجھا گیا کہ انہوں نے ہم در بھنگی صاحب کو وکیل ہرگز نہ کیا۔ پھر اس سے کیا ہوتا ہے، ہم خود جو فرما رہے ہیں۔

---

(1) (طشت از بام ہونا: محاورہ، مشہور ہونا، عیاں ہونا، رسوا ہونا، بدنام ہونا)

(2) (لعنتوں کا لام: غالباً محاورہ کے طور پر استعمال ہوا ہے، لعنتوں کا مجموعہ، بہت زیادہ لعنتیں)

(3) (بھنک سنی: ہلکی سی آواز سنی، اُڑتی ہوئی خبر سنی)

کہ ہاں ہم کو تھانوی جی نے وکیل کیا ہے، اس ہماری ہاں کے آگے تھانوی جی کی نائے نوئے یا ہائے ہوئے یا ٹال مٹول یا اول فول یا قول فعل کسی حرکت کا اصلا اعتبار ہی کیا ہے، آپ نے نہیں سنا کہ:

ع گھر سے آیا ہے معتبر نائی

مسلمانو! نہ فقط مسلمانوں، جہان بھر کے ذراسی بھی عقل وتمیز رکھنے والو! کبھی اس مزہ کی وکالت کہیں سُنی ہے، گویا اس پیرانہ سالی میں دیوبندیوں نے گھیر گھار کر دو گز اٹیا (1) کیا سر پر لپیٹ دی۔ گورنمنٹ گنگوہیت نے دربھنگی صاحب کے بیرسٹری کا بلا لگا دیا کہ مؤکل کے انکار اقرار کی کچھ حاجت نہیں فقط ان کا فرمانا کافی ہے، یا وہ تمام دیوبندیوں خواہ خاص تھانوی صاحب کے گھر کی عام مختاری کا ڈپلومہ ان کے پرو دینا تھا جس کے بعد تو وکیل کی نسبت دریافت کرنا ہی بے ضابطگی ہے۔

مسلمانو! کیا وکالت یوں ہی ثابت ہوتی ہے؟ کیا اس سے دربھنگی صاحب کی محض جھوٹی وکالت کا ہوائی ببولا نہ پھوٹ گیا؟۔ جناب تھانوی صاحب نے دبی زبان بھی اتنی ہانک نہ دی کہ میں نے وکیل تو کیا ہے، کیا ایسے ہی منہ مناظرہ کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ اللہ، اللہ! جناب تھانوی صاحب کی یہ گریز، یہ فرار، یہ ہول، یہ خوف، یہ سکوت، یہ صموت اور اس پر اذناب کی یہ حالتیں (2)، اور پھر مناظرہ کا نام بدنام، ارے نامردی تو خدا نے دی ہے، مار مار تو کیے جاؤ ازلی ذلت نصیبو! انہیں حالتوں پر عظمائے اسلام کو لکھتے ہو کہ خدا نے جو ذلت اور رسوائی آخری عمر میں آپ کی گردن کا طوق بنا دیا ہے کیا ان ناپاک چالوں اور بے شرمی کے حیلوں سے ٹال سکتے ہیں۔

---

(1) (اٹیا: پگڑی)

(2) (اذناب کی یہ حالتیں: یعنی حقیر اور گھٹیا درجہ کے لوگوں کے یہ حالتیں)۔

﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ﴾(1) ان پر مقرر کر دی گئی ہے خواری اور ناداری۔

کے مصداق ہو کر عزت کی طلب فضول اور عبث ہے۔

ارے منافقو! تمہارے اگلے تو اس سے بھی بڑھ کر کہہ گئے تھے کہ

﴿لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾(2) اگر ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اُس میں سے نکال دے گا اُسے جو نہایت ذلت والا ہے۔

پھر معلوم ہے اس پر قرآنِ عظیم نے کیا جواب دیا:

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾(3) اور عزت تو اللہ اور اسکے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

وہ ملاعنہ ہمیشہ الٰہی عزت کو ذلت ہی تعبیر کرتے یا اندھے ابلیس کی اندھی نسلوں کو عزت کی ذلت نہیں سوجھتی، اسی پر تو قرآن عظیم نے فرمایا:

﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾(4) اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

یہی ترکہ اگر آپ نے پایا کیا جائے شکایت ہے۔ واقعی جن کو اللہ عزوجل اوندھا کہے ان کی اوندھی اوندھی مت میں اس سے بڑھ کر ناپاک چال اور بے شرمی کا حیلہ کیا ہے کہ زید سے پُوچھا جائے عمرو جو اپنے آپ کو تیرا وکیل بتاتا ہے کیا تو نے اسے وکیل کیا ہے؟ اور کمال پاک چال اور بڑی شرمیلی حیلہ گری کیا ہے یہ کہ ۳۵ سال ضربیں کھا کر بعض دُنیوی رئیسوں کے دباؤ سے جب دم پر بنے تو ایک بے معنی خود وکیل بنے جب فرضی مؤکل صاحب سے تصدیق طلب ہو کہ کیا آپ نے

---

(1)[البقرة:٦١]

(3.2)[المنافقون:٨]

(4)[التوبة :٣٠]

اسے وکیل کیا تو پھر یا مظہر العجائب جواب مع مجیب غائب، بس اور تو کیا کہوں اور اس سے بہتر کہہ بھی کیا سکوں جو قرآن عظیم فرما چکا کہ:

﴿ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾(1) اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

خیر یہ تو مناظرۂ دہلی کا خاتمہ تھا جو تھانوی صاحب کی کمال دہشت خواری، بے تکان فراری یادر بھنگی بولوں میں اُن کی آخری عمر کی سخت ذلت وخواری پر ہوا۔ اور ہونا ہی چاہئے تھا کہ قرآن پاک فرما چکا تھا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾(2) بے شک اللہ تعالی فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

اور صاف ارشاد کر دیا تھا:

﴿ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾(3) اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

یہاں کہنا یہ ہے کہ رسالہ ملعونہ خبیثہ مذکورہ کے کوتک (4) آپ ملاحظہ فرما چکے اور حاشا وہ اس کے چہارم کو تک بھی نہیں۔

خیال تھا کہ دیو بندی مدرسہ سے اگر چہ اس کی اشاعت کا اعلان ہے، مگر کوئی دیو بندی مُلا نا ایسی ناپاک ملعونہ کو اپنی کہتے کچھ لجائے گا، لیکن یہ خیال غلط نکلا اب یہی در بھنگی صاحب، نہیں نہیں بلکہ کچھ دنوں کے لیے ان کے منہ ہی تھانوی صاحب، ہاں ہاں یہی سارے کے سارے دیو بندیوں کے مشکل کشا، مناظر، بیرسٹر، پلیڈر، حاوی جملہ اصول ونظائر اپنے اُسی خواری نامہ ۳۰ ربیع الآخر میں فرماتے ہیں:

---

(1)[التوبة :۳۰]

(2)[المنافقون :۶]

(3)[التوبة :۳۰]

(4)(کُوتَك : کام، حرکت، ناشائستگی، بدکرداری، بدچلنی)

’’تحریر میں بھی اب آپ کی حقیقت دیکھنی ہے ’’سیف النقی‘‘ اور’’ دین کا ڈنکا‘‘ تو طبع ہو چکا ہے، ملاحظہ سے گزرا ہوگا، ’’الشہاب الثاقب‘‘ اور’’ رجوم‘‘ بھی طبع ہونے والا ہے‘‘۔ یہ دیکھئے کس فخر کے ساتھ اُس ملعونہ کا نام لیا ہے۔

اللہ اللہ! مسلمانوں، نہ صرف مسلمانوں دنیا بھر کے عاقلوں سے پوچھ دیکھو کہ کبھی کسی بے حیا سے بے حیا، ناپاک گھناؤنی سے گھناؤنی، بے باک سے بے باک، پاجی، کمینی، گندی قوم نے اپنے خصم کے مقابل بے دھڑک ایسی حرکات کیں۔ آنکھیں میچ کر گندا منہ پھاڑ کر اُن پر فخر کیے۔ اُنہیں سر بازار شائع کیا اور ان پر افتخار ہی نہیں بلکہ سنتے ہیں کہ اُن میں کوئی نئی نویلی، حیادار، شرمیلی، بانکی، نکیلی، میٹھی، رسیلی، اچپل، البیلی، چنچل انیلی، اجودھیا باشی آنکھ یہ تان لیتی اُپجی ہے۔

ع نا چنے ہی کو جو نکلے تو کہاں کی گھونگٹ

اس فاحشہ آنکھ نے کوئی نیا غمزہ تراشا اور اس کا نام ’’شہاب ثاقب‘‘ رکھا ہے کہ خود اُسی شیطان بے حیائی پر شہابِ ثاقب ہے اس میں وہ حیا پریدہ گیسو بریدہ افتخار سے استناد، استناد سے اعتماد تک بڑھی ہے۔ کہیں تو اسی ملعونہ بظلمِ مسمات ’’سیف النقی‘‘ کا آنچل پکڑ کے سند لائی اور اس کا بھی سہارا چھوڑ خود اپنی طرف سے وہی بے سُری گائی، وہ تازہ غمزہ یاروں تک پہنچا تو ان شاء اللہ العزیز القدیر اس کی جدا خبر لی جائے گی۔

مسلمانو، بلکہ ہر مذہب کے عاقلو! کیا ایسوں سے کسی مخاطبہ کا محل رہ گیا کہ ان کا عجز لاکھ آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو گیا؟۔

بدنصیبوں میں کچھ بھی سکت ہوتی تو ایسی ناپاک حرکت جس کی نظیر آریوں، پادریوں، ہندوؤں بت پرستوں کسی میں نہ ملے ہرگز اختیار نہ کی جاتی۔

ارے دم ہے کسی تھانوی، دربھنگی، سرہنگی، سربھنگی، انبٹھی، دیوبندی، نانوتوی، گنگوہی، امرتسری،

دہلوی، جنگلی، کوہی میں کہ ان من گھڑت کتابوں، ان کے صفحوں، ان کی عبارتوں کا ثبوت دے،
اور نہ دے سکے تو کسی علمی بحث یا انسانی بات میں کسی عاقل کے لگنے کے قابل اپنا منہ بنا سکے۔

اسی کوتک پہ یہ لپکا کہ کوئی منہ لگے تیرے

جو تجھ سے بڑھ کے گندا ہو وہ پاجی منہ لگے تیرے

بھلا یہ تو اصغر حسین جی دیوبندی و مرتضی حسن جی در بھنگی و حسین احمد جی اجودھیاباشی کے تانگے تھے
خود پرانے جہاں دیدہ، گرم و سرد چشیدہ عالی جناب تھانوی صاحب کا چرخہ ملاحظہ ہو:

ارے بے دم ہے کسی وہابی بے دم میں

اسی ذی القعدہ ۱۳۲۸ھ کی ۲۰ تاریخ کو اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت نے "تھانوی صاحب کا
چرخہ" کے نام ایک مفاوضہ عالیہ مسمی بنام تاریخی "ابحاث اخیرہ" (۱۳۲۸ھ) اِمضا فرمایا
جس کے تذکارات نمبر (۹) میں ارشاد ہوا:

"یہ مانا کہ جب جواب بن ہی نہ پڑے تو کیا کیجئے کس گھر سے دیجئے مگر ولا جنابا! ایسی
ایسی صورتوں میں انصاف یہ تھا کہ اپنے اتباع کا منہ بند کرتے معاملہ دین میں ایسی ناگفتنی
حرکات پر انہیں لجاتے شرماتے۔ اگر جناب کی طرف سے ترغیب نہ تھی تو کم از کم آپ کے سکوت
نے انہیں شہ دی یہاں تک کہ انہوں نے "سیف النقی" جیسی تحریر شائع کی جس کی نظیر آج تک
کسی آریہ یا پادری سے بھی بن نہ پڑی۔"

پھر استفسارات" میں فرمایا:

(۷) آخر آپ بھی اللہ واحد قہار جل وعلا کا نام تو لیتے ہیں اُسی واحد قہار جبار کی شہادت سے
بتائیے کہ یہ حرکات جو آپ کے یہاں کے علمائے مناظرین کر رہے ہیں صاف صریح اُن کے عجز
کامل اور نہایت گندے حملہ بزدل کی دلیل روشن ہے یا نہیں؟۔

(۸) جو حضرات ایسی حرکات اور اتنی بے تکلفی اختیار کریں، چھپوائیں، بیچیں، بانٹیں، شائع و آشکار کریں، پیش کریں، حوالہ دیں، افتخار کریں، امور مذکورہ کو روا رکھیں، ترک انسداد و انکار کریں کسی عاقل کے نزدیک لائق خطاب ٹھہر سکتے ہیں؟ یا صاف ظاہر ہو گیا کہ مناظرہ آخر ہو گیا

(۹) اُسی واحد قہار جل جلالہ کی شہادت سے یہ بھی بتا دیجئے کہ وہ رسالہ ملعونہ جو خاص جناب کے مدرسہ دیوبند سے اشاعت ہو رہا ہے اس اشاعت کی آپ کو اطلاع تو ظاہر مگر اُس میں آپ کے مشورے آپ کی شرکت ہے یا نہیں؟، نہیں تو آپ کی رضا و رغبت ہے یا نہیں؟ نہیں تو آپ کو سکوت اور سکوت کا محصل اجازت ہے یا نہیں'' الخ۔

تھانوی صاحب حسبِ عادت خاموش و خود فراموش، غرض بات وہی ہے کہ ایک حمام میں سب ننگے۔

ع بیحیا باش آنچہ خواھی کن

خیر ایسوں کہ منہ کہاں تک لگیں اصل بات جس پر اس تمہید کا آغاز تھا عرض کریں کہ اللہ عز و جل جن قلوب کو ہدایت فرماتا ہے اُن کا قدمِ ثبات جادۂ حق سے لغزش نہیں کرتا اگر ذریتِ شیطان وسوسے ڈالے تو اُس پر اعتماد نہیں کرتے پھر جب امر حق جھلک دکھاتا ہے معاً ہوشیار ہو جاتے اور اُن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اس کی تصدیق والا حضرت بالا درجت معلٰی برکت حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب قبلہ حسینی زیدی واسطی مارہروی دامت برکاتہم کا واقعہ نفیسہ ہے حضرت والا اجلہ ساداتِ عظام و صاحبزادگانِ سرکار مارہرہ مطہرہ و تلامذۂ اعلی حضرت تاج الفحول، محبّ الرسول مولانا مولوی حافظ حاجی شاہ محمد عبد القادر صاحب قادری عثمانی بدایونی قدس سرہ الشریف سے ہیں، لکھنؤ اپنے بعض اعزہ کے معالجہ کو تشریف لائے تھے۔ شیاطین غراب، خوارِ دیوبندیہ کہ غرابین تو ہندستان میں برساتی حشرات الارض کی طرح پھیلی ہیں، حضرت جھوائی ٹولہ میں فروکش تھے،

دروازہ کے قریب ایک شب کچھ دیو بندی غرابوں کو آپس میں یہ ذکر کرتے سنا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب رسول اللہ ﷺ کے علمِ غیب کے قائل ہو گئے ہیں اور یہ عقیدہ کفر کا ہے، اور حسبِ عادت افتراء اور تہمت بک رہے تھے حضرت کو بہت ناگوار گزرا، مگر اللہ اکبر اُدھر رب عزوجل کا ارشاد کہ:

﴿اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾(1) اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کچھ خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کرلو۔

ادھر حضرت میں دین متین کی حرارت، صبح ہی اعلیٰ حضرت مجدد المائۃ حاضرہ کے نام والا نامہ تحریر فرمایا جس کے ہاشمی تیور یہاں تک تھے کہ ”بہر نوع مجھ کو اپنی تسکین کی ضرورت ہے اگر آپ سے ممکن ہو تو فرد یجئے“۔

حتی کہ ارشاد فرمایا تھا: ”اگر اس میرے عریضہ کا جواب شافی آپ نہ دیں گے تو یہ عقیدہ علمِ غیب کا مجھ کو اپنا تبدیل کرنا پڑے گا“۔

اعلیٰ حضرت مجدّدِ دین وملت نے فوراً یہ خط جو اس وقت بنام ”خالص الاعتقاد“ آپ کے پیش نظر ہے حضرتِ والا کو رجسٹری بھیجی اور اس کے ساتھ ”انباء المصطفی وحسام الحرمین وتمهيد ايمان وبطش غيب وظفر الدين الطيب“ وغیرہا بھی ارسال کیے۔

الحمد للہ کہ اُسی آیہ کریمہ کا ظہور ہوا کہ: ﴿تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾(2)

تقویٰ والوں پر شیطان کچھ وسوسہ ڈالے تو وہ معاً ہوشیار ہو جاتے ہیں اور اُن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اس خط ورسائل کو تمام وکمال تین ہفتہ میں ملاحظہ فرما کر حضرت والا نے یہ دو گرامی نامے اعلیٰ حضرت کو ارسال فرمائے۔

---

(1)[الحجرات :٦]

(2)[الاعراف :٢٠١]

نامۂ اوّل

بسم اللہ الر حمن الر حیم

وبہ نستعین ونصلي ونسلم علی نبیہ الکریم

حضرت مو لا نا وبا لفضل اولانا دام ظلھم وبرکاتھم وعمر ھم

ازاحقر سید حسین حیدر بعد تسلیم نیاز عرض خدمت عالی اینکہ نوازش نامہ عالی عرضدار لایا معزز فرمایا اوتعالیٰ ذاتِ والا کو بایں تجدید وتاسیں دین متین سلامت رکھے اس صدی کے مجدد اللہ تعالیٰ نے ہمارے سب کے واسطے ذات عالی کو بھیجا ہے۔

رسائل عنایت فرمودۂ جناب میں نے حرف بحرف پڑھے اور تمام دن انہیں کے مطالعہ میں گزرتا ہے۔ اگر چہ اس مسئلہ میں جو کچھ میں نے وقتاً فوقتاً آپ کی زبان سے سنا تھا اسی جبل متین کو مضبوط پکڑے ہوئے تھا اب اس تقریر والا نے تو میرے اس عقیدے کو ایسا فولاد کر دیا ہے کہ جس کا بیان نہیں فتویٰ " انباء المصطفےٰ " نے بوجہ اپنی طبع (1) کے مجھ کو کوئی فائدہ نہیں دیا اور نہ اس تحریر کے بعد مجھ کو حاجت رہی نسخہ " تمھید ایما ن "کو دیکھ کر میں اپنی مسرت کا حال کیا عرض کروں علمائے حرمین شریفین نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ مشتے نمونہ خروار ہے اور میرا یہی عقید ہے اخوت اسلامی ورشتہ خاندانی سے قطع نظر کر کے ابتداء سے میرا یہی عقیدہ ہے کہ اب ہندوستان وعرب میں آپ کا مثل نہیں ہے اور یہ امر بلا مبالغہ میرے دل میں راسخ ہو گیا ہے وہ لوگ جن سے اس بات میں مجھ سے گفتگو ہوئی تھی ابھی تک مجھ کو نہیں ملے ہیں اب وہ ملیں تو رسالہ حرمین طیبین دکھاؤں اور جواب لوں، میں نے دیوان نعت برادرم حسن رضا خاں صاحب مرحوم کو لکھا، مرحوم مجھ سے وعدہ فرما گئے تھے کہ بعد طبع تجھ کو ضرور بھیجوں گا، اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی

---

(1) [مراد آبا کی طبع دوم کا بہت ناقص چھپا تھا کہ پڑھنے میں دقت تھی۔]

آغوش رحمت میں رکھے۔

مورخہ ۷ ربیع الثانی یوم دوشنبہ رسائل مطبوعہ جدید مجھ کو ضرور مع دیوان بھیج دیں، آج کل انہیں سے دل بہلتا ہے مکرر وہی مطالعہ میں رہتے ہیں، اللہ تعالی آپ کو زندہ وسلامت رکھے، زیادہ نیاز فقط، احقر حسین حیدر راز لکھنؤ جھوائی ٹولہ، مکان حکیم حسن رضا مرحوم۔

اس مدت میں رسائل ''کین کش پنجہ پیچ وبارش سنگی و پیکان جانگداز'' بھی بفضلہ تعالی تیار ہو گئے کہ حسب الحکم مع دیوان نعت شریف مصنف حضرت مولانا مولوی حاجی حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ روانہ خدمتِ حضرت والا کیے گئے، اُدھر اس مدت میں حضرت والا کو وہ مخالفین بھی مل گئے جن کو یہ الٰہی تلواریں دکھا کر حضرت نے پسپا کیا، اور یہ دوسرا نامہ نامی امضا فرمایا۔

نامۂ دوم

حضرت مولانا وبالفضل والمجد اولانا مدظلھم وبرکاتھم علی سائر المسلمین۔

بعد تسلیم نیاز آنکہ پولندہ دیوان نعت شریف مع رسائل عطیہ حضور پہنچے اللہ آپ کو زندہ رکھے جن لوگوں سے میری گفتگو ہوئی تھی وہ اُنہیں مرتضی حسن دربھنگی کے اتباع میں ہیں، بارش سنگی و اشتہارات میں نے سب سُنائے اس پر بڑا تعجب کیا میں نے کہا کہ مولانا صاحب نے مناظرہ سے انکار نہ فرمایا، بلکہ ان شرائط پر مباحثہ ومناظرہ تمام طائفہ سے منظور فرمایا، اشتہارات وغیرہ دیکھ کر کہا کہ اُن تک پہنچے نہیں ورنہ وہ ایسے نہ تھے کہ رسالہ کا جواب فوری نہ دیتے۔ میں نے عرض کیا یہ تو پرانا منجھا ہوا سچ ہے کہ ڈاک لٹ گئی۔

اُس پر کہا کہ اب ہم تحریر کرتے ہیں رسائل کا نام وغیرہ جو جواب آوے گا آپ (1) کو مطلع کریں گے، پھر کہا مولوی صاحب کو لازم نہ تھا کہ علمائے دین کی تکفیر کرتے قلم ان کا بہت تیز ہے۔ میں

---

(1) [اب تک ان صاحبوں نے بھی کروٹ نہ لی تو وہ سب کو ایک ہی مرض الموت لاحق ہے۔۱۲]

نے کہا کہ یہ قوم اعداء اللہ پر جہاد کے لیے پیدا ہوئی ہے، اب تلوار نہیں رہی تو خدائے تعالیٰ نے وہی کاٹ چھانٹ ان کے قلم کو عطا فرمادی ہے، اثنائے ذکر میں نے یہ بھی کہا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے ایک شاگرد کے مقابلہ میں مولوی صاحب کا سارا عرب دشمن ہوگیا اگر وہاں سے چلے نہ آتے تو بڑی مشکل پڑتی۔ میں نے کہا یہ ہی ایک فقرہ آپ نے سچا فرمایا ہے آپ کے مضمون کی شہادت جو علماءِ حرمین نے دی ہے وہ میرے پاس ہے اُسے دیکھ لیجئے کیسا کیسا بڑا لکھا، مگر اس طرح کا کوئی فقرہ آپ نکال لائیں تو میں مانوں، عبارات میں نے پڑھنا شروع کیں اور اُن حیاداروں کا رنگ متغیر ہونا شروع ہوا میں لاحول پڑھ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

فقط ۲۹-۴-۱۰

مسلمانو! ان حضرات کی عیاریاں، مکاریاں، حیاداریاں ملاحظ کیں، حضرت والا سید صاحب قبلہ دامت برکاتہم کی طرح جس بندہ کو خدا عقل و ایمان و انصاف دے گا، وہ ان مکاروں ابلیس شعاروں پر لاحول ہی پڑھ کر اُٹھے گا۔

اب بعونہ تعالیٰ ''خالص الاعتقاد'' مطالعہ کیجئے اور اپنے ایمان و یقین و محبت و غلامی حضور سید المرسلین ﷺ کو تازگی دیجئے۔ والحمد للہ رب العلمین و أفضل الصلوۃ و أکمل السلام علی سیدنا و مولانا و اٰلہ و صحبہ و ابنہ و حزبہ أجمعین، اٰمین.

سید عبد الرحمن غفر لہ

خَالِصُ الاُعتِقاد

۱۳۲۸ھ

(اعتقادِ خالص)

تصنیف:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

تخریج و تسہیل:

ڈاکٹر قاری ابو احمد محمد ارشد مسعود اشرف چشتی رضوی عفی عنہ

ناظم تعلیمات: سیدنا عمر بن خطاب اسلامک یونیورسٹی واہنڈو

ناظمِ اعلیٰ و بانی: دارالقلم اِسلامک ریسرچ سنٹر پاکستان

ناظم: سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب لائبریری واہنڈو

0300-6522335

بسم اللہ الر حمن الر حیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم.

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت والا درجت، بالا منزلت، عظیم البرکت، حضرت مولانا مولوی سید حسین حیدر میاں قبلہ دامت برکاتہم العالیہ، بعد تسلیم و آداب خادمانہ عرض

(1) حضرت والا کو معلوم ہوگا کہ وہابیہ گنگوہ و دیو بند و نانوتہ و تھانہ بھون و دہلی و سہسوان خذلہم اللہ تعالیٰ نے اللہ عز وعلا و حضور پُر نور سید الانبیاء علیہ و علیہم افضل الصلاۃ والثناء کی شان میں کیا کیا کلماتِ ملعونہ بکے، لکھے اور چھاپے، جن پر عامہ علماءِ عرب و ہند نے ان کی تکفیر کی۔

کتاب ''حسام الحرمین مع تمہید ایمان، وخلاصہ فوائد فتاویٰ'' حاضر خدمت ہیں، زیادہ نہ ہو تو صرف دو رسالے اولین ''تمہیدِ ایمان و خلاصہ فوائد'' کو حرفاً حرفاً ملاحظ فرمالیں کہ حق آفتاب سے زیادہ واضح ہے۔

(2) اس کتابِ مستطاب کی اشاعت پر خدا اور رسول (جل وعلا و ﷺ) کے بدگیوں کی جو حالتِ اضطراب و پیچ و تاب ہے، بیان سے باہر ہے۔ دو سال سے اسی کتاب کی طبع کے بعد چیختے چلاتے اور طرح طرح کے غل مچاتے۔ پرچوں، اخباروں میں گالیوں کے انبار لگاتے، سَو سَو پہلو سے بحث بدلتے، ادھر اُدھر پلٹے کھاتے ہیں، مگر اصل بحث کا جواب دینا درکنار اس کا نام لیے ہول کھاتے ہیں۔ بدگویوں میں مرتضیٰ حسن چاند پوری دیو بندی اور انکے یارِ غار ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد صرف اسی طرح غل مچانے، بحثیں بدلنے، گالیاں چھاپنے کے لیے منتخب کیے گئے ہیں جن کے غل پر پانچ پانچ رسالے میرے احباب کے ان کو پہنچے ہوئے ہیں ان سب کا بھی جواب غائب اور چیخ بدستور۔ یہ تمام حال حضرت والا کو ملاحظہ رسالہ ''ظفر الدین الجید وظفر الدین الطیب واشتہار ضروری نوٹس واشتہار نیاز مانہ'' کے ملاحظہ سے واضح ہوگا۔

سب مرسلِ خدمت ہیں اور زیادہ تفصیل احبابِ فقیر کے رسالہ ''کین کیش پنچہ پیچ ورسالہ بارش سنگی ورسالہ پیکان جانگداز'' کے ملاحظہ سے ظاہر ہوگی۔ یہ سب زیر طبع ہیں، بعد طبع بعونہ تعالی اُن سے کہہ دوں گا کہ ارسال خدمتِ اقدس کریں۔

(3) اب چند اُمور ضروری مختصراً عرض کروں کہ بعونہ تعالیٰ اظہارِ حق وابطال باطل کو بس ہوں۔

امر اول

مخالفین کی اِفترا پردازیاں

ان چالوں کے علاوہ خدا اور رسول جل وعلا و ﷺ کے بدگویوں نے ادھر یہ مکر گانٹھا کہ کسی طرح معارضہ (1) بالقلب کیجئے، یعنی ادھر بھی کوئی بات ایسی نسبت کریں جس پر معاذ اللہ حکم کفر یا ضلال (2) لگا سکیں۔

اس کے لیے مسئلہ علم غیب میں افترا چھانٹنے شروع کیے:

(1) کبھی یہ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا علم ذاتی، بے عطائے الٰہی مانتا ہے۔

(2) کبھی یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا علم، علم الٰہی سے مساوی جانتا ہے، صرف قِدم وحدوث کا فرق کرتا ہے۔

(3) کبھی یہ کہ باستثناء ذات وصفاتِ الٰہی باقی تمام معلوماتِ الٰہیہ کو حضورِ اقدس ﷺ کا علم محیط بتاتا ہے۔

(4) کبھی یہ کہ اُمورِ غیر متناہیہ بالفعل کو حضور پُر نور ﷺ کا علم بتفصیل تمام حاوی ٹھہراتا ہے۔

حالانکہ اللہ واحد قہار یہ دیکھ رہا ہے کہ یہ سب ان اشقیاء (3) کا افترا ہے۔

---

(1) (معارضہ: جھگڑا، مناقشہ)

(2) (ضلال: گمراہی، [ت])

(3) (اشقیاء: شقی کی جمع، سنگدل، بے رحم)

سچے ہیں تو بتائیں کہ ان میں سے کونسا جملہ فقیر کے کس رسالے، کس فتوے اور کس تحریر میں ہے؟

﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ﴾(1) تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔

﴿فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾(2) تو جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

﴿اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾(3) جُھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی لوگ جھوٹے ہیں۔

یہی بہتانات لوگوں کے سامنے بیان کر کے ان کو پریشان کرتے ہیں۔ ان کا پریشان ہونا حق بجانب ہے۔ اس پر اگر کوئی عالم مخالفت کرے تو ضرور اسے لائق ومناسب ہے۔

مفتریانِ کذاب اگر ان کلمات کا خود مجھ سے استفتاء کرتے تو سب سے پہلے ان باطل باتوں کا رد وابطال میں کرتا۔

فقیر نے مکہ معظّمہ میں جو رسالہ " الدولة المكية بالمادة الغيبية "اس باب میں تصنیف کیا جس کی متعدد نقول علماءِ کرام مکہ نے لیں، اس میں ان تمام خرافات کا ردّ صریح موجود ہے۔ ان اباطیل کل یا بعض پر جو عالم مخالف کرے یا رَد لکھے، وہ ردّ وخلاف حقیقۃً انہیں ملعون افتراؤں پر عائد ہوگا نہ اس پر جو ان اکاذیب سے بحمد اللہ تعالیٰ ایسا ہی بری ہے جیسے وہ مفتریان کذاب دین وحیا سے۔

---

(1)[البقرۃ:۱۱۱]

(2)[النور:۱۳]

(3)[النحل:۱۰۵]

﴿وَسَيَعۡلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ أَيَّ مُنقَلَبٖ يَنقَلِبُونَ﴾(1) اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

حضرت والا کو حق سبحانہ وتعالیٰ شفائے کامل وعاجل عطا فرمائے۔ اگر براہِ کرم قدیم و لطفِ عمیم یہاں تشریف فرما ہوکر خادم نوازی کریں تو اصل رسالہ جس پر مولانا تاج الدین الیاس و مولانا عثمان بن عبد السلام مفتیان مدینہ منورہ کی اصل تقریظات اُن کی مہر دستخطی موجود ہیں، نظر انور سے گزاروں گا۔

فی الحال اُس کی دو چار عبارات عرض کرتا ہوں جن سے روشن ہوجائے گا کہ مفتریوں کے افتراء کس درجہ باطل و پادر (2) ہوا ہیں، جس کی نظیر یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی بد باطن کہے ''اہل سنت کا مذہب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبرّا اور صدیقہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان اُٹھانا ہے۔ والعیاذ باللہ رب العلمین میرے رسالہ کی نظر اوّل میں ہے۔

(1)

"العلم ذاتی مختص بالمولٰی سبحانه وتعالٰی لا یمکن لغیره ومن أثبت شیئا منه ولو أدنی من أدنی، من أدنی من ذرة لأحد من العلمین فقد کفر وأشرك. (3)

علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیر کے لیے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لیے مانے وہ یقیناً کافر ومشرک ہے۔

---

(1)[الشعراء :۲۲۷]

(2)(باطل و پادر: بے اصل جھوٹے[ت])

(3)(الدولة المکیة بالمادة الغیبیة ۳۹، مرکز أهل السنة برکات رضا ،غجرات، الهند، و في نسخة :۵،الناشر :الرضا مرکزی دار الاشاعت ۸۲سوداغران ،بریلي الشریفة ،الهند]

میرا مختصر فتوی "انباء المصطفےٰ" (1) بمبئی، مراد آباد میں تین بار ۱۳۱۸ھ سے ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر شائع ہوا۔

ایک نسخہ اسی کا کہ رسالہ "الکلمۃ العلیا"

(2) کے ساتھ مطبوع ہوا مرسل خدمت ہے، اس سے بڑھ کر جس امر کا اعتقاد میری طرف کوئی نسبت کرے مفتری کذاب ہے اور اللہ کے یہاں اس کا حساب۔

---

(1) (انباء المصطفی بحال سر واخفی: اعلی حضرت رحمہ اللہ کا یہ رسالہ راقم الحروف کی تخریج وتصحیح وتسہیل کے ساتھ ستمبر ۲۰۰۶ء کو دار القلم اسلامک سنٹر پاکستان کی طرف سے شائع کر کے مفت تقسیم کیا گیا۔ اور اب اس مجموعہ میں بھی اس کو دوبارہ شامل کیا گیا ہے۔)

(2) [مصنفہ صدر الافاضل سید نعیم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ]

امر دوم

بندوں کو علمِ غیب عطا ہونے کی سندیں اور آیاتِ نفی کی مراد۔

انہیں عبارات سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ علمِ غیب کا خاصہ حضرتِ عزت ہونا بیشک حق ہے اور کیوں نہ ہو کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (1)

تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔

اس سے مراد وہی علمِ ذاتی وعلمِ محیط ہے کہ وہی باری عزوجل کے لیے ثابت اور اس سے مخصوص ہیں علمِ عطائی کہ دُوسرے کا دیا ہوا ہو۔ علمِ غیر محیط کہ بعض اشیاء سے بعض مطلع بعض سے ناواقف ہو، اللہ عزوجل کے لئے ہو ہی نہیں سکتا، اُس سے مخصوص ہونا دوسرا درجہ ہے، اور اللہ عزوجل کی عطا سے علومِ غیب غیر محیط انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملنا بھی قطعاً حق ہے، اور کیوں نہ ہو کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

[آیت]: (1)

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾(2)

اللہ اس لیے نہیں کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کرے ہاں اللہ اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

(2) اور فرماتا ہے:

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ

اللہ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو

---

(1)[النمل:٦٥]

(2)[ال عمران:١٧٩]

أَحَدًا. اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ (1) — مسلط نہیں کرتا، سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(3) اور فرماتا ہے:

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾ (2) — اور یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔

(4) اور فرماتا ہے:

﴿ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ﴾ (3) — اے نبی! یہ غیب کی باتیں ہم تم کو مخفی طور پر بتاتے ہیں۔

(5) حتیٰ کہ مسلمانوں کو فرماتا ہے:

﴿يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾ (4) — غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شئے کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان کیونکر ممکن، لا جرم تفسیر کبیر میں ہے:

---

(1)[الجن: ۲۶،۲۷]

(2)[التکویر: ۲۴]

(3)[یوسف: ۱۰۲]

اس بارے میں مزید دو آیات قرآنی ملاحظہ فرمائیں:

(1) ﴿ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ﴾[آل عمران: ۴۴]

یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں۔

(2) ﴿تِلْكَ مِنْ أَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَا اِلَيْكَ﴾[ھود: ۴۹]

یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔

(4)[البقرۃ: ۳]

[قول]:(6)

"فلا يمتنع أن تقول :نعلم من الغيب ما لناعليه دليل ".(1)

یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس پر ہمارے لیے دلیل ہے۔

(7) "نسیم الریاض" میں ہے:

"لم يكلفنا الله الايمان بالغيب الا وقد فتح لنا باب غيبه ".(2)

ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایمان بالغیب کا جبھی حکم دیا ہے کہ اپنے غیب کا دروازہ ہمارے لیے کھول دیا ہے۔

فقیر نے تو رسول اللہ ﷺ کے لیے کہا تھا یہ آئمہ علماء جو اپنے لیے مان رہے ہیں معلوم نہیں کہ مخالفین ان پر کونسا حکم جڑیں۔

(8.9) امام شعرانی کتاب" الیواقیت والجواھر" میں حضرت شیخ اکبر سے نقل فرماتے ہیں

" للمجتهدين القدم الراسخ في علوم الغيب". (3)

علم غیب میں ائمہ مجتہدین کے لیے مضبوط قدم ہے۔

(10.11) مولانا علی قاری (کہ مخالفین براہِ نافہمی اس مسئلہ میں اُن سے سند لاتے ہیں)

---

(1)(تفسير كبير ۲/۲۷۴،احياء التراث العربى ، في نسخة :۱/۲۵۱،بيروت.
یہی بات امام عمر بن علی بن عادل حنبلی رحمہ اللہ [م ۷۷۵ھ] نے اپنی تفسیر "اللباب في علوم الكتاب ۱/۲۸۷" میں بھی لکھی ہے)

(2)(نسيم الرياض في شرح شفاء القاضي عياض وبهامشه شرح الشفاء لعلي القاري ۳/۱۵۱،مركز بركات رضا ،گجرات ،الهند)

(3)(اليواقيت والجواهر ،البحث التاسع والأربعون ۲/۴۸۰،دار احياء التراث العربي ، بيروت، بحواله فتاوى رضويه ۲۹/۴۳۹)

"مرقاۃ شرح مشکوۃ" شریف میں کتاب "عقائد" تألیف حضرت شیخ ابو عبد اللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں:

"نعتقد أن العبد ينقل في الأحوال حتى يصير الى نعت الروحانية فيعلم الغيب". (1)

ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقی مقامات پاکر صفتِ روحانی تک پہنچتا ہے اس وقت اسے علم غیب حاصل ہوتا ہے۔

(12) یہی علی قاری اسی "مرقاۃ" میں فرماتے ہیں:

"يطلع العبد على حقائق الأشياء، و يتجلى له الغيب وغيب الغيب". (2)

نورِ ایمان کی قوت بڑھ کر بندہ حقائق اشیاء پر مطلع ہوتا ہے اور اس پر غیب نہ صرف غیب بلکہ غیب کا غیب روشن ہو جاتا ہے۔

(13) یہی علی قاری "مرقاۃ" میں اسی کتاب سے ناقل:

"الناس ينقسم الى فطن .... ويدرك الغائب كالمشاهد وهم الأنبياء، والى من الغالب عليهم متابعة الحس ومتابعة الوهم فقط وهم أكثر الخلائق، فلا بد لهم من معلم .... يكشف لهم المغيبات ... وما هو

آدمی دو قسم کے ہیں ایک وہ زیرک کہ غیب کو شہادت کی طرح جانتے ہیں اور یہ انبیاء ہیں دوسرے وہ جن پر صرف حس و وہم کی پیروی غالب ہے اکثر مخلوق اسی قسم کی ہے تو ان کو ایک بتانے والے کی ضرورت ہے جو ان پر غیبوں کو کھول دے اور وہ بتانے والا نہیں

---

(1)(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ،كتاب الايمان ،الفصل الأول،حديث (۲) ۱/۱۲۳، دار الكتب العلمية ،وفي نسخة :۱/۶۳دار الفكر ،بيروت)

(2)(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح۱/۱۱۶، وفي نسخة :۱/۵۷ ، بيروت)

الا النبي المبعوث لهذا الأمر. (1)
مگر نبی کہ خود اس کام کے لیے بھیجا جاتا ہے۔

(14.15) یہی قاری "شرح فقہ اکبر" میں حضرت ابو سلیمان دارانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناقل ہیں:

"الفراسة مكاشفة النفس، ومعاينة الغيب، وهي من مقامات الايمان". (2)

فراستِ مومن (جس کا ذکر حدیث میں ارشاد ہوا ہے) وہ روح کا کشف اور غیب کا معاینہ ہے اور یہ ایمان کے مقاموں میں سے ایک مقام ہے۔

(16.17) امام ابن حجر مکی "کتاب الاعلام"، پھر علامہ شامی "سل الحسام" میں فرماتے ہیں:

"الخواص يجوزان أن يعلموا الغيب في قضية أو قضايا كما وقع لكثير منهم واشتهر". (3)

جائز ہے کہ اولیاء کو کسی واقعے یا وقائع میں علم غیب ملے جیسا کہ ان میں بہت کے لئے واقع ہو کر مشتہر ہوا۔

(18.19) تفسیر معالم وتفسیر خازن میں زیر قولہ تعالیٰ: ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ﴾ [التکویر:۲۴] ہے:

"يقول انه [ﷺ] يأتيه علم الغيب
یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے: "میرے نبی ﷺ

---

(1) (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ١/١١٦، وفي نسخة: ١/٥٧، بيروت)

(2) (منح الروض الأزهر شرح الفقه الأكبر ٨٠، مصر، وانظر: شرح العقيدة الطحاوية لابن أبي العز الحنفي، أنواع الفراسة ٥١٢، السعودية، وفي نسخة ٢/٧٥٣، بيروت)

(3) (الاعلام بقواطع الاسلام ٣٥٩، تركى، وسل الحسام رساله من رسائل ابن عابدين الفصل الثالث ٢/٣١١، عالم الكتب)

فلا یبخل به علیکم بل یعلمکم". (1)　　کو غیب کا علم آتا ہے وہ تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو بھی اس کا علم دیتے ہیں

(20) تفسیر بیضاوی میں زیر قولہ تعالیٰ: ﴿وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾[الکھف:٦٥] ہے:

" أي مما یختص بنا ولا یعلم الا بتوفیقنا هو علم الغیوب". (2)　　یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے: وہ علم کہ ہمارے ساتھ خاص ہے اور بے ہمارے بتائے ہوئے معلوم نہیں ہوتا وہ ہم علم غیب ہم نے خضر کو عطا فرمایا ہے۔

---

(1)(تفسیر معالم التنزیل للبغوي ٢١٨/٥، بیروت. ولباب التأویل في معاني التنزیل للخازن ٣٩٩/٤، بیروت.

اور امام ابواسحاق ثعلبی رحمہ اللہ [م ٤٢٧ھ] اپنی تفسیر "الکشف والبیان عن تفسیر القرآن ١٤٢/١٠" میں لکھتے ہیں:

یأتیه علم الغیب وهو منقوش فیه فلا یبخل به علیکم بل یعلمکم ویخبرکم به "۔

اسی بات کو امام ثعلبی کے حوالہ سے امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے بھی "عمدة القاري ٢٨١/١٩" میں اختصار کے ساتھ لکھا ہے۔

محمد جمال الدین قاسمی نے اپنی تفسیر "محاسن التأویل ٤٢٠/٩" میں لکھا: "وقال الفراء: یأتیه غیب السماء، وهو شيء نفیس، فلا یبخل به علیکم".

یہی بات "تفسیر کبیر ٧٠/٣١" میں بھی مرقوم ہے۔

اور یہی بات امام عبدالرحمٰن بن اسماعیل المعروف ابوشامہ الدمشقی رحمہ اللہ [م ٦٦٥ھ] نے اپنی "ابراز المعاني من حرز المعاني ٧٢٠" میں لکھی ہے)

(2)(أنوار التنزیل وأسرار التأویل ٢٨٧/٣، بیروت.

یہی بات محمد علی صابونی نے "صفوة التفاسیر ١٨٢/٢" میں لکھی ہے۔

(21) تفسیر ابن جریر میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

﴿قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾ وكان رجل يعلم علم الغيب قد علم ذلك .(1)

حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔ خضر علم غیب جانتے تھے اُنہیں علم غیب دیا گیا تھا۔

(22) اُسی میں ہے عبداللہ ابن عباس نے فرمایا: خضر علیہ الصلوۃ والسلام نے کہا:

" لم تحط من علم الغيب بما أعلم . (2)

جو علم غیب میں جانتا ہوں آپ کا علم اسے محیط نہیں۔

---

(1)(جامع البيان في تأويل القرآن ،المعروف [تفسير الطبري]،۸/۲۵۳،دار الكتب العلمية ، وفي نسخة [أحمد شاكر]:۱۸/٦٦، مؤسسة الرسالة ،في سنده بحسن بن عمارة ، قال الحافظ في التقريب۱۴٦:متروك)

اسی بات کو حافظ ابن کثیر نے اپنی" تفسير القرآن العظيم ۵/۱۷۹"،دار طيبة ،وفي نسخة :۵/۱٦۱، دار الكتب العلمية ،بيروت " میں امام ابن جریر سے نقل کیا ہے۔

اسی طرح امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر " الدر المنثور في التفسير بالمأثور ۵/۴۱۴،دار الفكر ،بيروت " میں نقل فرمایا ہے)

(2)(جامع البيان في تأويل القرآن ،المعروف [تفسير الطبري]،۸/۲۵۳،وفي نسخة [أحمد شاكر]:۱۸/٦۷) اس کو بھی حافظ ابن کثیر نے اپنی" تفسير القرآن العظيم ۵/۱۷۹"،وفي نسخة :۵/۱٦۱ "،میں امام ابن جریر سے نقل کیا ہے۔

یونہی امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر " الدر المنثور في التفسير بالمأثور ۵/۴۱۴ " میں نقل فرمایا ہے)۔

(23) امام قسطلانی "مواھب لدنیہ" شریف میں فرماتے ہیں:

"النبوة هي الاطلاع على الغيب "(1) نبوت کے معنی ہی یہ ہیں کہ علم غیب جاننا۔

(24) اسی میں نبی ﷺ کے اسم مبارک نبي کے بیان میں فرمایا:

"النبوأة مأخوذة من النبأ وهو الخبر.. أي أن الله تعالى أطلعه على غيبه"(2) حضور کو نبی اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنے غیب کا علم دیا۔

(25) اسی میں ہے:

قد اشتهر وانتشر أمره ﷺ بين أصحابه بالاطلاع على الغيوب.(3) بے شک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مشہور و معروف تھا کہ نبی ﷺ کو غیبوں کا علم ہے۔

(26) اسی کی "شرح زُرقانی" میں ہے:

أصحابه ﷺ.... جازمون باطلاعه على الغيب.(4) صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو غیب کا علم ہے۔

---

(1) (المواهب اللدنية ،المقصد الثاني، الفصل الأول ٤٧/٢ ،مركز أهل سنت بركات رضا، النهد) اسی بات کو امام قاضي عياض بن موسی رحمہ اللہ [م ۵۴۴ھ] نے "الشفاء بتعريف حقوق المصطفیٰ ﷺ ،الباب الرابع فيما أظهره الله تعالى على يديه من المعجزات ،الفصل الأول ٢٦٥/١،دار ابن رجب،وفي نسخة :الباب الرابع ،الفصل الثاني بين النبوة والرسالة ٤٨٨/١،دار الفيحاء ،عمان "، میں لکھا ہے۔

(2) (المواهب اللدنية ،المقصد الثاني، الفصل الأول ٤٥/٢. ٤٦ ،النهد). اسی بات کو امام قاضي عياض رحمہ اللہ نے "الشفاء ،الباب الرابع ٢٦٥/١،وفي نسخة :٤٨٦/١ میں لکھا ہے۔

(3) (المواهب اللدنية ،المقصد الثامن، الفصل الثالث ٥٥٤/٣ ،النهد)

(4) (شرح الزرقانی على المواهب ،المقصد الثامن ١١٣/١٠. ١١٤دار الكتب العلمية)

(27) علی قاری ''شرح بردہ'' شریف میں فرماتے ہیں:

علمه ﷺ حاو لفنون العلم.. (الى أن قال) ومنها علمه بالأمور الغيبية .(1)

رسول اللہ ﷺ کا علم اقسامِ علم کو حاوی ہے غیبوں کا علم بھی علمِ حضور کی شاخوں سے ایک شاخ ہے۔

(28)

تفسیر امام طبری میں اور تفسیر درمنثور میں بروایت ابوبکر بن ابی شیبہ استاد امام بخاری و مسلم و غیرہما آئمہ محدثین سیدنا امام مجاہد، تلمیذِ خاص حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ہے:

" انه قال في قوله تعالى ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ﴾[التوبة:٦٥] قال :قال رجل من المنافقين :يحدثنا محمد :أن ناقة فلان بوادي كذا و كذا .... وما يدريه بالغيب". (2)

انہوں نے فرمایا اللہ کے قول ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ﴾ الآیہ، کی تفسیر میں کہا کہ منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد [ﷺ] ہم سے بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں، فلاں وادی میں ہے، بھلا وہ غیب کی بات کیا جانیں۔

یعنی کسی کا ناقہ گم ہوگیا تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ فلاں جنگل میں ہے، ایک منافق بولا محمد [ﷺ] غائب کیا جانیں۔ اسی پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اُتاری کہ ان سے فرما دیجئے

---

(1)(الزبدة العمدة في شرح البردة ٥٧،جميعة علماء سكندرية ،درگاہ پیر جو گوٹھ، خیر پور، سندھ)

(2)(تفسير مجاهد ٣٧٢. ٣٧٣،دار الفكر الاسلامي ،مصر ، والطبري في تفسيره ٣٣٥/١٤ [أحمد شاكر] ، وتفسير ابن أبي حاتم ١٨٣٠/٦،مكتبة نزار مصطفى الباز ، بسند حسن ، وتفسير الثعلبي ٦٥/٥،بيروت، وتفسير الدر المنثور ٢٣٠/٤،لفظ له ، وعزاه السيوطى الى ابن أبي شيبة وابن المنذر وابن أبي حاتم و أبو الشيخ)

کہ: ''اللہ اور اس کے رسول اور اس کی آیتوں سے ٹھٹھا کرتے ہو۔ بہانے نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد۔ حضرت ملاحظہ فرمائیں کہ یہ آیت مخالفین پر کیسی آفت ہے۔

وہابیہ پر غضبوں کی ترقیاں

ان پر **پہلا غضب** ائمہ کے اقوال تھے، کہ دریا سے قطرہ عرض کئے ان پر تو یہیں تک تھا کہ یہ سب ائمہ دین، ان مخالفین دین کے مذہب پر معاذ اللہ کافر و مشرک ٹھہرتے ہیں۔

دوسرا غضب اُس سے زیادہ آفت اُس حدیث [یعنی اثر] ابن عباس میں تھی کہ معاذ اللہ عبداللہ ابن عباس، خضر علیہ الصلوۃ السلام کے لیے علم غیب بتا کر کافر قرار پاتے ہیں۔

تیسرا غضب اس سے عظیم تر اشد آفت، مواہب شریف اور زُرقانی کی عبارات میں تھی کہ نہ صرف عبداللہ ابن عباس بلکہ عام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ ﷺ کے علم غیب پر ایمان لاکر وہابیہ کے دھرم میں کافر ہوئے جاتے ہیں۔

چوتھا غضب اس سے سخت تر ہولناک آفت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی دوسری حدیث (1) میں تھی کہ سیدنا خضر علیہ الصلوۃ السلام کہ نبی ہیں خود اپنے لیے علم غیب بتا کر معاذ اللہ کافر ٹھہرتے ہیں۔

پانچواں غضب اُس سے بھی انتہا درجہ کی حد سے گزری ہوئی آفت کہ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کہ اجماعاً، قطعاً، یقیناً، ایماناً اللہ کے رسول و نبی اور اولوالعزم من الرسل سے ہیں، وہابیہ کی تکفیر سے کہاں بچتے ہیں۔

حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام نے خود ان سے کہا کہ مجھے علم غیب ہے جو آپ کو نہیں اور موسیٰ علیہ

---

(1) (یاد رہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی مذکورہ دونوں عبارتیں ایک ہی اثر کی ہیں جس کے بارے میں پیچھے بیان ہو چکا)۔

الصلوۃ والسلام نے اس پہ کچھ انکار نہ فرمایا۔ کیا اس پر ایک وہابی نہ کہے گا کہ افسوس ایک ناؤ کا تختہ توڑ دینے یا گرتی دیوار بے اُجرت سیدھی کر دینے پر وہ اعتراض کہ باوصفِ وعدہ صبر نہ ہو سکا اور وہابی شریعت کی رُو سے منہ بھر کلمہ کفر سنا اور شربت کا گھونٹ پی کر چپ رہے۔

خیر، ان سب آفتوں کا وہابیہ کے پاس تین کہاوتوں سے علاج تھا۔

موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت خضر کے لیے علم غیب تسلیم کیا تو وہابیہ کہہ سکتے تھے کہ موسیٰ بدین خود ما یاں بدین خود، حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے لیے علمِ غیب بتایا تو وہ اس شیطانی مثل کی آڑ لے سکتے تھے کہ ناؤ کس نے ڈبوئی، خواجہ خضر نے۔

ابن عباس وعام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کے لیے علمِ غیب جانا تو کسی دہن دریدہ وہابی کو کہتے کیا لگتا کہ،

پیراں نمی پرند مریداں می پرانند

پیر نہ اُڑتے بلکہ مرید انہیں اُڑاتے ہیں۔

لعنۃ اللہ علی الظالمین.

مگر **چھٹا غضب** دُھر کی قیامت تو خود اللہ واحد قہار نے ڈھا دی، پورا قہر اس آیت کریمہ اور اس شانِ نزول نے توڑا، یہاں اللہ عزوجل یہ حکم لگا رہا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی غیب دانی سے منکر ہو، وہ کافر ہے، اور اللہ ورسول ﷺ سے ٹھٹھا کرتا ہے، وہ کلمہ گوئی کر کے مرتد ہوتا ہے۔ افسوس کہ یہاں اس چوتھی مثل کے سوا کچھ گنجائش نہیں کہ

ما زیاراں چشم یاری داشتیم

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

یعنی ہم نے دوستوں سے دوستی کی اُمید رکھی تھی، جو خود غلط تھا ہمیں نصیحت کیا کرتا۔

اللّٰه تعالى لبعض خواصه على كثير من المغيبات حتى من الخمس التي قال ﷺ فيهن :فِيْ خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ .(1)

بعض خاصوں کو بہت سے غیبوں کا علم دیا، یہاں تک کہ ان پانچ میں سے جن کو نبی ﷺ نے فرمایا کہ ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔

(32) ''تفسیر کبیر'' میں ہے:

قوله: ولا أعلم الغيب يدل على اعترافه بأنه غير عالم بكل الملومات.(2)

یعنی آیت میں جو نبی ﷺ کو ارشاد ہوا تم فرما دو! میں غیب نہیں جانتا، اس کے معنی ہیں کہ میرا علم جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو حاوی نہیں۔

(33) امام قاضی عیاض ''شفا شریف'' اور علامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح ''نسیم الریاض'' میں فرماتے ہیں:

(وهذه المعجزة) في اطلاعه ﷺ على الغيب ...(المعلومة ..على.. القطع) ...بحيث لا يكمن انكارها أو التردد فيها لأحد من العقلاء...... (لكثرة رواتها...واتفاق معانيها على

رسول اللہ ﷺ کا معجزہ علمِ غیب یقیناً ثابت ہے جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردد کی گنجائش نہیں کہ اس میں احادیث بکثرت آئیں، اور ان سب سے بالاتفاق حضور ﷺ کا علمِ غیب ثابت ہے، اور یہ ان آیتوں

---

(1)(المنح المكية في شرح الهمزية المسمى أفضل القرى لقراء أم القرى ،تحت شعر (٥) "لك ذات العلوم من عالم الغيب ٩٦،دار المنهاج ،السعودية ،وفيه ولأنه ..الخ)

(2)(تفسير الرازي ،مفاتيح الغيب أو التفسير ،البقرة٣٤، ج٢/٤٣٦،احياء التراث العربي ،بيروت)

الاطلاع علی الغیب)...وهذا لا ینافي الایات . الدالة علی انه لا یعلم الغیب الا الله وقوله ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾ [الأعراف ۱۸۸] فان المنفی علمه من غیر واسطة واما اطلاعه ﷺ علیه باعلام الله تعالی له فأمر متحقق بقوله تعالی ﴿فلا یظهر علی غیبه أحدا الا من ارتضی من رسول﴾ (1)

کے کچھ منافی نہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا، اور یہ کہ نبی ﷺ کو اس کہنے کا حکم ہوا کہ "میں غیب جانتا تو اپنے لیے بہت خیر جمع کر لیتا"۔ اس لیے کہ آیتوں میں نفی اس علم کی ہے جو بغیر خدا کے بتائے ہو، اور اللہ تعالیٰ کے بتائے سے نبی ﷺ کو علمِ غیب ملنا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے کہ "اللہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسول کے"۔[الجن ۲۶. ۲۷].

(35) "تفسیر نیشاپوری" میں ہے:

﴿لَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾.. فیه دلالة علی أن الغیب بالاستقلال لا یعلمه الا الله (2)

آیت کے یہ معنی ہیں کہ علم غیب جو بذاتِ خود ہو وہ خدا کے ساتھ خاص ہے۔

(36) تفسیر "انموذج جلیل" (3) میں ہے:

معناه لا یعلم بلا دلیل الا الله أو بلا تعلیم الا الله أو جمیع الغیب الا الله.

آیت کے یہ معنی ہیں کہ غیب کو بلا دلیل و بلا تعلیم جاننا یا جمع غیب کو محیط ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

---

(1)(نسیم الریاض في شرح شفاء ،فصل ومن ذلك ما اطلع علیه من الغیوب ۳/۱۵۰)

(2)(غرائب القرآن ورغائب الفرقان ،تفسیر النیسابوري ،الأنعام ۵۰، ج۳/۸۱، دار الکتب العلمیة ،بیروت)

(3)(أنموذج جلیل في أسئلة وأجوبة عن غرائب آیة التنزیل،لزین الدین محمد بن أبي =

(38) ''جامع الفصولین'' میں ہے:

یجاب بانه یمکن التوفیق بأن المنفي هو العلم بالاستقلال لا العلم بالاعلام أو المنفي هو المجزوم به لا المظنون ویؤیده قوله تعالی: ﴿أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا﴾ الآیة لأنه غیب أخبر به الملئکة ظنا منهم أو باعلامه الحق فینبغي أن یکفر لو ادعاه مستقلا لا لو أخبر به باعلام في نومه أو یقظته بنوع من الکشف اذ لا منافاة بینه وبین الآیة لما مر من التوفیق. (1)

(یعنی فقہاء نے دعویٰ علم غیب پر حکم کفر کیا اور حدیثوں اور آئمہ ثقات کی کتابوں میں بہت غیب کی خبریں موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا) اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ فقہاء نے اس کی نفی کی ہے کہ کسی کے لیے بذاتِ خود علم غیب مانا جائے، خدا کے بتائے سے علم غیب کی نفی نہ کی، یا نفی قطعی کی ہے نہ ظنی کی، اور اس کی تائید یہ آیہ کریمہ کرتی ہے ''فرشتوں نے عرض کی کیا تو زمین میں ایسوں کو خلیفہ کرے گا جو اس میں فساد و خونریزی کریں گے'' ملائکہ غائب کی خبر بولے مگر ظناً یا خدا کے بتائے سے، تو تکفیر اس پر چاہئے کہ کوئی بے خدا کے بتائے علم غیب ملنے کا دعوی کرے نہ یوں کہ براہِ کشف جاگتے یا سوتے میں خدا کے بتائے سے، ایسا علم غیب آیت کے کچھ منافی نہیں۔

= بکر الحنفي [م٦٦٦ھ] ص ٣٨٣، دار عالم الکتب المملکة العربیة السعودیة ،الریاض)

(1) (جامع الفصولین ،الفصل الثامن والثلاثون ٢/٣٠٢، اسلامی کتب خانه کراچی ، بحواله فتاوی رضویه جدید ٢٩/٤٤٧)

(38.39) ''ردالمختار'' میں امام صاحب ہدیہ کی ''مختارات النوازل'' سے ہے:

" أو ادّعى علم الغيب بنفسه يكفر ". (1)

یا بذاتِ خود علمِ غیب حاصل کر لینے کا دعویٰ کرتو کافر ہے۔

(40،تا44)۔اسی میں ہے:

قال في التتارخانية وفي الحجة ذكر في الملتقط أنه لا يكفر لأن الأشياء تعرض على روح النبي ﷺ وأن الرسل يعرفون بعض الغيب قال الله تعالى ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ أَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَسُوْلٍ﴾ اھ قلت :بل ذكروا في كتب العقائد أن من جملة كرامات الأولياء الاطلاع على بعض المغيبات وردوا على المعتزلة المستدلين بهذه الآية على نفيها.(2)

تاتارخانیہ میں فتاوی حجہ میں ہے،الملتقط میں فرمایا کہ جس نے اللہ و رسول کو گواہ کر کے نکاح کیا کافر نہ ہوگا اس لئے کہ اشیاء نبی ﷺ کی روح مبارک پر عرض کی جاتی ہیں ،اور بیشک رسولوں کو بعض علمِ غیب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو''۔علامہ شامی نے فرمایا کہ بلکہ ائمہ اہل سنت نے کتبِ عقائد میں ذکر فرمایا کہ بعض غیبوں کا علم ہونا اولیاء کی کرامت سے ہے، اور معتزلہ نے اس آیت کو اولیاءِ کرام سے اس کی نفی پر دلیل قرار دیا۔ہمارے آئمہ

---

(1)(رد المحتار على الدر المختار ،باب المرتد ،مطلب في دعوى علم الغيب ۴/۲۴۳)

(2)(رد المحتار على الدر المختار ،كتاب النكاح،مطلب في عطف الخاص على العام ۳/۲۷، دار الفكر ، بيروت)

نے اس کا رد کیا، یعنی فرمایا کہ آیہ کریمہ اولیاء سے بھی مطلقا علم غیب کی نفی نہیں فرماتی۔

(45) تفسیر ''غرائب القرآن ورغائب الفرقان'' میں ہے:

''لم ینف الا الدرایة من قبل نفسه وما نفي الدراية من جهة الوحي''.

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات سے جاننے کی نفی فرمائی ہے خدا کے بتائے سے جاننے کی نفی نہیں فرمائی۔(1)

(46.47) تفسیر ''جمل شرح جلالین وتفسیر خازن'' میں ہے:

'' المعني لا أعلم الغيب الا أن يطلعني الله تعالى عليه ''.(2)

آیت میں جو ارشاد ہوا کہ میں غیب نہیں جانتا اس کے معنی یہ ہیں کہ میں بے خدا کے بتائے نہیں جانتا۔

(48) ''تفسیر البیضاوی'' میں ہے:

لا أعلم الغيب ما لم يوحى الي ولم ينصب عليه د ليل.(3)

آیت کے یہ معنی ہیں کہ جب تک وحی یا کوئی دلیل قائم نہ ہو مجھے بذاتِ خود غیب کا علم نہیں ہوتا

---

(1)(تفسیر نیشاپوری ،الأحقاف :۹، ج ۱۱۸/٦)

(2)(لباب التأويل في معاني التنزيل ،تفسير الخازن ،الأعراف :۱۸۸، ج۲/۲۸۰،دار الكتب العلمية ،بيروت .وانظر :التفسير الوسيط للطنطاوي ۴۵۱/۵،دار نهضه ،مصر ، وتفسير روح المعاني ۱۲۷/۵،دار الكتب العلمية ، بيروت ،والفتوحات الالٰهية (تفسير الجمل)۱۵۸/۳، بحواله فتاوى رضوية ۴۴۹/۲۹)

(3)(أنوار التنزيل وأسرار التأويل ،تفسير البيضاوي الأنعام :۵۳، ج ۱۶۳/۲. بیضاوی کی جگہ یہاں دارالرضا لاہور کے نسخہ میں غلطی سے عنایۃ القاضی لکھا گیا اور بعد میں نمبر۴۹ پر اسی میں لکھ دیا گیا ہے

(49) تفسیر "عنایۃ القاضی" میں ہے:

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ﴾ ...وجه اختصاصها به تعالىٰ أنه لا يعلمها كما هي ابتداء الا هو .(1)

یہ جو آیت میں فرمایا کہ "غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں، اُس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا" اس خصوصیت کے یہ معنی ہیں کہ ابتداءً بغیر بتائے ان کی حقیقت دوسرے پر نہیں کھلتی۔

(50) تفسیر علامہ نیشاپوری میں ہے:

﴿قُلْ لَّآ أَقُوْلُ لَكُمْ﴾ لم يقل ليس عندى خزائن الله ليعلم أن خزائن الله وهي العلم بحائق الأشياء وماهياتها عنده ﷺ ...في قو له:" أرنا الأشياء كما هي " ولكنه يكلم الناس على قدر عقولهم .﴿وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ أي لا أقول لكم هذا مع ...أنه قال ﷺ:"..علمت ما كان وما سيكون اھ مختصرا.(2)

یعنی ارشاد ہوا کہ اے نبی! فرما دو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے خزانے میرے پاس نہیں۔ بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس ہیں، تا کہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے خزانے حضورِ اقدس ﷺ کے پاس ہیں، مگر حضور ﷺ لوگوں سے ان کی سمجھ کے قابل باتیں فرماتے ہیں، اور وہ خزانے کیا ہیں، تمام اشیاء کی حقیقت وماہیت کا علم حضور نے اسی کے ملنے کی

---

(1)(عناية القاضي و كفاية الراضي على تفسير البيضاوي ۴/۷۲،دار صادر ،بيروت)

(2)(غرائب القرآن ورغائب الفرقان ،الأنعام :۵۹، ج ۳/۸۳)

دعا کی، اور اللہ عزوجل نے قبول فرمائی۔ پھر
فرمایا میں غائب نہیں جانتا تم سے نہیں کہتا کہ
مجھے غیب کا علم ہے۔ ورنہ حضور تو خود فرماتے ہیں
مجھے ماکان وما یکون کا علم ملا یعنی جو کچھ ہو گزرا
اور جو کچھ قیامت تک ہونے ولا ہے۔ انتہی۔

آیت کی تین نفیس تفسیریں

الحمد للہ! اس آیہ کریمہ کی کہ ''فرمادو میں غائب نہیں جانتا'' ایک تفسیر وہ تھی جو تفسیر کبیر سے
گزری کہ احاطہ جمع غیوب کی نفی ہے نہ کہ غیب کا علم ہی نہیں۔

دوسری وہ تھی جو بہت کُتب سے گزری کہ بے خدا کے بتائے جاننے کی نفی ہے، نہ یہ کہ بتائے سے
بھی مجھے علم غیب نہیں۔

اب بحمد اللہ تعالیٰ سب سے لطیف تر یہ تیسری تفسیر ہے کہ ''میں تم سے نہیں کہتا کہ مجھے علم غیب ہے،
اس لئے کہ اے کافرو! تم ان باتوں کے اہل نہیں ہو، ورنہ واقع میں مجھے ما کان و ما یکون کا
علم ملا ہے، والحمد للہ رب العالمین.

امر چہارم

علمِ غیب سے متعلق اجماعی مسائل

یہاں تک جو کچھ معروض ہوا جمہور ائمہ دین کا متفق علیہ ہے۔

(1) بلاشبہ غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے اور منکر کافر.

(2) بلاشبہ غیر خدا کا علم معلوماتِ الٰہیہ کو حاوی نہیں ہوسکتا۔ مساوی درکنار تمام اولین و آخرین و انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر علومِ الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذراسی بوند کے کرڑویں حصے کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں، اور متناہی کو متناہی (1) سے نسبت ضرور ہے بخلاف علومِ الٰہیہ کہ غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہیں، اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش و فرش، شرق و غرب و جملہ کائنات از روزِ اوّل تا روزِ آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش و فرش دو حدیں ہیں، شرق و غرب دو حدیں ہیں (2)، روزِ اوّل و روزِ آخر دو حدیں ہیں، اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔

بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا تو جملہ علومِ خلق کو علمِ الٰہی سے اصلاً نسبت ہونی ہی محال قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہ توہم مساوات۔ (3)

(3) یوں ہی اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دیئے سے انبیاءِ کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو کثیر و وافر غیبوں کا علم ہے، یہ بھی ضروریات دین سے ہے جو اس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے نبوت

---

(1) (مُتناہی: جس کی انتہا ہو [ت])

(2) (فتاوی رضویہ جدید میں ''شرق و غرب دو حدیں ہیں'' کا جملہ موجود نہیں ہے)

(3) (تَوَهُّمِ مُساوات: برابری کا وہم [ت])

ہی کا منکر ہے۔

(4) اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل جلیل (1) میں محمد رسول اللہ ﷺ کا حصہ تمام انبیاء وتمام جہان سے اتم واعظم ہے، اللہ عز وجل کی عطا سے حبیبِ اکرم ﷺ کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عز وجل ہی جانتا ہے۔ مسلمانوں کا یہاں تک اجماع تھا مگر وہابیہ کو محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت کس دل سے گوارا ہو۔ انہوں نے صاف کہہ دیا کہ:۔

۱: حضور کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں۔ (2)

۲: وہ اور تو اور اپنے خاتمہ کا بھی حال نہ جانتے تھے۔ (3)

ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ

۳: خدا کے بتائے سے بھی اگر مغیبات کا علم ان کیلئے مانے جب بھی شرک ہے۔ (4)

۴: اس پر قہر یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو تو دیوار پیچھے کی بھی خبر نہ مانیں اور ابلیس لعین کے لیے تمام زمین کا علم محیط حاصل جانیں۔ (5)

۵: اس پر عزر یہ کہ ابلیس کی وسعت علم، نص سے ثابت ہے، فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے۔ (6)

۶: پھر ستم، قہر یہ کہ جو کچھ ابلیس کے لیے خود ثابت مانا محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے اس کے ماننے پر

---

(1) (فضل جلیل: اعلی فضل، اعلی بزرگی)

(2) (البراہین القاطعہ، بحث علم غیب، ص ۵۱، مطبوعہ، ڈھور)

(3) (البراہین القاطعہ، بحث علم غیب، ص ۵۱، مطبوعہ، ڈھور)

(4) (البراہین القاطعہ، بحث علم غیب، ص ۵۱، مطبوعہ، ڈھور)

(5) (البراہین القاطعہ، بحث علم غیب، ص ۵۱، مطبوعہ، ڈھور)

(6) (البراہین القاطعہ، بحث علم غیب، ص ۵۱، مطبوعہ، ڈھور)

جھٹ حکم جڑ دیا یعنی خدا کی خاص صفت ابلیس کے لیے تو ثابت ہے، وہ تو خدا کا شریک ہے مگر حضور کیلئے ثابت کرو تو شرک ہے۔

۷: اس پر بعض غالی اور بڑھے اور صاف کہہ دیا کہ جیسے علم غیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر پاگل، ہر چوپائے کو ہوتا ہے۔(1) ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾.

اصل بحث ان کلماتِ ملعونہ کی ہے، خبثاء کاوا کاٹ کر(2) اس سے بچتے اور علم کے خاص وغیر خاص ہونے کی بحث محض بے علاقہ لے دوڑتے ہیں کہ علم غیب کو آیات واحادیث نے خاص بخدا بتایا ہے۔ فقہاء نے دوسرے کیلئے اس کے اثبات کو کفر کہا ہے۔ اس کا جواب تو اوپر معروض ہو چکا کہ خدا کے ساتھ خاص وہی علم ذاتی ومحیط حقیقی ہے غیر کے لیے اسی کے اثبات کو فقہاء کفر کہتے ہیں۔

علم عطائی غیر محیط حقیقی خدا کے لیے ہو ہی نہیں سکتا نہ کہ معاذ اللہ اس کی صفت خاصہ ہو یہ علم ہم نے نہ غیر خدا کے لیے مانا، نہ وہ نصوص واقوال ہم پر وارد۔

مگر ان حضرت سے پوچھئے کہ آیات واحادیث حصر واقوال فقہاء، علم عطائی غیر محیط حقیقی کو بھی شامل ہیں یا نہیں، اگر نہیں تو تمہارا کتنا جنون ہے کہ انہیں ہم پر پیش کرتے ہو ان کو ہمارے دعوے سے کیا منافات(3) ہوئی اور اگر اسے بھی شامل ہیں تو اب بتائیے کہ گنگوہی صاحب آپ ابلیس کے لئے جو علم محیط زمین اور تھانوی صاحب آپ ہر پاگل، ہر چوپائے کے لئے جو علم غیب کے قائل ہیں، آیا اُن کے لئے علم ذاتی محیط حقیقی مانتے ہیں یا اس کا غیر، بر تقدیر اوّل قطعاً کافر ہو،

---

(1)(حفظ الایمان مع بسط البنان لکف اللسان صفحہ ۷، مطبوعہ لاہور، تغییر العنوان مع حفظ الایمان، ص ۱۷، مطبوعہ دریبہ کلاں دہلی]

(2)(کاوا کاٹ کر: پینترا بدل کر[ت])

(3)(منافات: مخالفت[ت])

برتقدیر ثانی بھی خود تمہارے ہی منہ سے وہ آیات واحادیث اور اقوال فقہاء تم پر وارد۔

اور تم اپنے ہی پیش کردہ دلائل سے خود کافر و مرتد۔

اب کہیئے، مفر کدھر (1)؟

ہاں مفر وہی ہے کہ ابلیس اور پاگل اور چوپائے سب تو علمِ غیب رکھتے ہیں، آیات واحادیث و اقوال فقہاء اُن کے لیے نہیں، وہ تو صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی نفی علم کے لیے ہیں، ألا لعنة الله علی الظالمین .

---

(1) (مفر کدھر: جائے فرار کدھر [ت])

امر پنجم

علم غیب کی اختلافی حدود اور مسلکِ عرفاء

فضل محمد رسول ﷺ کے منکروں کو جہنم میں جانے دیجئے۔

تَتِمَّۂ کلام استماع (1) فرمائیے! ان تمام اجماعات کے بعد ہمارے علماء میں اختلاف ہوا کہ بے شمار علومِ غیب جو مولی عز و جل نے اپنے محبوبِ اعظم ﷺ کو عطا فرمائے، آیا وہ روزِ اوّل سے یومِ آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں جیسا کہ عمومِ آیات و احادیث کا مفاد ہے یا ان میں تخصیص ہے۔

بہت اہل ظاہر (2) ہر جانب خصوص گئے ہیں کسی نے کہا متشابہات (3) کا، کسی نے خمس (4) کا کسی نے کہا ساعت کا، اور عام علماء باطن اور ان کے اتباع سے بکثرت علماءِ ظاہر نے آیات و احادیث کو ان کے عموم پر رکھا ما کان و ما یکون بمعنے مذکور میں از انجا کہ غایت میں دخول وخروج دونوں محتمل ہیں ساعت داخل ہو یا نہیں، بہر حال یہ مجموعہ بھی علومِ الٰہیہ سے ایک بعض خفیف بلکہ ''انباء المصطفیٰ'' حاضر ہے۔

میں نے ''قصیدہ بُردہ شریف'' اور اس کی ''شرح ملا علی قاری'' سے ثابت کیا ہے کہ علمِ الٰہی تو علمِ الٰہی جو غیر متناہی در متناہی در غیر متناہی ہے، یہ مجموعہ ما کان و ما یکون کا علم، علومِ محمد رسول اللہ ﷺ کے سمندر سے ایک لہر ہے، پھر علمِ الٰہی غیر متناہی کے آگے اس کی کیا گنتی۔

---

(1) (استماع: غور سے سننا) (2) (اہل ظاہر: ظاہری علم رکھنے والے [ت])

(3) (متشابہات: وہ آیات جن کا مفہوم غور و تامل سے بھی سمجھ میں نہ آتا ہو نہ ہی شارع نے بیان کیا ہو جیسے مقطعات، [ت])

(4) (خمس: وہ پانچ علوم جن کا ذکر آیۂ کریمہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ الخ میں ہے [ت])

اللہ کی قدر نہ جاننے والے اسی کو معاذ اللہ علم الٰہی سے مساوات ٹھہراتے ہیں

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾(1) اللہ کی ویسی قدر نہ کی جیسی قدر کرنے کا حق ہے

اور واقعی جب ان کے امام الطائفہ کے نزدیک ایک پیڑ کے پتے گن دینے پر خدائی آ گئی تو ماکان ومایکون تو بڑی چیز ہے۔ خیر انہیں جانے دیجئے! یہ خاص مسئلہ جس طرح ہمارے علماءِ اہل سنت میں دائر ہے، مسائل خلافیہ اشاعرہ وماتریدیہ (2) کے مثل ہے کہ اصلاً محلِ طعن ولوم (3) نہیں۔

ہاں ہمارا مختار قولِ اخیر ہے جو عام عرفائے کرام وبکثرت اعلام کا مسلک ہے، اس بارے میں بعض آیات واحادیث واقوالِ ائمہ، حضرت کو فقیر رسالے "انباء المصطفے" میں لیں گے، اور " اللؤلؤ المكنون في علم البشير و ما كان و ما يكون" وغیرہ رسائلِ فقیر میں بحمد اللہ تعالیٰ کثیر ووافر ہیں، اور اقوال اولیائے کرام وعلمائے عظام کی کثرت تو اس درجہ ہے کہ ان کے شمار کو ایک دفترِ عظیم درکار، یہاں بطورِ نمونہ صرف بعض اشاراتِ ائمہ پر اقتصار، وما توفيقي الا بالله العزيز الغفار.

---

(1)[الأنعام ۹۱، والزمر ۶۷]

(فتاوی رضویہ جدید میں اس آیت مبارکہ کا حوالہ ۳۱/۳۴ لکھا گیا ہے جو کہ درست نہیں ہے)

(2)[اشاعرہ متکلمین کا وہ گروہ جو امام ابوالحسن اشعری کا پیرو ہے۔ ماتریدیہ اشاعرہ کی وہ جماعت جو حضرت ابو المنصور ماتریدی کی ہمنوا ہے]

(3)(محل طعن ولوم: طعن وملامت کا محل)

حدیث صحیح جامع ترمذی جس میں نبی ﷺ نے فرمایا:

[ف]تجلى لي كل شيء وعرفت.(1)

[پس] ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔

---

(1)(أخرجه الترمذي في الجا مع، كتاب تفسير القرآن ۲/۱۵۵(۳۲۴۹)،لفظ له ، وأحمد في مسنده ۵/۲۴۳،وابن خزيمة في التوحيد ۵۴۰،۵۴۱(۳۲۰)،والشاشي في مسنده (۱۳۴۴)، والدارقطني في رؤية الله (۱۷۶.۱۷۷.۱۷۹.۱۸۰)، والطبراني في الكبير۲۰/۱۰۹ و۱۴۱(۲۱۶و ۲۹۰)،وفي الدعاء (۱۴۱۹)،وأبو اسحاق الختلي في المحبة لله سبحانه ۴۰(۸۲)،وأبو بكر أحمد النجاد في الرد على من يقول القرآن مخلوق ۵۶،وابن عساكر ۳۴/۴۶۶. ۴۶۸،والحكيم ترمذي في نوادر الأصول ۳/۱۲۰، و المزي في تهذيب الكما ل ۱۷/۲۰۴،وعزاه السيوطي في الدر المنثور ۷/۲۰۳الى الترمذي ومحمد بن نصر والطبراني والحاكم وابن مردويه ،كلهم عن معاذ بن جبل رضي الله عنه)

امام ابوالمظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار السمعانی رحمہ اللہ [م ۴۸۹ھ] اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:قال أبو عيسى الترمذي هذا حديث صحيح ،وقد روى هذا الخبربوجوه آخر ،ولم يذكر في بعضها النوم ،وأصحها هذه الرواية ، والله أعلم .

(تفسير السمعانی ۴/۴۵۳،دار الوطن الرياض ،السعودية)

امام محمد بن عبداللہ ابوبکر بن العربی رحمہ اللہ [م ۵۴۳ھ] فرماتے ہیں:"وقد روى الترمذي صحيحا".

(أحكام القرآن ۴/۷۳، دار الكتب العلمية ،بيروت)

حافظ ابن کثیر [م ۷۷۴ھ] لکھتے ہیں:"كما رواه الامام أحمد والترمذي وصححه ...الخ .

(تفسير القرآن العظيم ۳/۲۹۰ ،دار طيبة للنشر والتوزيع)

غیر مقلدین وہابیہ کے محدث البانی نے اس حدیث کو کبھی ضعیف اور کبھی صحیح کہا ہے ملاحظہ فرمائیں:

"ضعيف الجامع الصغير وزيادته۱۷۵.۱۷۶(۱۲۳۳)، المكتب الاسلامی ،الطبعة الثالثة

اور فرمایا:

[ف]علمت ما في السموات وما في الأرض.(1) — [پس] میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

۱۹۹۰م" میں کہا کہ:"ضعيف".

=جبکہ اسی ترمذي اور مسند احمد "مشكاة المصابيح ۱/۲۳۲ (۷۴۸)، المكتب الاسلامي بيروت، الطبعة الثالثة ۱۹۸۵ م" میں اسی روایت کو "صحيح" کہا، اسی طرح "صحيح و ضعيف سنن الترمذي (۳۲۳۴)": "صحيح" کہا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی سے مروی اس حدیث مبارکہ کی عبد الرحمٰن بن ابی لیلی کی سند میں مندرجہ ذیل لفظ بھی ہیں:

"فعلمت من كل شيء و بصرته". [طبرانی کبیر ۲۰/۱۴۲، والدعاء للطبرانی ۱/۴۱۸]۔

(1)(أخرجه الترمذي في الجامع ۲/۱۵۵(۳۲۴۷) ،وعبد الرزاق في تفسيره ۳/۱۲۶(۲۶۱۲) ،وأحمد في مسنده ۱/۳۶۸، وعبد بن حميد في مسنده ۲۲۸ (۶۸۲)،والدارقطني في رؤية اللّٰه (۱۹۲)،وابن جرير في تفسيره [النجم ۱۱] ج۲۲/۲۳،وأبو الشيخ في طبقات المحدثين بأصبهان ۳/۴۶۵،وابن عساكر في تاريخ دمشق ۳۴/۴۷۱. والنجاد في الرد على من يقول القرآن مخلوق (۹۱)، وغيرهم .

كلهم عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما .

○ وفي رواية عنه :" فعلمت ما بين المشرق والمغرب".

(أخرجه الترمذي في الجامع (۳۲۴۸)،والبزار في مسنده ۱۱/۴۳ ،وابن خزيمة في التوحيد ۲/۵۳۸(۳۱۹)،وأبو يعلى في مسنده (۲۶۰۸) ، والدارقطني في رؤية اللّٰه (۱۸۹)، وابن عساكر في تاريخه ۳۴/۴۶۹. ۴۷۰، والنجاد في الرد على من يقول القرآن مخلوق (۷۶)،وغيرهم .

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:"هذا حديث حسن غريب لك هذا الوجه". ==

....

....
غیر مقلد البانی نے کہا:" صحيح لغيره ". (صحيح الترغيب والترهيب(۴۰۸).

○○ وفي الباب :عن ثوبان رضى الله عنه :

وفيه :" فتجلى لي ما بين السماء والأرض ".

(أخرجه الروياني في مسنده ۱/۴۲۹(۶۵۶)،والطبراني في الدعاء ۱/۴۱۹(۱۴۱۷)،

والدارقطني في رؤية الله (۲۵۴)، وابن مندة في الرد على الجهمية (۲۹)،والبغوي في شرح السنة ۴/۳۸.۳۹)وغيرهم .

○ وفيه رواية عنه :"...ثم تجلى لي كل شيء وعرفت ".

(كتاب التوحيد وأثبات صفات الرب عزوجل لابن خزيمة ۲/۵۴۳،لفظ له ،والدارقطني في رؤية الله (۲۵۳))

○ وفي رواية عنه :"...فخيل لي ما بين السماء والأرض ".

(أخرجه البزار في مسنده ۱۰/۱۱۰)

قلت :ورجاله موثقون الا أبي يحي وهو سليم بن عامر الخبائري تابعي سمع أبا أمامة . وأبو يزيد الشامي لا يعرف اسمه .كما في قال البغوي في شرح السنة . وقال زهير الشاويش و شعيب الأرناؤط في ذيله :"وذكره ابن أبي حاتم في الجرح والتعديل (۲۳۵۶) ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا ، والحديث على كل حال صحيح .

○○ وعن جابر بن عبد الله رضى الله عنه :

وفيه :...فما سألني عن شي الا علمته ".

(أخرجه ابن أبي عاصم في السنة ،ومعها ظلال الجنة للألباني ۱/۲۰۳(۴۶۵).

البانی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔مگر راقم الحروف نے اس کی سند کے ایک راوی ''سماک بن حرب'' کے بارے میں تفصیلی گفتگو اسی مجموعہ کے ایک رسالہ ''ازاحة العيب'' کے حاشیہ میں کی ہے۔

....

....

○ ○ وعن أبي أمامة الباهلي رضى الله عنه :

و فيه :.....فعلمت في مقامي ذلك ما سألني عنه من أمر الدنيا والآخرة ".

(أخرجه الطبراني في الكبير ٨/٢٩٠.٢٩١(٨١١٧)، والروياني في مسنده ٢/٢٩٩ ، والدارقطني في رؤية الله (٢٤٨) ،والنجاد في الرد على من يقول القرآن مخلوق ٥٨ .

قلت :في سنده :ليث بن أبي سليم القرشي الكوفي . قال الحافظ في التقريب ٢٨٧: صدوق اختلط اخيرا ولم يتميز حديثه فترك .وفي نسخة ٥١٩ بصدوق اختلط جدا ...

○ ○وعن أنس بن مالك رضى الله عنه :   وفيه :..فعلمني كل شيء ".

(أخرجه أبو الحسين البغدادي في فوائد ابن أخي ميمي الدقاق ٢٤٦.٢٤٧،والدارقطني في رؤية الله (١٩٤)، وفي سنده :يوسف بن عطية الصفار وهو متروك .

○ ○وعن عبد الرحمن بن عائش يقول سمعت رسول الله ﷺ.....فعلمت ما في السموات والأرض".

(أخرجه الدارمي في السنن، باب في رؤية الرب تعالى في النوم ٢/١٣٦٥(٢١٩٥) ، والدارقطني في رؤية الله (٢٣٣.٢٣٤.٢٤٠)،وأبو بكر ابن المهندس في حديث أبي القاسم عافية [ق](٩) ،وابن خزيمة في التوحيد ٢/٥٣٣(٣١٨)،والبغوي في معجم الصحابة ٤/٤٦٣، والطبراني في الدعاء ١/٤٢٠، ومحمد بن هجرس بن رافع السلامي في مشيخة البياني٧٥(٤٠)، وابن عساكر في تاريخه ١٦/١٨٢، و ٣٤/٤٥٨،وغيرهم) اسناده صحيح اذا ثبت صحبة عبد الرحمن بن عائش .

امام ابن منده رحمہ اللہ نے حدیث ثوبان اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

"وروي هذا الحديث ،عن عشرة من أصحاب النبي ﷺ ، ونقلها عنهم أئمة البلاد من أهل الشرق والغرب . (الرد على الجهمية ٤٩)

(51) شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی "اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ" میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

" دا نستم هر چه در آسمانها و هر چه درزمینها بود عبارت ست از حصول تمامه علوم جزئی و کلی و احاطه آن". 1	میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا اس حدیث میں تمام علوم کے حاصل ہونے اور ان کے احاطہ کرنے کا بیان ہے۔

(52) امام محمد بوصیری "قصیدہ بردہ شریف" میں عرض کرتے ہیں:

فان من جودك الدنيا وضرتها

ومن علومك علم اللوح والقلم(2)

یارسول اللہ! دنیا وآخرت دونوں حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح وقلم کا علم (جس میں تمام ما کان وما یکون) ہے۔ حضور ﷺ کے علوم سے ایک ٹکڑا ہے۔

---

(1)(اشعة اللمعات، کتاب الصلاة ، باب المساجد ۱/۳۳۳ ،مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

(2)(الزبدة العمدة في شرح البردة ،۱۱۶، خیر پور، سندھ، پاکستان)

امام بوصیری رحمہ اللہ کے اس شعر پر بعض ناعاقبت اندیش قسم کے لوگوں نے اعتراضات کئے اور اس کو شرک کہا ہے جن میں غیر مقلدین کے عبدالعزیز بن باز، محمد بن صالح العثیمین، عبداللہ بن عبدالعزیز بن جبرین وغیرہ جیسے لوگ ہیں زیادہ تفصیلی گفتگو کی بجائے راقم الحروف یہاں پر شیخ عیسی بن مانع کی طرف سے لکھا گیا ابن عثیمین کے رد میں رسالہ "القول المبين في بيان علو مقام خاتم النبيين ﷺ" سے تلخیص وتصرف کے ساتھ خاص اس بارے میں کلام کو نقل کرتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

حمد وصلوۃ کے بعد!

اس وقت امت مسلمہ پر خزاں کی جو ہوائیں چل رہی ہیں وہ اس کے جسد کے لئے نہایت ہی خطرناک ہیں،

....

....

اس موقعہ پر لازم یہ ہے کہ ہم اختلاف کو ختم کر کے ان اسلام کے دشمنوں کے سامنے صف واحد کی صورت میں سینہ سپر ہوں جو دین اسلام کے بارے میں دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کر رہے ہیں۔

لیکن ہمارے ہاں ایک ایسا فرقہ ہے جو امت کو زخمی کرر ہا ہے وہ عقائد و مذہب کے ایسے مسائل اُٹھا رہا ہے جس سے اُمت مسلمہ کے بارے میں سوءظن پیدا ہو رہا ہے اور وہ بغیر فہم و شعور کے اُمت کو مشرک اور گمراہ قرار دے رہا ہے۔ وہ خواہش نفس پر سوار، آراء میں تعصب اور فکر میں منتشر ہے کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا جب ہمارے کانوں میں ان کے یہ غلط افکار سننے میں نہ آتے ہوں اور دیکھنے میں آنکھوں کو تکلیف نہ ہوتی ہو، وہ ان زہر آلود افکار کے ذریعے عام مسلمانوں کو گمراہ کرر ہا ہے اور نوجوانوں کو محض نعروں کا شہد اور سنت کا رونا رو کر دھوکہ دے رہا ہے۔

ضرورت مقالہ:

ہم نے محسوس کیا کہ ان اُمور کی حقیقت اور ان میں غلطی وخرابی کا واضح کرنا ہم پر لازم ہے تا کہ وہم میں پڑ جانے والوں کا وہم ختم، مسلمانوں کے دلوں میں لاحق پریشانی کا ازالہ اور حق، باطل سے ممتاز و آشکار ہو جائے۔ مجھے جو اس وقت پریشانی لاحق ہوئی، تو اس کا سبب شیخ ابن عثیمین کا عارف باللہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اشعار کے حوالے سے اہل سنت پر حملہ ہے۔

حالانکہ انہیں کئی صدیوں سے مسلمان پڑھتے اور ان میں رسول اللہ ﷺ کی جو مدح ہے اسے سراہتے آرہے ہیں ہمارے علم میں کوئی ایک بھی نہیں جس نے ان کا انکار کیا ہو بلکہ تمام نے انہیں مستحسن ہی کہا اُمت کا اس مبارک قصیدہ کو سراہنا اس کی قبولیت پر علامت ہے لیکن شیخ مذکور کو یہ قبولیت پسند نہیں آئی اور ان اشعار کی وجہ سے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کر ڈالی۔

يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِي مَنْ أَلُوذُ بِهِ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُولِ الْحَادِثِ الْعَمِمِ

اے بزرگ ترین خلق! حادثۂ عام کے نزول کے وقت آپ کے سوا کون ہے جس سے میں پناہ لوں۔

اِنْ لَّمْ تَكُنْ فِيْ مَعَادِيْ آخِذاً بِيَدِيْ
فَضْلاً وَإِلَّا فَقُلْ يَا زَلَّةَ الْقَدَمِ

اگر آپ آخرت میں میری دستگیری نہ چھوڑیں تو مجھے کہنا چاہئے ہائے لغزش قدم

فَإِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَ ضَرَّتَهَا
وَ مِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

پس دنیا و آخرت آپ ﷺ کی بخشش سے ہیں اور لوح و قلم کا علم آپ ﷺ کے علوم میں سے ہے۔

ابن عثیمین کا کہنا کہ یہ اوصاف اللہ عزوجل کے ساتھ مختص ہیں مجھے اس شخص پر تعجب ہے کہ جس کا یہ کلام ہے اگر وہ اس کے معنی کو جانتا ہے تو کیسے وہ حضور ﷺ سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے۔ ''فَإِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَ ضَرَّتَهَا '' یہاں من تبعیضیہ ہے ''دنیا'' سے دنیا اور ''ضرۃ'' سے مراد آخرت ہے جب دنیا و آخرت دونوں جود رسول ﷺ کا کل نہیں بلکہ اس کا بعض قرار دیا تو اللہ عزوجل کے لئے کیا رہ گیا؟ اس کے لئے ممکنات سے کوئی شے ہی نہ رہی نہ دنیا کی اور نہ آخرت کی۔ اسی طرح مصرعہ ''وَ مِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ'' یہاں بھی من تبعیض کے لئے ہے جب ہم رسول اللہ ﷺ کو اس خطاب کے ساتھ مخاطب کریں گے تو میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کون سا علم باقی رہ جاتا ہے۔ شیخ ابن عثیمین کا کلام ختم ہوا۔

(انظر: فتاوی مهمة لعموم الأمة، جمع و اعداد ابراهيم ابن عثمان الفارس ص ۴۶/ ط اُولی ۱۴۱۳ھ)

ابن عثیمین کا رد:

ان شبہات کے تفصیلی رد سے پہلے ہمارے چند سوالات ہیں۔

۱۔ کیا اللہ عزوجل کی ذات محدود ہے؟

۲۔ کیا اللہ عزوجل کا علم محدود ہے؟

۳۔ کیا اللہ عزوجل کے جود و کرم محدود ہیں؟

۴۔ کیا لوحِ محفوظ کے علوم اللہ تعالیٰ کے علم کا احاطہ کر سکتے ہیں؟

....

....

اس کے جواب میں علماء تو کجا عام مسلمان بھی یہی کہے گا کہ اللہ عزوجل کے کمال کی انتہا نہیں اور نہ ہی اس کی صفات محدود ہیں کیونکہ اس کی شان ہے۔﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾۔ اس کی کوئی مثل نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

جو شخص باری تعالی کی صفات کو محدود سمجھتا ہے یا اس کے علم کو کسی شی مخلوق (مثلا لوح وقلم) میں محصور جانتا ہے تو وہ صراط مستقیم سے ہٹ گیا ہے اور گمراہی میں چلا گیا ہے کیونکہ اس نے اسلام کے سب سے عظیم اور بنیادی رکن توحید کو گرادیا کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی ذات وصفات اور اس کے افعال کو مشابہت مخلوق سے پاک جانا جائے۔

قارئین کرام! آپ اس رسالہ میں اللہ عزوجل کی توفیق وفضل سے انہی اشیاء کی مزید تفصیل ملاحظہ کریں گے۔

عقیدہ پر خطرناک اثرات:

جب آدمی ابن عثیمین کا کلام پڑھتا ہے تو سوچتا ہے کہ واقعۃً انہوں نے یہ بات کہی ہے یا سبقت لسانی ہے، حالانکہ ان کی یہ گفتگو پہلے ایک مجلّہ میں شائع ہوئی بعد میں اسے کتابی شکل دی گئی۔ ظاہر ہے ان کی اجازت سے ہی یہ سب کچھ ہوا، یہ سمجھ نہیں آرہا کہ انہوں نے اللہ عزوجل کی صفات اور اس کے علوم کو محدود کیسے تصور کرلیا؟

اور ہم میں سے ہر کوئی یہ جانتا ہے کہ عقیدہ مسلم میں یہ بات بنیادی ہے کہ اللہ عزوجل کی صفات غیر متناہی ہیں اس لئے ہمیں ایسی گفتگو نہایت ہی خطرناک محسوس ہوئی جس میں اللہ عزوجل کے علم وکرم کو مخلوق کے علم وکرم کی طرح قرار دے دیا گیا حالانکہ مخلوق میں یہ صفات متناہی اور اللہ عزوجل کی نسبت سے غیر متناہی ہیں ورنہ اللہ عزوجل کا عجز وجہل سے متصف ہونا لازم آئے گا، کیونکہ متناہی مخلوق پر صادق ہے اور اللہ عزوجل اس سے بلند ہے جس نے اللہ عزوجل کی صفات کو متناہی کہا اس نے بڑی بے ادبی کا ارتکاب کیا اور عقیدہ اسلامیہ کی جڑ کاٹ دی۔

ابن عثیمین نے فتویٰ میں جو لکھا ہے اسے پڑھیئے اور غور کیجئے وہ لکھتا ہے کہ جب دنیا وآخرت حضور ﷺ کے جود کا بعض ہیں نہ کہ کل تو کیا اللہ عزوجل کے لئے دنیا وآخرت کی کوئی شے رہ جائے گی؟ کیا تم خود

اسے صفات الٰہیہ کے لئے نقصان دہ نہیں سمجھ رہے اس کلام میں یہ خطرہ موجود ہے کہ اس نے اللہ عزوجل کے جود وکرم کو دائرہ مخلوق میں منحصر کر دیا اور یہ اس کی اس صفت کے محدود ہونے پر شاہد ہے جب اس کی یہ صفت محدود ہے تو اس کا اثر اس کی ذات اقدس تک جائے گا کہ وہ بھی محدود ہو جائے یہ خالق کی تقدیس وتنزیہ کے منافی ہے اور اس کے اس کمال کے بھی منافی جس کے بارے میں یہ اعتقاد ضروری کہ اس کے کرم کی کوئی حد نہیں اور نہ اس کے جود میں حصر ہے ہمیں تو سمجھ نہیں آ رہی کہ شیخ اللہ عزوجل کے اس ارشاد گرامی کو کیا سمجھتا ہے جو حدیث قدسی میں ہے۔

جسے امام مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: '' لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَ آخِرَکُمْ وَ اِنْسَکُمْ وَ جِنَّکُمْ قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَسَاَلُوْنِيْ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ وَاحِدٍ مَسْاَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِيْ اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمخيَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ.

تمہارا پہلا اور آخری انسان اور جن جو کچھ بھی مجھ سے مانگیں اور میں انہیں وہ سب کچھ عطا کر دوں تو میری ملکیت سے سوئی کے سوراخ کے برابر بھی کمی نہیں ہوتی جبکہ اس کو سمندر میں داخل کیا جائے۔

(صحیح مسلم ح ۶۵۱۷ کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم وترمذی ح۲۴۹۵، ابن ماجه ح ۴۲۵۷. مسند بزار ۴۴۱/۹.)

سمندر سے سوئی کے سوراخ کے برابر کمی بطور تمثیل، اذہان کی سمجھ کے لئے ہے ورنہ اس کی کیا نسبت؟

شیخ کا وہم ہے کہ جود الٰہی دنیا وآخرت میں محصور ہے اس نص کے متعارض ومخالف ہے جو واضح کر رہا ہے کہ اللہ عزوجل کا جود متناہی نہیں نہ اس کی حد ہے اور نہ اسے شمار کیا جا سکتا ہے جب دنیا وآخرت (جن میں جن وانس کے سوال کا تصور ہے) اللہ عزوجل کی ملکیت سے اتنی کمی بھی نہیں کر سکتے جو سوئی سمندر سے کرتی ہے تو کسی مسلمان کے لئے یہ کیسے درست ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ اللہ عزوجل کا جود وکرم ان میں ہی منحصر ہے وہ باقی سمندر کہاں گیا جو سوئی کے علاوہ تھا تو اللہ عزوجل کی ذات اقدس کرم کے محدود ہونے سے پاک ہے اور نہ ہی کسی مخلوق کے مشابہ ہے

علم الٰہی کے تصور میں ابن عثیمین کی غلطی

شیخ کا کہنا ہے کہ جب حضور ﷺ کا علم یہ ہے تو اللہ عزوجل کے علم کے لئے باقی کیا بچتا ہے؟ یہ گفتگو عقیدہ کے طور پر بڑی خطرناک ہے، کیونکہ اللہ عزوجل کے علم کی نہ تو حد ہے اور نہ اس کا احاطہ کیا جاسکتا ہے۔ اللہ عزوجل کے علم کا تعلق واجبات، جائزات اور مستحیلات کے ساتھ متعلق ہے نہ اس کی ابتدا ہے اور نہ انتہا۔ اللہ عزوجل ان کے وہم سے بھی بلند ہے وجہ خطا شیخ کی یہ ہے کہ اس نے اللہ عزوجل کے علم کو لوح وقلم یا دنیا و آخرت میں محدود کر دیا ہے، افسوس کوئی عاقل کیسے تصور کرسکتا ہے کہ لوح وقلم (جو مخلوق ہیں) وہ اللہ عزوجل کے علم کا احاطہ کرسکتے ہیں اور اس تصور سے اللہ عزوجل کے علم وقدرت کا محصور ہونا لازم آرہا ہے۔

سبحان اللہ عزوجل! شیخ شائد حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ کو بھول گیا جو صحیح حدیث میں ہے۔۔۔۔پس وہ دونوں (حضرت خضر اور موسیٰ علیہما السلام) کشتی میں بیٹھ گئے حضرت خضر علیہ السلام کو انہوں نے (یعنی کشتی والوں نے) پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے انہیں بٹھالیا: ''فجاء صفور فوقع علی حرف السفینة فنقر نقرة او نقرتین في البحر فقال الخضر :یا موسی ، ما نقص علمي و علمك من علم الله الا كنقرة هذا العصفور في البحر...

ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے بیٹھ گئی اس نے ایک یا دو چونچ سمندر سے پانی لیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام! میرا و تمہارا علم اللہ عزوجل کے علم کی نسبت اس طرح ہے جیسے چڑیا کی چونچ کی نسبت سمندر سے ہے۔ (صحیح بخاری ۱/۵۹ کتاب العلم)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن جریج کی روایت سیاق وسباق کے لحاظ سے بہت ہی خوب ہے: ''علمي وعلمك في جنب علم الله الا كما أخذ هذا العصفور بمنقاره من البحر''. میرا اور تمہارا علم اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح ہے جیسے چڑیا کی چونچ بنسبت سمندر کے ہے۔

(فتح الباری ۱/۲۲۰)

یہ فقط سمجھانے کے لئے مثال ہے ورنہ سمندر کتنا ہی وسیع کیوں نہ ہو وہ محدود اور علم الٰہی غیر محدود ہے۔

اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ لِكَلِمَاتُ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا .﴾ (سورۃ الکھف: آیت نمبر ۱۰۹)

تم فرمادو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگر چہ ہم ویسا ہی اس کی مدد کو اور لے آئیں۔

شیخ ابن عثیمین کے کلام کا رد

یہاں ہر مسلمان کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیخ علم الٰہی کو لوح وقلم تک محدود مانتے رہے تو ان کی تخلیق سے پہلے علم الٰہی کہاں تھا کیونکہ وہ این اور کیف سے ماوراء ہے انہیں یہ باور نہیں ہو رہا کہ علم کا محصور ہونا مخلوق کے علم کی صفت ہے اور یہ باری تعاری کو مخلوق کے مشابہ قرار دینا ہے اور انہیں یہ علم ہے عقیدہ اسلامیہ میں تشبیہ کس قدر خطرناک ہے اور تشبیہ کے بارے میں علماء اسلام کا موقف کیا ہے؟ جب شیخ کا مقصد یہ ہے کہ کسی مکلوق میں وصف باری تعالیٰ نہیں پایا جاسکتا اور یہ اس کی تنزیہ وتقدیس کا تقاضا ہے اور اس سے یہ زیادہ خطرناک ہے کہ ہم باری تعالیٰ کے لئے مخلوق کی صفات ثابت کردیں۔

جیسا کہ شیخ مذکور نے کردیا اس نے علم کو عالم دنیا وآخرت میں محصور کردیا اور باری تعالیٰ کے ارشاد گرامی کی پرواہ ہی نہیں کی۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾۔ (سورۃ النساء: آیت ۱۳۳) بلاشبہ وہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا .﴾ (سورۃ الاسراء: ۳۶) اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

لوح وقلم اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اشیاء میں سے ہیں۔ شیخ اس ارشاد نبوی ﷺ سے غافل ہے۔ اللہ عزوجل نے پہلے قلم پیدا فرمایا اور فرمایا لکھ، قلم نے عرض کیا میرے رب کیا لکھوں؟

" اکتب مقادیر کل شیء حتی تقوم الساعة " ۔ قیامت تک ہر شے کی تقدیر لکھ دے۔

(سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۴۷۰۰، مسند احمد ۵/ ۳۱۷، کتاب السنۃ لابن ابی عاصم ۱/ ۴۹۔ ۵۰، یہ حدیث صحیح ہے)

اس حدیث مبارکہ میں بالکل واضح ہے کہ اسے قیامت تک لکھنے کا حکم ملا، رہا قیامت کے بعد کا معاملہ تو اس نے

....

....

وہ نہیں لکھا جیسا کہ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہورہا ہے اوراس سے کون سی چیز مانع ہے کہ جن اشیاء کو قلم نے نہیں لکھا ان پر اللہ تعالیٰ جسے چاہے مطلع فرمادے خصوصاً اپنے حبیب اور رسول خاتم النبیین ﷺ کو، اس پر کچھ نصوص کا تذکرہ آرہا ہے۔

ابن عثیمین اوراس کے ساتھیوں کی مشکل یہ ہے کہ وہ اسباب اور مسببات میں خلط ملط کردیتے ہیں اور سبب ظاہری اور سبب خفی میں فرق نہیں کرپاتے اوراس سے بھی غافل ہیں کہ اللہ عزوجل نے اسباب کو مسببات کے ساتھ فرمارکھا ہے، شیخ پر تعجب یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے فتویٰ میں خود اپنے قول کی تردید کردی ہے جب اس سے سوال ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے۔ اللہ ورسولہ اعلم اللہ عزوجل اوراس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں تو اس نے جواب میں کہا: "قولهم الله ورسوله أعلم جائز و ذلك لان علم الرسول ﷺ من علم الله فالله تعالىٰ هو الذى ما لا يدركه البشر ولهذا أتى بالواو".

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول "اللہ ورسولہ أعلم" جائز ہے کیونکہ رسول ﷺ کا علم اللہ عزوجل کے علم سے ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ علم عطا فرمایا جس کا ادراک انسان نہیں کرسکتا اسی لئے درمیان میں واؤ ہے

(المجموع الثمين من فتاوىٰ العثيمين ۲/۲۱۳)

ثقہ علماء کی آراء میں اشعار کی تشریح

اب ہم امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار کا جائزہ لیتے ہیں کیا وہ کفریہ ہیں یا وہ قصیدہ کے نہایت ہی پسندیدہ اشعار میں سے ہیں جیسا کہ شیخ ابن عثیمین نے انہیں کفریہ قرار دیتے ہوئے فتویٰ دیتے ہوئے کہا کہ قطع نظر اس بات کے کہ ان کی محافل میں نبی کریم ﷺ کے بارے میں ایسے غلو سے کام لیا جاتا ہے جو کہ شرک اکبر کی طرف لے جاتا ہے اور جو بندہ کو ملت اسلامیہ سے خارج کردیتا ہے خود رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں کے خلاف جہاد فرمایا ان کے خون، اموال اور اولاد کو مباح قرار دیا، ہم ان محافل میں ایسے قصائد سنتے ہیں جو یقینی طور پر بندے کو ملت اسلامیہ سے خارج کردیتے ہیں۔

جیسا کہ بوصیری کے اشعار ہیں :یا أكرم الخلق .....الخ .

....

....

پہلی بات تو ہم ابن عثیمین سے یہ کہتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس قصیدہ مبارکہ کی شرح اور اس پر تضامین بصورت تخمیس و تسبیع بیسیوں اکابر علماء نے کی ہیں کیا وہ سارے شرک اکبر کی دعوت دینے والے تھے؟ اکابرین اُمت اس کو پڑھتے آئے ہیں کیا وہ اس سے جاہل رہے جو تم کو سمجھ میں آیا؟ اللہ تعالیٰ ہمیں پستی میں گرنے سے محفوظ رکھے، وہم سے بچائے اور رسوخ کی دولت عطا فرمائے اور اُمت کے سوادِ اعظم سے نکلنے سے بچائے۔ آمین بجاء النبی الامین ﷺ.

شارحین قصیدہ بردہ کا تذکرہ:

یہاں کچھ شارحین قصیدہ بردہ شریف کا تذکرہ بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

(۱) ابو شامہ عبد الرحمٰن بن اسماعیل المقدسی الشافعی المقری النحوی (المتوفی ۶۹۵ھ)

(۲) علی بن جابر بن موسیٰ الیمنی الشافعی (المتوفی ۷۶۵ھ)

(۳) جمال الدین عبد اللہ بن یوسف المعروف بابن ہشام النحوی (المتوفی ۷۶۱ھ)

(۴) شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن الزمردی الشہیر بابن الصائغ (المتوفی ۷۷۶ھ)

(۵) مسعود بن عمر المعروف بسعد الدین التفتازانی (المتوفی ۷۹۷ھ)

(۶) ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن مرزوق التلمسانی (المتوفی ۷۹۱ھ) وسماہ الاستیعاب لما فیہما من البیان والاعراب ولہ شرح اخر سماہ ''اظہار صدق المودہ فی قصیدۃ البردہ''

(۷) جلال بن قوام بن الحکم واتم شرحہ فی سنۃ ۷۹۲ھ۔

(۸) بدر الدین محمد بن بہادر الزرکشی (المتوفی ۷۹۴ھ)

(۹) محمد البسطامی الشاہرودی المعروف بمصنفک (المتوفی ۸۷۵ھ)

(۱۰) شرف الدین علی الیزدی (المتوفی ۸۲۸ھ)

(۱۱) کمال الدین حسین الخوارزمی (المتوفی ۸۴۰ھ)

(۱۲) جلال الدین محمد بن احمد المحلی الشافعی (المتوفی ۸۶۴ھ)

(۱۳) جلال الدین احمد بن محمد بن محمد الجندی (المتوفی ۸۰۳ھ)

(۱۴) زین الدین ابوالعز طاہر بن حسن المعروف بابن حبیب الحلبی (المتوفی ۸۰۸ھ)

(۱۵) القاضی شہاب الدین الدولۃ آبادی (المتوفی ۸۴۹ھ)

(۱۶) زین الدین خالد بن عبداللہ الازہری (المتوفی ۹۰۵ھ) وسماہ "الزبدۃ فی شرح قصیدۃ البردۃ"

(۱۷) شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی (المتوفی ۹۲۳ھ) صاحب ارشاد الساری فی شرح البخاری۔ وسماہ "الانوار المضیۃ فی شرح الکواکب الدریۃ"

(۱۸) القاضی زکریا بن محمد الانصاری (المتوفی ۹۲۶ھ) وسماہ "الزبدۃ الرائقۃ فی شرح قصیدۃ البردۃ الفائقۃ"

(۱۹) عبیداللہ محمد بن یعقوب المولی الفناوی (المتوفی ۹۳۶ھ)

(۲۰) محی الدین محمد بن مصطفیٰ المعروف بشیخ زادہ (المتوفی ۹۵۱ھ)

(۲۱) بدرالدین محمد بن محمد الغزی (المتوفی ۹۸۴ھ) وسماہ الزبدۃ،،

(۲۲) خیرالدین خضر بن عمر العطوفی (المتوفی ۹۸۴ھ)

(۲۳) حسام الدین حسن بن محمد العباسی۔

(۲۴) یحیی بن منصور بن یحیی الحسنی، وسماہ "نتائج الافکار"

(۲۵) الامام فخر الدین احمد بن محمد بن ابی بکر الشیر ازی، وسماہ "نزھۃ الطالبین وتحفۃ الراغبین"

(۲۶) یحیی بن زکریا المفتی، وسماہ "صدق المودۃ"

(۲۷) ابوالعباس احمد الازدی المعروف بالقصار۔

(۲۸) حسن بن حسین التاشی۔

(۲۹) شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن حسن القدسی البرمونی۔

(۳۰) علی بن سلطان المعروف بملا علی القاری الحنفی (المتوفی ۱۰۱۴ھ)

(۳۱) عبدالواحد بن احمد الانصاری (المتوفی ۱۰۴۰ھ)، وسماہ "شفاء القلب الجریح"

....

....

(۳۲) محمد بن منلا ابی بکر بن محمد بن منلا سلیمان الکردی الحنفی ، اتم شرحہ ۱۰۴۸ھ،

(۳۳) ابراھیم بن محمد الباجوری (المتوفی ۱۲۷۶ھ)

(۳۴) القاضی عمر بن احمد الخربوتی ، وسماہ ''عصیدۃ الشھدۃ''

(۳۵) الفاضل الحسن بن محمد بن الحسن الحنفی النخعی ۔

اشعار کی شرح

فان من جودك الدنيا و ضرتها و من علومك علم اللوح والقلم

(۱) ''ضرۃ الدنیا'': آخرت (۲) ''اللوح'': جسم نورانی جس میں اللہ عزوجل کے حکم سے قلم نے جو کچھ ہوا یا ہونے والا ہے تا قیام قیامت سب کچھ اس میں لکھ دیا۔ (۳) ''القلم'': جسم نورانی ہے اللہ تعالی نے اسے پیدا کیا اور حکم دیا تا قیام قیامت ہونے والے واقعات کو لکھ دے۔ (۴) ''الجود'': کسی عوض وغرض کے بغیر عطا کرنا۔

شیخ خالد ازہری لکھتے ہیں:

دنیا و آخرت کی بھلائی آپ ﷺ کے کرم سے ہے اور لوح وقلم کا علم آپ ﷺ کے علم سے ہے اور آپ ﷺ ہی اس کے لائق ہیں اور شفاعت میں آپ ﷺ پر ہی اعتماد ہے۔

شیخ ابراہیم باجوری (یہ تیرہویں صدی ہجری میں جامعہ ازہر کے شیخ تھے) یہاں دنیا سے مراد آخرت کے مقابل ہے اس لئے شاعر نے ''ضرتھا'' کا لفظ فرمایا اور یہاں مضاف مقدر ہے یعنی خیری الدنیا اور ''ضرتھا'' سے مراد آخرت ہے اب دنیا کی خیر یہ ہے کہ آپ تمام لوگوں کے ہادی ہیں اور آخرت کی خیر سے مراد آپ ﷺ کی تمام کے لئے شفاعت ہے۔

اے اللہ عزوجل کے بندو! اب بتاؤ اس میں کونسا اشکال ہے؟

بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تو زہد کے پیش نظر دنیا کو چھوڑ دیا ہے چہ جائیکہ آپ ﷺ اسے ملکیت میں لے کر اس میں جود فرماتے ، اس پر بے شمار احادیث شاہد ہیں۔

امام ابویعلی اپنی سند (جس کو امام ہیثمی نے حسن کہا ہے) سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لو شئت لسارت معی جبال الذهب".
اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔

(شرح السنة للبغوی ۱۳/۲۴۸ (۳۶۸۳)، مجمع الزوائد ۹/۹۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اوتیت مفاتیح کل شیء الا الخمس". مجھے ہر شے کی چابی دی گئی مگر پانچ کی۔ بے شک اللہ عزوجل کے پاس ہے قیامت کا علم، وہی بارش نازل کرتا ہے وہ جانتا ہے رحم میں کیا ہے، کوئی نفس نہیں جانتا وہ کل کیا کرے گا؟ کوئی نفس نہیں جانتا، وہ کہاں مرے گا اور اللہ عزوجل علم والا اور خبر دینے والا ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے اس دنیا کو ترک کر کے نبی عبد ہونا پسند کیا کہ ایک دن وہ کھائیں اور ایک دن بھوکے رہیں، پھر قیامت کے روز جب کوئی نبی بھی شفاعت کی ہمت نہ پائے گا تو ہمارے والدین آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ ہی شفاعت کے لئے آگے بڑھیں گے حتی کہ اللہ عزوجل کا جلال وغضب رضا وکرم سے بدل جائے گا لوگوں کو ہولناکی سے نجات مل جائے گی۔

بتایئے! تو لوگ اس سے بڑھ کر کونسا جود وکرم چاہیں گے بلکہ جود وکرم کا مرتبہ اس مقام عظیم سے کہیں نیچے ہے۔

پھر ہم بھی جانتے ہیں کہ دنیا وآخرت اسلام کے لئے ہے اور نبی اکرم ﷺ سراپا اور عملی اسلام ہیں اس پر واضح دلیل آپ ﷺ کا بدر کے دن یہ فرمان ہے: "اللهم ان تهلك هذه العصابة اليوم فلن تعبد في الارض". اے اللہ عزوجل! اگر یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو زمین میں تیری عبادت نہ ہوگی۔

(صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۷۶۳ کتاب الجهاد والسير)

اور اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ﴾ اور زمین کو ہم نے مخلوق کے لئے بنادیا۔

(سورة الرحمن: ۱۰)

انام ۔مخلوق اس میں سب سے افضل حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہے تو یہ زمین آپ ﷺ کے لئے بطریق

اولی ہوگی۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾. وہ ذات جس نے تمہارے لئے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے۔ (سورۃ البقرۃ:۲۹)

پھر دنیا کا مقام اللہ تعالی کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۱۱۰ ترمذی حدیث نمبر ۲۳۲۱) تو کیا اللہ عزوجل اس پر راضی نہ ہوگا کہ وہ تمام دنیا اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمادے۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے شعر میں بھی اس طرف اشارہ ہے۔ ''فان من جودک الدنیا وضرتھا''۔

پھر عرب مجاز کا استعمال کرتے ہیں اور یہ ان کا مسلمہ اسلوب ہے جو اس کا منکر ہے وہ تو فصاحت کا منکر ٹھہرے گا ہم امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں قرینہ سببیہ پر مجاز مرسل پاتے ہیں ان کی مراد یہ ہے آپ ﷺ کے جود میں سے دنیا میں لوگوں کا ہدایت پانا ہے اور یہی ہدایت رب العالمین سے ملانے والی ہے اور یہ دنیا و آخرت میں اچھی زندگی کا سبب ہے آپ ﷺ کے جود میں آخرت کی شفاعت بھی ہے اور وہ قرینہ سببیہ پر علاقہ مجاز ہے قرآن کریم میں ہے: ﴿وَ یُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا﴾ اور وہ نازل فرماتا ہے تمہارے لئے آسمان سے رزق (سورۃ المومن: آیت نمبر ۱۳) یعنی وہ جسے نازل فرماتا ہے وہ پانی مختلف ارزاق کا سبب ہے۔

کیا رسول اللہ ﷺ لوح وقلم کے علوم جانتے ہیں؟

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان (لوح وقلم کا علم آپ ﷺ کے علوم کا حصہ ہے) بعض لوگوں نے اس پر تنقید کی اور اسے غلط قرار دیا میں تو یہاں صرف قارئین کو ان احادیث مبارکہ میں غور وفکر کرنے کی دعوت دوں گا تا کہ معاملہ آشکار ہو جائے۔

(۱) صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کچھ لوگوں نے آپ ﷺ سے سوالات کئے جب سوالات کثرت اختیار کر گئے تو آپ ﷺ ایک دن منبر شریف پر تشریف لائے اور فرمایا: ''سلونی لا تسئلونی عن شیء الا بینته لکم''. مجھ سے سوال کرو جس شے کے بارے میں بھی پوچھو گے میں تمہیں بتادوں گا۔

....

....

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنا تو وہ خوف زدہ ہو گئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے دائیں بائیں دیکھا تو ہر آدمی کپڑے میں سر دے کے رو رہا تھا ایک آدمی اُٹھا (جس کی نسبت لوگ غیر والد کی طرف کرتے تھے) اس نے عرض کیا: **یا نبی اللہ ﷺ !من ابی ؟** میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرما: **ابوك حذيفة.** تیرا باپ حذیفہ ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور عرض کیا۔ **رضينا بالله ربا و بالاسلام دينا و بمحمد رسولا .** ہم اللہ کے رب، اسلام کے دین اور آپ ﷺ کے رسول ہونے پر نہایت ہی خوش و مطمئن ہیں۔ اور اللہ عز وجل سے بڑے فتنہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے خیر و شر کو آج کی طرح کبھی نہیں دیکھا۔ جنت و دوزخ کو میرے سامنے کر دیا گیا اور انہیں میں نے اس دیوار سے بھی قریب دیکھا۔ (**صحیح بخاری ۳/۲۲۵، باب التعوذ من الفتن ،صحیح مسلم ح ۲۳۵۹ کتاب الفضائل ،لفظله**)

(۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے: "**فاخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم و اهل النار منازلهم حفظ ذلك من حفظه و نسيه من نسيه** "۔ (بخاری ۲/ ۴۱۸ حدیث نمبر ۳۱۹۲) آپ ﷺ نے ہمیں مخلوق کی ابتدا سے اہل جنت کے جنت میں داخل ہونے اور اہل جہنم کے جہنم میں داخل ہونے تک کے بارے میں خبر دی جس نے یاد رکھا اسے یاد رہا جس نے بھلا دیا اسے وہ بھول گیا۔

(۳) امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ اللہ عز وجل کی قسم میں نہیں جانتا میرے ساتھی بھلا دیئے گئے یا بھول گئے ہیں۔

" **واللّٰه ما ترك رسول الله ﷺ من قائد فتنة الى ان تنقضى الدنيا يبلغ من معه ثلثمائة فصاعدا الا قد سماه لنا باسمه و اسم ابيه و اسم قبيلته .** (سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۴۲۴۳)

اللہ عز وجل کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے دنیا کے ختم ہونے تک پیدا ہونے والے فتنہ کے ہر لیڈر کے بارے میں بتایا کہ ان کی تعداد تین صد سے زائد تک ہے حتی کہ اس کا نام، اس کے والد کا نام اور اس کے قبیلہ کا نام بھی بتایا۔

(۴) صحابی حضرت مالک بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی نعت پڑھتے ہوئے جو کچھ کہا اسے سامنے رکھیے۔

ما ان رایت و لا سمعت بواحد — اوفی فاعطی للجزیل لمجتد
فی الناس کلھم کمثل محمد — و متی تشأ یخبرك عما فی غد

ل نے تمام لوگوں میں حضور ﷺ کی مثل نہ دیکھا اور نہ سنا، آپ ﷺ سب سے زیادہ وفا فرمانے والے اور عطا فرمانے والے ہیں اور جب تم چاہو وہ تمہیں کل کی خبر دیں گے۔ (الاصابہ ۹/۶۴، اسد الغابہ ۵/۴۳)

یہ واضح ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ کو جو علوم و معارف عطا فرمائے ہیں انہیں سوائے اللہ عزوجل کے کوئی نہیں جانتا اس نے خود یہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا﴾ (سورۃ النساء ۱۱۳) اور اللہ عزوجل نے آپ ﷺ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور آپ ﷺ کو علم دیا ہر اس کا جس کو آپ نہ جانتے تھے اور تم پر اس کا عظیم فضل ہے

آیت مبارکہ میں لفظ ''ما'' عموم و شمول پر دلیل ہے یعنی جو علوم اللہ عزوجل نے تمام انبیاء و رسل کو عطا فرمائے، حضور اکرم ﷺ کو وہ بھی عطا فرمائے اور ان کے علاوہ بھی، جو دیئے یہ تمام شمول پر دلیل ہے، اگر کوئی کہتا ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو لوح و قلم کے علوم کی تعلیم دی ہے تو اس میں کیا اشکال ہو سکتا ہے کیا تم نے ارشاد نبوی ﷺ کے الفاظ نہیں دیکھے: **فعلمنی کل شیء** اور **فتجلی کل شیء و عرفت** ۔ مجھے اس نے ہر شے کا علم دیا، اور مجھ پر ہر شے آشکار ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔

کیا لوح و قلم، اشیاء میں دو نہیں۔ سبحان اللہ عزوجل! کچھ ایسے عقلمند ہوتے ہیں جو جاننے والی شے کا انکار کر کے غلط راہ اپنا لیتے ہیں؟ انہیں چاہیے وہ اپنے دلوں کی اس سے حفاظت کریں۔

پھر جنت دوزخ کی معرفت، ابتداء خلق کی اطلاع اور دخول جنت کے معاملات بیان کرنا جو لوح و قلم سے زائد ہیں جو قلم نے وہاں نہیں لکھے کیونکہ قیامت کے بعد کا علم تو وہاں مکتوب ہی نہیں، ہاں ہاں کچھ قیامت تک ہونا ہے وہی لکھا ہے تو وہ **فتجلی لی کل شیء** میں اور **علمت فی السموات والارض** کیوں شامل نہ ہو گا

....

....

تو اب بالکل آشکار ہو گیا کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب ﷺ کو لوح محفوظ میں لکھے جانے والے علوم سے زیادہ علوم عطا فرمائے ہیں اسے کسی کی متعصبانہ رائے نہ کہا جائے بلکہ یہ ایمان کا مسئلہ ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ پر اللہ عزوجل جو کرم فرمائے گا ان کا تسلیم کرنا آپ کا حق ہے اور یہ تقاضہ ایمان ہے۔

رہا معاملہ غلو مردود کا تو وہ نصاری کی طرح یہ قول ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اللہ عزوجل کے بیٹے ہیں یا ان میں اللہ عزوجل کی روح حلول کر چکی ہے (معاذ اللہ عزوجل) یا اس کی طرح دیگر کفریات، ایسے عقائد غلو مردود ہیں جس میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔

خود امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر قصیدہ میں کہا ہے۔

دع ما ادعته النصاری فی نبیھم واحکم بما شئت مدحا فیہ واحتکم

جو انصاری نے اپنے نبی کے بارے میں کہا وہ تم نہ کہو اس کے علاوہ جو چاہو آپ ﷺ کی مدح میں کہو۔

ہم اللہ عزوجل سے دعا کرتے ہیں کہ شیخ مذکور بلکہ ہر صاحب قلم، صاحب منبر، لیکچرار اور نصیحت و وعظ کرنے والے کو صحیح راہ کی توفیق دے خصوصاً اللہ عزوجل کی ذات کے حوالے سے کیونکہ یہاں قدم پھسلنے کا معنی ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔

اللہ عزوجل ہمارے دلوں کو اپنے رسول ﷺ کی محبت پر جمع فرما دے اور ہمیں تمام مسلمانوں کے بارے میں حسن ظن کی توفیق دے۔

اللہ عزوجل مسلمانوں کے دلوں میں محبت پیدا فرما دے کیونکہ یہ اوقات اُمت مسلمہ کے لئے نہایت ہی خطرناک ہیں اللہ عزوجل اس دین کے خدام کو تکفیر، ضلالت اور بدعتی کے فتوؤں سے باز رہنے کی توفیق دے کیونکہ اس سے زخم گہرے اور دلوں میں بغض پیدا ہوتا ہے۔

والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

یاد رہے اس رسالہ کا ترجمہ قبلہ مفکر اسلام، مناظر اسلام، محدث و محقق دوراں، مفتی اعظم احناف U.A.E حضرت علامہ مولانا **محمد عباس رضوی** مدظلہ العالی نے کیا ہے، جو راقم الحروف کے پاس موجود تھا

(53) علامہ علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"کون علمهما (1) من علومه ﷺ تتنوع الى الكليات والجزئيات وحقائق ودقائق وعوارف ومعارف يتعلق بالذات والصفات وعلمهما يكون سطرا من سطور علمه ونهرا من بحور علمه ثم مع هذا هو من بركاته وجوده ﷺ. (2)

لوح و قلم کا علم علوم نبی ﷺ سے ایک ٹکڑا اس لیے ہے کہ حضور کے علم متعدد انواع ہیں کلیات، جزئیات، حقائق، دقائق، عوارف اور معارف کہ ذات وصفاتِ الٰہی سے متعلق ہیں اور لوح و قلم کا علم تو حضور کے مکتوبِ علم سے ایک سطر، اور اس کے سمندروں سے ایک نہر ہے، پھر بایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت سے تو ہے ﷺ۔

(54) ''ام القریٰ شریف'' میں ہے:

" وسع العلمين علما وحلما ". (3)

حضور کا علم و حلم تمام جہان کو محیط ہے۔

(55) امام ابن حجر مکی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

لأن الله تعالى أطلعه على العالم، فعلم علوم (4) الأولين والآخرين ما كان وما يكون.

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تمام عالم پر اطلاع دی، تو سب اولین و آخرین کا علم حضور ﷺ کو ملا جو ہو گزرا، اور جو ہونے والا ہے سب جان لیا۔

(1.4) (فتاوی رضویہ جدید اور دار الرضا لاہور کے دونوں نسخوں میں کتابت کی غلطی سے "علما" لکھا گیا ہے جبکہ اصل میں "علمهما" ہے۔ اسی طرح (۴) "علم" لکھا گیا مگر اصل میں "علوم" ہے)

(2) (الزبدة العمدة في شرح البردة ١١٧، خیر پور، سندھ، پاکستان)

(3) (قصيدة الهمزية المسماة أم القرى ، شعر : ١٣٣، دار منهاج)

(5) (المنح المكية في شرح الهمزية المسمى أفضل القرى ٣٠٥، دار منهاج ،جدة)

(56.57) ''نسیم الریاض'' میں ہے:

ذكر العراقي في شرح المهذب أنه ﷺ عرضت عليه الخلائق من لدن آدم عليه الصلوة والسلام الى قيام الساعة فعرفهم كلهم كما علم آدم الأسماء [كلها].(1)

امام عراقی، شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوقاتِ الٰہی حضور اقدس ﷺ پر عرض [پیش کی گئی] کی گئیں تو حضور نے ان سب کو پہچان لیا جس طرح آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو تمام نام تعلیم ہوئے تھے۔

(58) اسی لیے امام بوصیری ''مدحیہ ہمزیہ'' میں عرض کرتے ہیں:

لك ذات العلوم من عالم الغيب ومنها لآدم الأسماء(2)

عالم غیب سے حضور کے لیے علوم کی ذات ہے، اور آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے نام۔

(59.60) امام ابن حاج مکی مدخل، اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

قد قال علماؤنا رحمة الله عليهم :ان الزائر يشعر نفسه بأنه واقف بين يديه ﷺ كما هو في حياته ، اذ لا فرق بين موته وحياته ﷺ أعني (3) في مشاهدته لأمته ومعرفته

بیشک ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زائر اپنے نفس کو آگاہ کر دے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے حاضر ہے جیسا کہ حضور کی حیات ظاہر میں، اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ کی حیات و وفات میں اس بات

---

(1)(نسیم الریاض ،الباب الثالث ۲۰۸/۲مرکز اهل سنت برکات رضا ،الهند .
فتاویٰ رضویہ اور دارالرضا کے نسخوں میں ''کلها ''نہیں ہے)

(2)(قصيدة الهمزية المسماة أم القرى ،شعر ۵، دار منهاج)

(3)(دارالرضا لاہور کے نسخہ میں ''أعني ''کا لفظ موجود نہیں ہے)

بأحوالهم ونياتهم وعزائمهم وخواطرهم، وذٰلك عنده جليّ لا خفاء فيه .(1)

میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی اُمت کو دیکھ رہے ہیں، اوران کی حالتوں، نیتوں، ارادوں اور دل کے خطروں کو پہچانتے ہیں، اور یہ سب حضور پر روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔

(61) نیز ''مواہب شریف'' میں ہے:

" لا شك أن الله تعالى قد أطلعه على أزيد من ذٰلك ،وألقى عليه علم(2) الأولين والآخرين.(3)

کچھ شک نہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی زائد حضور کو علم دیا اور تمام اگلے پچھلوں کا علم حضور پر القا فرمادیا۔

(62 تا 64) امام قاضی پھر علامہ قاری پھر علامہ مناوی تیسر شرح جامع الصغیر امام سیوطی میں لکھتے ہیں:

" النفوس القدسية اذا تجوردت عن العلائق البدنية اتصلت بالملاء الأعلى ولم يبق لها حجاب فترى

پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں ملاءِ اعلی سے مل جاتی ہیں، اوران کے لیے کچھ پردہ نہیں رہتا تو سب کچھ ایسا

---

(1)(المدخل لابن الحاج ،فصل في زيارة سيد الأولين والآخرين ١٥٨.١٥٩،دار التراث، والمواهب اللدنية ،المقصد العاشر ،الفصل الثاني ٥٨٠/٤، مركز أهل سنت بركات رضا، الهند ، مختصرا)

(2)(فتاوی رضویہ جدید اور دارالرضا لاہور کے نسخوں میں "علوم" کا لفظ ہے جبکہ اصل میں "علم" ہے جیسا کہ نقل کیا گیا ہے)

(3)(المواهب اللدنية ،المقصد الثامن ،الفصل الثالث ٥٦٠/٣،مركز أهل سنت،الهند)

وتسمع الکل کالمشاهد .(1) دیکھتی سنتی ہیں جیسے یہاں موجود ہیں۔

(65) ملاعلی قاری ''شرح شفاء شریف'' میں فرماتے ہیں:

ان روح النبي ﷺ حاضرة في بيوت أهل الاسلام .(2) نبی ﷺ کی روح کریم تمام جہان میں ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہے۔

(66) ''مدارج النبوت شریف'' میں ہے:

ھرچہ در دنیا ست از زمانِ آدم تا اوان نفخہ اولی بر وے ﷺ منکشفف ساختند تاھمہ احوال را از اول تا آخر معلوم کرد ویاران خود را نیز از بعضے ازاں احوال خبر داد(3) جو کچھ دنیا میں ہے آدم علیہ السلام کے زمانے سے نفخہ اولی تک حضور ﷺ پر منکشف کردیا ہے۔ یہاں تک کہ تمام احوال آپ کو اول سے آخر تک معلوم ہو گئے، ان میں سے کچھ اپنے دوستوں کو بھی بتادیئے۔

---

(1)(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ،كتاب الصلاة ، باب الصلاة على النبي ﷺ وفضلها ، الفصل الثاني ٣/١١،نقله عن القاضي ، دار الكتب العلمية ، بيروت ، والتيسير بشرح الجامع الصغير ١/٥٠٢ ،و٢/٩١، مكتبة الامام الشافعي ،الرياض،لفظ له ،و فيض القدير شرح الجامع الصغير ٣/٤٠٠،وقال: ذكره القاضي قال في الاتحاف ، و٤/١٩٩،المكتبة التجارية الكبرى ،مصر)

(2)(شرح الشفا للملا علي القاري على هامش نسيم الرياض،فصل في المواطن التي يستحب فيها الصلاة والسلام على رسول الله ﷺ ٣/٤٦٤)

(3)مدارج النبوة ،وصل خصائص آنحضرت ﷺ ١/١٤٤، مركز أهل سنت بركات رضا، گجرات،الهند

(67) نیز فرماتے ہیں قدس سرہ:

﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيمٌ﴾ وے ﷺ دانا ست برهمه چیز از شیونات ذات الهی واحکام صفات حق واسماء ،افعا ل وآثار وبجمیع علوم ظاهر وباطن اول وآخر احاطه نموده ومصداق ﴿فَوْقَ كُلِّ ذِی عِلْمٍ عَلِيمٌ﴾ شده علیه من الصلوٰة افضلها ومن التحیات اتمها واکملها.(1)

''وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے'' اور حضور ﷺ تمام چیزوں کو جانتے ہیں۔ اللہ کی شانوں اور اس کے احکام اور صفات کے احکام اور اسماء و افعال و آثار میں، اور تمام علومِ ظاہر و باطن، اول و آخر کا احاطہ کر لیا اور ''فوق کل ذی علم علیم'' کا مصداق ہو گئے، ان پر اللہ کی بہترین رحمتیں ہوں اور اتم واکمل تحیات ہوں۔

(68) شاہ ولی اللہ صاحب ''فیوض الحرمین'' میں:

افاض علی من جنابه المقدس ﷺ کیفیة ترقی العبد من حیّزه الی حیّز القدس فیتجلّی له حینئذ کل شئ کما أخبر عن هذا المشهد في قصه المعراج المنامي .(2)

مجھ پر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے فائض ہوا کہ بندہ کیونکر اپنی جگہ سے مقامِ مقدس تک ترقی کرتا ہے کہ ہر شئے اس پر روشن ہو جاتی ہے، جیسا کہ قصہ معراج کے واقعہ میں رسول اللہ ﷺ نے اس مقام سے خبر دی۔

---

(1)(مدارج النبوة ،مقدمة الكتاب ۱/۳.۲، مرکز أهل سنت بركات رضا)

(2)(فیوض الحرمین ۱۶۹، ایچ ایم سعید اینڈ سنز کراچی)

(69) نیز اسی میں ہے:

العارف یتجذب الی حیّز الحق فیصیر عند اللّٰہ فیتجلی له کل شيء(1)	عارف مقامِ حق تک کھنچ کر بارگاہ قرب میں ہوتا ہے تو ہر چیز اس پر روشن ہوجاتی ہے۔

(70) اسی میں ولی فرد (2) کے خصائص سے لکھا کہ وہ تمام نشاۃ عنصری جسمانی پر مستولی (3) ہوتا ہے۔ پھر لکھا کہ یہ استیلا (4) انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں تو ظاہر ہے:

وأما في غیرھم فمناصب وراثة الأنبیاء کالمجددیة والقطبیة وظھور اثارھا وأحکامھا والبلوغ الی حقیقة کل علم وحال.(5)	رہے غیر انبیاء، ان میں وراثت کے منصب ہیں جیسے مجدد وقطب ہونا، اوران کے آثار و احکام کا ظاہر ہونا، اور علم وحال کی حقیقت کو پہنچ جانا۔

(71) اسی میں تقریر مذکور و تفصیل دقائق فرد کے بعد ہے:

بعد ذٰلك کله جبلت نفسه نفسًا قدسیة لا یشغلھا(6) شان عن شان ولا یأتی علیه حال من الأحوال الی التجرد الی النقطة الکلیه الا وھو	اور اس سب کے بعد بات یہ ہے کہ مرد کا نفس اصل خلقت میں نفس قدسی بنایا جاتا ہے اسے ایک بات دوسری سے مشغول نہیں کرتی (یعنی یہ نہیں ہوتا کہ ایک دھیان میں اور

---

(1) (فیوض الحرمین ۱۷۵، ایچ ایم سعید اینڈ سنز کراچی)

(2) (ولی فرد: ولایت کے خاص درجہ پر فائز ہونے والا[ت])

(3) (مستولی: غالب[ت])

(4) (استیلا: غلبہ، غالب ہونا، قابو میں رکھنا)

(5) (فیوض الحرمین ۲۸۰۔۲۸۱، ایچ ایم سعید اینڈ سنز کراچی)

(6) (دارالرضا لاہور کے نسخہ میں کتابت کی غلطی سے "یشغلھا" لکھا گیا ہے)

خبير بها الآن وانما الآتي تفصيل لا جمال.(1)

طرف کا خیال نہ رہے بلکہ ہر جانب اس کی نگاہ ایک سی رہتی ہے)اور اب سے لے کراس وقت تک کہ وہ سب جدا ہو کر مرکز عالم سے جا ملے یعنی وقت وفات تک جو کچھ حال اس پر آنے والا ہے اس سب کی اس وقت اسے خبر ہے۔ وہ جو آئے گا اجمال کی تفصیل ہی ہوگا۔

(72)امام قاضی عیاض ''شفا شریف'' میں فرماتے ہیں:

هذا مع أنه ﷺ كان لا يكتب ولكنه أوتي علم كل شيء حتى قد وردت(1) آثار بمعرفته حروف الحظ وحسن تصويرها: كقوله :" لا تمدوا بسم الله الرحمن الرحيم".(2) رواه ابن شعبان من طريق ابن عباس .وقوله في (3) الحديث الآخر الذي يروى(4) عن معاوية رضي الله تعالى عنه أنه كان

یعنی حالانکہ نبی ﷺ لکھتے نہ تھے مگر حضور کو ہر چیز کا علم عطا ہوا تھا، یہاں تک کہ بیشک حدیثیں آتی ہیں کہ حضور کتابت کے حروف پہچانتے تھے،اور یہ کہ کس طرح لکھے جائیں تو خوبصورت ہوں گے، جیسے ایک حدیث ابن شعبان نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا:'' بسم اللہ کشش سے نہ لکھو (سین بیں دندانے

---

(1)(دار الرضا لاہور کے نسخہ میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے "فدوروت" لکھا گیا ہے)

(2)(قال السيوطي في مناهل الصفا١٦٨:لم أجده،مؤسسة الكتب الثقافية ، دار الجنان)

(3.4)(فتاوی رضویہ جدید اور دار الرضا لاہور کے نسخوں میں "في" موجود نہیں مگر اصل میں موجود ہے، اسی طرح دونوں نسخوں میں "يروى" کی جگہ "روى" ہے مگر اصل میں "يروى" ہے)

أنه كان يكتب بين يديه ﷺ فقال له ألق الدّواة،(1) وحرّف القلم، وأقم الباء، وفرّق السين، ولا تعور الميم وحسّن اللّه، ومد الرحمن، وجوّد الرحيم،(2).(3)

ہوں نری کشش نہ ہو) دوسری حدیث (مسند الفردوس) میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوئی کہ یہ حضور کے سامنے لکھ رہے تھے، نبی ﷺ نے ان سے فرمایا کہ دوات میں صوف ڈالو، اور قلم پر ترچھا قط دو، اور بسم اللہ کی ب کھڑی لکھو، اور اس کے دندانے جدا رکھو، اور میم اندھا نہ کردو۔ (اس کے چشمہ کی سفیدی کھلی رہے، اور لفظ اللہ خوبصورت لکھو، اور لفظ رحمان میں کشش ہو۔ (رحمٰن یارحمٰن یا رحمٰن یا رحمٰن)، اور لفظ رحیم اچھا لکھو۔

(73.74) امام شعرانی قدس سرہ کتاب ''الجواہر والدرر'' نیز کتاب ''درۃ الغواص'' میں سید علی خواص رضی اللہ عنہ سے ناقل:(4)

محمد ﷺ فهو الأول والآخر

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اول واخر وظاہر وباطن

---

(1) (دارالرضا لاہور کی نسخہ میں ''ألق الدواة'' کی بجائے ''التى الدواة'' ہے جو کہ درست نہیں ہے)

(2)(أخرجه الديلمي في الفردوس بمأثور الخطاب ٥/٣٩٤(٣٣٨٥)

قلت :رواه عبد الكريم بن محمد السمعانى في أدب الاملاء والاستملاء ١٧٠،دار الكتب العلمية ، بيروت .وفي سنده يوسف بن الحسين ،وبقية رجاله موثقون .

(3)(الشفا بتعريف حقوق المصطفى ﷺ،فصل من معجزاته الباهرة ١/٣٧٩)

(4)(دارالرضا لاہور کے نسخہ میں نمبر ۷۳۔۷۴ سے لے کر یہاں تک عبارت غائب ہے)

والظاهر والباطن قد ولج حين اسرى به عالم الأسماء الذي أولها مركز الأرض وأخرها السماء الدنيا بجميع أحكامها وتعلقاتها ثم ولج البرزخ الى انتهائه وهو السماء السابعة ثم ولج عالم العرش الى مالا نهاية اليه وانفتح في برزخيته تصور العوالم الالٰهيته والكونية اھ ملتقطاً.(1)

ہیں وہ شب معراج مرکز زمین سے آسمان تک تشریف لے گئے، اوراس عالم کے جملہ احکام اور تعلقات جان لئے پھر آسمان سے عرش اور عرش سے لا انتہا تک، اور حضور کے برزخ میں تمام عالم علوی وسفلی کی صورتیں منکشف ہوگئیں۔

(75) تفسیر کبیر میں زیرآیہ کریمہ ﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾(2) فرمایا:

" الاطلاع على آثار حكمة اللّٰه تعالى في كل واحد من مخلوقات هذا العالم بحسب أجناسها وأنوعها وأصنافها وأشخاصها وأحوالها(3) مما لا يحصل الا للأكابر من الأنبياء عليهم الصلاة والسلام ولهذا المعنى

اس عالم کی تمام جنسوں اور نوعوں اور صنفوں اور شخصوں اور احوالوں ہر ہر مخلوق میں حکمت الٰہیہ کے آثار پر انہیں اکابر کو اطلاع ہوتی ہے جو انبیاء ہیں علیہم الصلوۃ والسلام، اسی لیے حضور سید عالم ﷺ نے دُعا فرمائی کہ الٰہی! ہم کو وہ تمام چیزیں جیسی وہ ہیں دکھادے، اھ۔

---

(1)(الجواهر والدرر على هامش الابريز ۲۱۱تا۲۱۳، مصطفى البابى، مصر، بحواله فتاوى رضويه جديد ۲۹/۶۰۳)

(2)[الأنعام :۷۵]

(3)(دارالرضا لاہور کے نسخہ میں "اجرامها" لکھا گیا ہے جبکہ اصل میں "أحوالها" ہے)

كان رسولنا عليه الصلاة والسلام يقول في دعائه: اللّٰهم أرنا الأشياء كما هي، (1). (2)

اقول یہاں مقصود اس قدر ہے کہ ان امام اہل سنت کے نزدیک انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اس عالم کی تمام مخلوقات کے ایک ایک ذرہ کی جنس، نوع، صنف، شخص، جسم اور ان سب میں اللہ کی حکمتیں جانتے ہیں، وہابیہ کے نزدیک کافر ومشرک ہونے کو یہی بہت ہے، بلکہ ان کے نزدیک امام ممدوح کو کافر ومشرک سے بہت بڑھ کر کہنا چاہیے۔

گنگوہی صاحب نے صرف اتنی بات کو کہ دُنیا میں جہاں کہیں مجلس میلاد مبارک ہو حضورِ اقدس ﷺ کو اطلاع ہو جائے زمین کا علم محیط مانا اور صاف حکم شرک جڑ دیا کہ ''شرک نہیں تو کونسا حصہ ایمان کا ہے۔''(3)

تو امام کہ صرف زمین در کنار، زمین وآسمان وفرش وعرش وتمام عالم کے جملہ اجناس وانواع واصناف واشخاص واجرام کو نہ صرف حضور سید المرسلین ﷺ بلکہ اور انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا بھی علم محیط مانتے ہیں۔

---

(1)(لم أجده في الكتب المشهورة، ولا الأجزاء المنثورة الا قال ابن شاهين في شرح مذاهب أهل السنة ٣٦ ومن أدعية من تقدم: اللهم أرنا الحق حقا وألهمنا اتباعه، وأرنا الباطل باطلا، وألهمنا اجتنابه. لكن قد ذكره بعض المفسرين في تفاسيرهم)

(2)(مفاتيح الغيب، تفسير كبير ١٣/٣٧، دار احياء التراث العربي، بيروت، وانظر: اللباب في علوم الكتاب لابن عادل الحنبلي ٨/٢٣٩، دار الكتب العلمية، بيروت، وروح البيان لاسماعيل حقى ٣/٥٦، دار الفكر، بيروت)

(3)(البراہین القاطعۃ، بحث علم غیب ۵۱، ڈھور)

گنگوہی دھرم میں ان کوتو کئی لاکھ درجے ڈبل کافر ہونا چاہیے، والعیاذ باللہ تعالیٰ، ورنہ اصل بات یہ ہے کہ اصالۃً علومِ غیب اوران کے عطاونیابت سے ان کے خدام اکابر اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کوبھی ایک ایک ذرہ عالم کا تفصیلی علم عطا ہونا ہرگز ممنوع نہیں بلکہ بتصریح اولیاء واقع ہے، جیسا کہ عنقریب آتا ہے، وللہ الحمد۔

(76) یہی مضمون شریف ''تفسیر نیشاپوری'' میں بایں عبارت ہے:

الاطلاع على تفاصيل آثار حكمة الله تعالى في كل واحد(1) من مخلوقات هذه العوالم بحسب أجناسها وأنوعها وأصنافها وأشخاصها وعوارضها ولواحقها كما هي ، لا تحصل الا للأكابر الأنبياء عليهم الصلاة والسلام ولهذا قال ﷺ في دعائه أرني الأشياء كما هي .(2)

ان عالموں کی مخلوقات میں سے ہر ایک کے تمام آثار حکمت الٰہیہ پر ان کی جنسوں، نوعوں، قسموں اور فردوں نیز عوارض ولواحق حقیقیہ پر مطلع ہونا اکابر انبیاء کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے نبی ﷺ نے دعا میں عرض کیا کہ ''مجھے اشیاء کی حقیقتیں دکھا''۔

اس میں آثار حكمة الله کے ساتھ تفاصیل زائد ہےاور هذا العالم کی جگہ هذه العوالم ہے کہ نظر تفصیلی پر زیادہ دلالت کرتا ہےاور اجناس وانواع اصناف واشخاص کے ساتھ عوارض و لواحق بھی مذکور ہے کہ احاطہ جملہ جواہر واعراض میں تصریح تر ہو، اگرچہ اجناس عالم میں عوارض بھی داخل تھے پھران کے ساتھ كما هى کالفظ اورزیادہ ہے کہ صحت علم غیر مشوب بالخطاء

---

(1)(دارالرضالاہوراورفتاوی رضویہ جدید میں ''كل أحد'' ہےجبکہ اصل میں ''كل واحد'' ہے)

(2)(غرائب القرآن ورغائب الفرقان ،تفسير النيسابورى ۱۰۵/۳،بيروت)

والوہم (1) کی تاکید ہو۔فجزا ھم اللہ تعالی خیر جزا آمین!.

(77) نیشاپوری میں زیر آیہ کریمہ ﴿وَجِئۡنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ﴾ (2) فرمایا:

" لأن روحه ﷺ شاهد على جميع الأرواح والقلوب والنفوس لقوله ﷺ أول ما خلق الله روحي "(3)،(4).

یہ جو رب عزوجل نے اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا کہ "ہم تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے"۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کی روحِ انور تمام جہان میں ہر ایک کی روح،

---

(1) (غلطی اور وہم کی آلائش سے پاک [ت])

(2) ([النحل:۸۹]

فتاوی رضویہ جدید اور دار الرضا کے نسخوں میں یہاں ﴿وَجِئۡنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا﴾ [النساء:۴۱] لکھی گئی ہے، حالانکہ اس کے تحت جس عبارت کا ذکر ہے وہ سورہ النساء کی مندرجہ بالا آیت کے تحت نہیں بلکہ سورہ النحل کی آیت مبارکہ جس کو راقم الحروف نے تصحیح کے تحت نقل کیا ہے کی تفسیر میں تفسیر نیشاپوری میں موجود ہے جو اس بات کا قرینہ واضحہ ہے کہ اعلی حضرت رحمہ اللہ نے یہاں سورہ النحل کی آیت مبارکہ نقل کی مگر ناسخین وکاتبین کی غلطی سے یہاں سورہ النساء کی آیت مبارکہ کا مذکورہ حصہ لکھا گیا۔شاید یہی وجہ ہے کہ فتاوی رضویہ جدید کے محققین کو یہ حوالہ نہیں مل سکا کہ وہ اس کو سورہ النساء کی آیت کے تحت تلاش کرتے رہے)

(3) (علامہ نظام الدین نیشاپوری اور اسماعیل حقی رحمہما اللہ نے اپنی اپنی تفسیر میں اس روایت کو کئی کئی مقامات پر لکھا ہے مگر ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت راقم الحروف کو مشہور کتب احادیث اور اجزاء میں نہیں مل سکی۔امام ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ میں کتاب الایمان، باب الایمان بالقدر کی فصل ثانی ۱/۲۷۰ میں اولیت پر گفتگو کرتے ہوئے ان الفاظ کو ذکر کیا اور لکھا:"أول ما خلق الله نوري ،وفي رواية :"روحي "ومعناهما واحد ،فان الأرواح نورانية ،أي أول ما خلق الله من الأرواح روحي ".)والله تعالى أعلم .

(4)(غرائب القرآن ورغائب الفرقان ،تفسير النيسابوري ۳۰۴/۴،دار الكتب العلمية ، بيروت،ط/ أولى ١٤١٦ھ)

ہر ایک کے دل، ہر ایک کے نفس کا مشاہدہ فرماتی ہے (کوئی روح، کوئی دل، کوئی نفس اُن کی نظر کریم سے اُوجھل نہیں، جب تو سب پر گواہ بنا کر لائے جائیں گے کہ شاہد کو مشاہدہ ضرور ہے) اس لئے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کریم کو پیدا کیا (تو عالم میں جو کچھ ہوا حضور کے سامنے ہی ہوا)۔

(78) حافظ الحدیث سیدی احمد سلجماسی قدس سرہ اپنے شیخ کریم حضرت سیدی عبد العزیز بن مسعود دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کتاب مستطاب ''ابریز'' میں روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے آیہ کریمہ ﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ (1) کے متعلق فرمایا:

''المراد بالأسماء الأسماء العالية لا الأسماء النازلة فان كل مخلوق له اسم عال واسم نازل، فالأسم النازل هو الذي يشعر بالمسمّٰى في الجملة والاسم العالي هو الذي يشعر بأصل المسمّٰى ومن أي شيء هو وبفائدة المسمّٰى ولأي شيء يصلح الفاس

اس کلام نورانی و اعلام ربانی ایمان افروز، کفران سوز کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز کے دو نام ہیں علوی و سفلی۔ سفلی نام تو صرف مسمّٰی سے ایک گونہ آگاہی دیتا ہے۔ اور علوی نام سنتے ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مسمّٰی کی حقیقت و ماہیت کیا ہے اور کیونکر پیدا ہوا اور کاہے سے بنا اور کس لیے بنا۔ آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو

---

(1) (البقرة ۳۱)

من سائر ما يستعمل فيه و كيفية صنعة الحداد له فيعلم من مجرد سماع لفظه وهٰذه العلوم و المعارف المتعلقه بالفاس وهٰكذا كل مخلوق ، و المراد بقوله تعالى: الأسماء كلها " الأسماء التي يطيقها آدم ويحتاج اليها سائر البشر أولهم بها تعلق وهى من كل مخلوق تحت العرش الى ما تحت الأرض فيدخل في ذٰلك الجنة و النار والسموات السبع وما فيهن وما بينهن وما بين السمآء والأرض وما في الأرض من البرارى و القفار والأودية والبحار والأشجار فكل مخلوق في ذٰلك ناطق أو جامدٌ الا و آدم يعرف من اسمه تلك الأمور الثلٰثة أصله وفائدته و كيفية ترتيبه ووضع شكله فيعلم من اسم الجنة من أين خلقت ولأي شيء خلت وترتيب مراتبها وجميع ما فيها من الحور

تمام اشیاء کے یہ علوی نام تعلیم فرمائے گئے جس سے انہوں نے حسبِ طاقت وحاجت بشری تمام اشیاء جان لیں، اور یہ زیرِ عرش سے زیرِ فرش تک کی تمام چیزیں ہیں جن میں جنت ودوزخ و ھفت آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے، اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ آسمان وزمین کے درمیان ہے، اور جنگل اور صحرا اور نالے اور دریا اور درخت وغیرہ جو کچھ زمین میں ہے غرض یہ تمام مخلوقات ناطق وغیر ناطق ان کے صرف نام سننے سے آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو معلوم ہوگیا کہ عرش سے فرش تک ہر شئے کی حقیقت یہ ہے، اور فائدہ یہ ہے اور اس ترتیب سے اس شکل پر ہے۔ جنت کا نام سنتے ہی انہوں نے جان لیا کہ کہاں سے بنی اور کس لئے بنی اور اُس کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور جس قدر اُس میں حوریں ہیں، اور قیامت کے بعد اتنے لوگ اُس میں جائیں گے، اسی طرح ناریوں (دوزخ)۔ یوں ہی آسمان، اور یہ کہ پہلا

من الحور وعدد من يسكنها بعد البعث ويعلم من لفظ السماء مثل ذٰلك ولأي شيء كانت الأولى في محلها والثانية وهٰكذا في كل سماء ويعلم من لفظ الملٰئكة من أي شيء خلقوا ولأي شيء خلقوا وكيفية خلقهم وترتيب مراتبهم وبأي شيء استحق هذا الملك هذا المقام واستحق غيره مقاما اٰخر وهٰكذا في كل ملك في العرش الى ما تحت الأرض، فهٰذه علوم اٰدم وأولاده من الأنبياء عليهم الصلوة والسلام والأولياء الكمل رضي اللّٰه تعالى عنهم أجمعين،وانما خص اٰدم بالذكر لأنه أوّل من علم هذه العلوم ومن علمها من أولاده فانما علمها بعده وليس المراد انه لا يعلمها الا اٰدم وانما خصصناها بما يحتاج اليه وذريته وبما يطيقونه لئلا يلزم من

آسمان وہاں کیوں ہوا اور دوسرا دوسری جگہ کیوں ہوا۔اسی طرح ملائکہ کا لفظ سننے سے انہوں نے جان لیا کہ کا ہے سے بنے، اور کیونکر بنے اور ان کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے،اور کس لیے یہ فرشتہ اس مقام کا مستحق ہوا اور دوسرا دوسرے کا۔اسی طرح عرش سے زیر زمین تک ہر فرشتہ کا حال، اور یہ تمام علوم صرف آدم علیہ الصلوۃ والسلام ہی کو نہیں بلکہ ہر نبی اور ہر ولی کامل کو عطا ہوئے ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔آدم کا نام خاص اس لیے لیا کہ ان کو یہ علوم پہلے ملے، پھر فرمایا کہ ہم نے بقدرِ طاقت وحاجت کی قید لگا کر صرف عرش تا فرش کی تمام اشیاء کا احاطہ اس لیے رکھا کہ جملہ معلوماتِ الٰہیہ کا احاطہ نہ لازم آئے،اور ان علوم میں ہمارے نبی ﷺ و دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں یہ فرق ہے کہ اور جب ان علوم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کو مشاہدۂ حضرت عزت جلالہ سے ایک گونہ غفلت سی ہو جاتی ہے، اور جب مشاہدۂ حق

يلزم من عدم التخصيص الاحاطة بمعلومات الله تعالى وانما قال تنزلت اشارة الى الفرق بين علم النبي ﷺ بهذه العلوم وبين علم ادم وغيره من الأنبياء عليهم الصلوة والسلام بها فانهم اذا توجهوا اليها يحصل لهم شبه مقام عن مشاهدة الحق سبحانه وتعالى واذا توجهوا نحو مشاهدة الحق سبحانه وتعالى حصل لهم شبه النوم عن هذه العلوم، ونبينا ﷺ لقوته لا يشغله هذا عن هذا فهو اذا توجه نحو الحق سبحانه وتعالى حصلت له المشاهدة التامة وحصل له مع ذٰلك مشاهدة هذه العلوم وغيرها مما لا يطلق واذا توجه نحو هذه العلوم حصلت له مع حصول هذه المشاهدة في الحق سبحانه وتعالى فلا تحجبه مشاهدة الحق عن مشاهدة الخلق ولا مشاهدة الخلق عن مشاهدة

کی طرف توجہ فرمائیں تو ان علوم کی طرف سے ایک نیندسی آجاتی ہے مگر ہمارے نبی ﷺ کو ان کی کمال قوت کے سبب ایک علم دوسرے علم سے مشغول نہیں کرتا، وہ عین مشاہدۂ حق کے وقت ان تمام علوم اور ان کے سوا اور علموں کو جانتے ہیں جن کی طاقت کسی میں نہیں، اور ان علوم کی طرف عین توجہ میں مشاہدۂ حق فرماتے ہیں، اور ان کو نہ مشاہدۂ حق، مشاہدۂ خلق سے پردہ ہو نہ مشاہدۂ خلق مشاہدۂ حق سے، پاکی و بلندی اُسے جس نے ان کو یہ علوم اور یہ قوتیں بخشیں، صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

الحق سبحنه وتعالی.(1)

کیوں وہابیو! ہے کچھ دم؟ ہاں ہاں ''تقویت الایمان وبراہین قاطعہ'' کی شرک دانی لے کر دوڑیو، مشرک مشرک کی تسبیح بھانیو(2)، کل قیامت کو کھل جائے گا کہ مشرک، کافر، مرتد، خاسر کون تھا۔ متعلمون غدا من الکذاب الأشر، اشر بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) **اَشر قولی** کہ زبان سے بک بک کرے۔

(۲) **اَشر فعلی** کہ زبان سے چپ اور خباثت سے باز نہ آئے۔

وہابیہ اشر قولی واشر فعلی دونوں ﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾(3) ''اللہ انہیں مارے کیا اوندھے جاتے ہیں''۔

حضرت سیدی شاہ عبدالعزیز قد سنا اللہ بسرہ العزیز، اجلہ اکابر اولیاءِ عظام واعظم ساداتِ کرم سے ہیں، بدلگام وہابیہ سے کچھ تعجب نہیں کہ ان کی شان میں حسبِ عادت لئیم گستاخی وزبان درازی کریں۔ لہذا مناسب ہے کہ اس پاک، مبارک، لاڈلے بیٹے کی تائید میں اس کے مہربان باپ، مسلمانوں کے مولیٰ اللہ واحد قہار کے غالب شیر سیدنا امیر المؤمنین مولیٰ علی مشکل کشا حاجت روا، کافر کش، مومن پناہ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بعض ارشادات ذکر کروں کہ سگانِ زرد(4) کے برادرِ شغال اُس رَسَدِ ذوالجلال کی بو سونگھ کر بھاگیں اور شرک شرک بکنے والے منہ میں قہر کے پتھر ہوں اور پتھروں سے آگیں۔

---

(1)(الابریز ،الباب السابع ۳۹۳، دار صادر ،بیروت)

(2)(بھانیو: پھیرو، رٹو)

(3)[التوبة :۳۰]

(4)(سگان زرد: زرد کتا گیدڑ کا بھائی۔ اس شخص کی بابت کہتے ہیں جو بدی میں دوسرے کی مانند ہو)

(79) ابن النجار ابو المعتمر مسلم بن اوس و جاریہ بن قدامہ سعدی سے راوی کہ امیر المؤمنین ابو الائمۃ الطاہرین سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا:

"سلوني قبل أن تفقدوني فاني لا أسأل عن شيء دون العرش الا أخبرت(1) عنه.(2)	مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کہ عرش کے نیچے جس کسی چیز کو مجھ سے پوچھا جائے میں بتادوں گا۔

عرش کے نیچے کرسی ہفت آسمان ہفت زمین اور آسمانوں اور زمینوں کے درمیان جو کچھ ہے تحت الثری تک سب داخل ہے۔ مولیٰ علی فرماتے ہیں کہ اس سب کو میرا علم محیط ہے ان میں جو شئے مجھ سے پوچھو میں بتادوں گا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(80) امام ابن الانباری ''کتاب المصاحف'' میں اور امام ابوعمر بن عبد البر ''کتاب العلم'' میں ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال شهدت علي ابن أبي طالب يخطب فقال في خطبته: سلوني فوالله لا تسألوني عن شيء يكون(3) الى يوم القيمة لا حدثتكم به.(4)	میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے خطبہ میں حاضر تھا، امیر المومنین نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: مجھ سے دریافت کرو، خدا کی قسم! قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے پوچھو میں بتادوں گا۔

---

(1) (دار الرضا کے نسخہ میں ''أخبرت'' کی بجائے ''اخبرف'' لکھا گیا ہے کتابت کی غلطی کے باعث)

(2) (وجامع الأحاديث للسيوطي (٣٢٩٧٦)، وفي كنز العمال ١٦٥١٣ (٣٦٥٠٢)، مؤسسة الرسالة، وعزاه الى ابن النجار)

(3) (فتاوی رضویہ جدید اور دار الرضا کے نسخوں میں ''یکون'' موجود نہیں جبکہ اصل میں ہے)

(4) (أخرجه عبد الرزاق في تفسيره ٣/٢٣٤، والأزرقي في أخبار مكة ٦٦/١، ٦٧، = =

امیر المومنین فرماتے ہیں کہ میرا علم قیامت تک کی تمام کائنات کو حاوی ہے۔ یہ دونوں حدیثیں امام جلیل، جلال الملة والدین سیوطی نے جامع کبیر میں ذکر فرمائیں۔(1)

(81 تا 84) ابن قتیبہ پھر ابن خلکان پھر امام دمیری پھر علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

"الجفر جلد كتبه جعفر الصادق كتب فيه لآل البيت كل ما يحتاجون الى علمه وكل ما يكون الى يوم القيمة.(2)

[کتاب] جعفر ایک جلد ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ نے لکھی اور اس میں اہل بیت کرام کے لیے جس چیز کے علم کی انہیں حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرمادیا۔

(85) علامہ سید شریف رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

الجفر والجامعة كتابان لعلي رضي الله تعالى عنه قد ذكر فيهما على طريقة علم الحروف الحوادث التي تحدث الى انقراض العالم وكانت

یعنی جعفر و جامعہ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی دو کتابیں ہیں بیشک امیر المومنین نے ان دونوں میں علم الحروف کی روش پر ختم دنیا تک جتنے وقائع ہونے والے

= = وابن عبد البر في جامع بيان العلم وفضله ،والخطيب في الفقيه والمتفقه۲/۱۶۶، و في كنز العمال ۲/۵۶۵(۴۷۴۰)،وعزاه الى ابن الأنباري وابن عبد البر .

قلت :رجال عبد الرزاق كلهم ثقات،وله طرق كثيرة)

(1)(جامع الأحاديث (۳۲۹۷۶. ۳۳۵۹۲)

(2)(المجالسة وجواهر العلم لابن قتيبة ۳/۴۵۷(۱۰۶۵)، وفيات الأعيان لابن خلكان ۳/۲۴۰، وحياة الحيوان للدميري ۱/۲۷۳، شرح الزرقاني ۱/۹۹، لفظ له)

الائمة المعرفون من أولاده يعرفونهما ويحكمون بهما، وفي كتاب قبول العهد الذي كتبه علي بن موسى رضي الله تعالى عنهما الى المأمون انك قد عرفت من حقوقنا ما لم يعرفه اٰباؤك فقبلت منك عهدك الا ان الجفر والجامعة يدلان على انه لا يتم والمشائخ المغاربة نصيب من علم الحروف ينتسبون فيه الى اٰهل البيت ورأيت أنا بالشام نظما أشير فيه بالرموز الى أحوال ملوك مصر وسمعت انه مستخرج من ذينك الكتابين.(1)

ہیں سب ذکر فرما دیئے ہیں اور ان کی اولاد امجاد سے ائمہ مشہورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کتابوں کے رموز پہچانتے، اور ان سے احکام لگاتے ہیں اور مامون رشید نے جب حضرت امام علی رضا ابن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے بعد ولی عہد کیا اور خلافت نامہ لکھ دیا۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے قبول میں فرمان بنام مامون رشید تحریر فرمایا اس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم نے ہمارے حق پہچانے جو تمہارے باپ دادا نے نہ پہچانے، اس لیے میں تمہاری ولی عہدی قبول کرتا ہوں مگر جفر و جامعہ بتا رہی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہو گا (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مامون رشید کی زندگی ہی میں شہادت پائی) اور مشائخ مغرب اس علم سے حصہ اور اس میں اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اپنے انتساب کا سلسلہ رکھتے ہیں، اور میں نے ملک شام میں ایک نظم دیکھی جس میں شاہان مصر کیا حوال کی طرف رمزوں میں اشارہ کیا ہے میں نے سُنا کہ وہ احکام انہی دونوں کتابوں سے نکالے ہیں، انتہی۔

---

(1)(شرح المواقف ، النوع الثاني ،المقصد الثاني ٢٢/٦)

اس علم علوی شریف مبارکہ کی بحث اور اس کے حکم شرعی کی جلیل تحقیق بحمد اللہ تعالیٰ فقیر کے رسالہ "مجتلی العروس ومراد النفوس" میں ہے جو اس کے غیر میں نہ ملے گی۔

(86) حضور پرنور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

وعزة ربي ان السعداء والأشقياء ليعرضون على عيني في اللوح المحفوظ .(1)

عزت الٰہی کی قسم بیشک سب سعید وشقی میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں میری آنکھ لوح محفوظ میں ہے۔

(87) اور فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

لو لألجام الشريعة على لساني لأخبرتكم بما تأكلون وما تدخرون في بيوتكم أنتم بين يدي كالقوارير يرى مافي بواطنكم وظواهركم .(2)

اگر میری زبان پر شریعت کی روک نہ ہوتی تو میں تمہیں خبر دیتا جو کچھ تم کھاتے اور جو کچھ اپنے گھروں مس اندوختہ کرکے رکھتے ہو، میرے سامنے شیشہ کی مانند ہو، تمہارا ظاہر و باطن سب دیکھ رہا ہوں۔

(88) اور فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

قلبي... مطلع على أسرار الخليفة

میرا دل اسرار خلیفہ پر مطلع ہے سب دلوں کو دیکھ

---

(1) (بهجة الأسرار ومعدن الأنوار ٢٢،مكتبة گيلانيه گلبرك بى فيصل آباد)

(2)(بهجة الاسرار ٢٤)

أسرار الخليفة ناظر الى وجوه القلوب قد صفاه الحق عن دنس رؤية سواه حتى صار لو حاينقل اليه ما فى اللوح المحفوظ وسلم عليه أزمّة أمور أهل زمانه وصرفه فى عطائهم ومنعهم.(1)

رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے رویت ما سوا کے مَیل سے صاف کر دیا کہ ایک لوح ہو گیا جس کی طرف وہ منتقل ہوتا ہے، جو لوح محفوظ میں لکھا ہے (اللہ تعالیٰ نے) تمام اہل زمانہ کے کاموں کی باگیں اسے سپرد فرمائیں اور اجازت فرمائی کہ جسے چاہیں عطا کریں، جیسے چاہیں منع فرما دیں۔

(89 تا 91) والحمد للہ رب العامین یہ اور ان کے مثل اور کلمات قدسیہ اجلہ، اکابر ائمہ مثل امام اوحد سیدی نور الحق والدین، ابوالحسن علی شطنوفی صاحب کتابِ مستطاب "بهجة الاسرار"، وامام اجل سیدی عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی صاحب "خلاصة المفاخر" وغیرہما نے حضور سے بہ اسانید صحیحہ روایت فرمائے، اور علی قاری وغیرہ علماء نے "نزهة الخاطر" وغیرہا کتب مناقب شریفہ میں ذکر کئے۔

(92) عارف کبیر احد الاقطاب الاربعہ سیدنا حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترقیات کامل کے بارے میں فرماتے ہیں:

اطلعه على غيبه حتى لا تنبت شجرة ولا تخضر ورقة الا بنظره.(2)

اللہ تعالیٰ اسے اپنے غیب پر مطلع کرتا ہے یہاں تک کہ کوئی پیڑ نہیں اُگتا، اور کوئی پتہ نہیں ہریاتہ مگر اس کی نظر کے سامنے۔

---

(1)(بهجة الأسرار ومعدن الأنوار ،۲۴)

(2)(قلادة الجواهرفي ذكر الرفاعي واتباعه الأكابر ۱۴۸ ,بيروت، وانظر: طبقات = =

(93) عارف باللہ حضرت سیدی رسلان دمشقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

العارف من جعل اللہ تعالی في قلبه لوحا منقوشا باسرار المجودات وبامداده بأنوار حق اليقين يدرك حقائق تلك السطور على اختلاف أطوارها، و يدرك أسرار الأفعال فلا تتحرك حركة ظاهرة أو باطنة في الملك والملكوت الا ويكشف الله تعالى عن بصيرة ايمانه وعين عيانه فيشهدها علما و كشفا.

عارف وہ ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اک لوح رکھی ہے کہ جملہ اسرار موجودات اس میں منقوش ہیں اور حق الیقین کے نوروں سے اسے مدد دی کہ وہ ان لکھی ہوئی چیزوں کی حقیقتیں خوب جانتا ہے باآنکہ ان کے طور کس قدر مختلف اور افعال کے راز جانتا ہے تو ظاہری یا باطنی کوئی جنبش ملک یا ملکوت میں واقع نہیں ہوتی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کی نگاہ اور اس کے معائنہ کی آنکھ کھول دیتا ہے تو عارف اسے دیکھتا ہے اور اپنے علم و کشف سے جانتا ہے۔

(94) یہ دونوں کلام کریم سیدی امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی نے طبقاتِ کبریٰ میں نقل کئے۔

(95) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام حضرت عزیزان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے:

زمین درنظر ایں طائفہ چوسفرہ ایست۔ (2) اس گروہ کی نظر میں زمین دستر خوان کی طرح ہے۔

= = الكبرى للشعراني، ترجمة :شيخ أحمد بن أبي الحسن الرفاعي ١/١٢٢)

(1)(لوافح الأنوار في طبقات الأخيار (الطبقات الكبرى)، ترجمة رسلان الدمشقي ١/١٣٠.١٣١، مكتبة محمد المليجي الكتبي وأخيه ،مصر)

(2)(نفحات الانس ،ترجمة :خواجه بهاء الحق والدين النقشبندي ٣٨٧)

(96) حضرت خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کلام پاک نقل کر کے فرماتے:

وما می گوئیم چوں روئے ناخنے ست هیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست.	ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی سطح کی طرح ہے کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں ہے۔

گنگوہی صاحب! اب اپنے شیطانی شرک براہین کی خبر لیجئے۔

(97) یہ دونوں ارشاد مبارک حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی نے **"نفحات الانس"** میں ذکر کیے۔

(98) امام اجل سیدی علی وفا رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

ليس الرجل من يقيده العرش وما حواه من الافلاك والجنة والنار وانما الرجل من نفذ بصره الى خارج هذا الوجود كله وهناك يعرف قدر عظمة موجده سبحنه وتعالى.(1)	مرد وہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے آسمان و جنت و نار یہی چیزیں محدود و مقید کرلیں۔ مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزر جائے وہاں اُسے موجد عالم سبحانہ وتعالی کی عظمت کی قدر کھلے گی۔

(99) یہ پاکیزہ کلام کتاب الیوقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں نقل فرمایا۔

(100) ابریز شریف میں ہے:

سمعته رضي الله تعالى عنه احيانا يقول ما السموات السبع والارضون	یعنی میں نے حضرت سید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بارہا سنا کہ فرماتے ساتوں آسمانوں اور

---

(1) (اليواقيت والجواهر ،البحث الرابع والثلاثون ٢/٧٠)

السبع في نظر العبد المؤمن الا كحلقة ملقاة في فلاة من الارض (1)

ساتوں زمینیں مومن کامل کی وُسعت نگاہ میں ایسے ہیں جیسے ایک میدانِ لق ودق میں ایک چھلا پڑا ہو۔

(101) امام شعرانی کتاب الجواہر میں حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای:

الکامل قلبه مرأة للوجود العلوي والسفلي كله على تفصيل. (2)

کامل کا دل تمام عالم علوی وسفلی کا بروجہ تفصیل آئینہ ہے۔

(102) امام رازی تفسیر کبیر میں معتزلہ کے لیے حقیقت کراماتِ اولیاء پر دلائل قائم کرنے میں فرماتے ہیں:

الحجة السادسة :لا شك أن المتولي للأفعال هو الروح لا البدن.... ولهذا المعنى (1) نرى أن كل من كان أكثر علما بأحوال عالم الغيب كان أقوى قلبا.... ولهذا قال علي بن أبي طالب كرم الله تعالى وجهه :والله ما قلعت باب خيبر بقوة جسدانية ولكن بقوة الربانية ...

یعنی اہل سنت کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ بلا شبہ افعال کی متولی تو روح ہے نہ کہ بدن اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جسے احوال عالم غیب کا علم زیادہ ہے اس کا دل زیادہ زبردست ہوتا ہے۔ولہذا مولیٰ علی نے فرمایا خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسم کی قوت سے نہ اکھیڑا بلکہ ربانی طاقت سے، اسی طرح بندہ جب ہمیشہ طاعت میں لگا رہتا ہے۔تو اس مقام

---

(1)(الابریز، الباب السادس ۳۵۴،دار صادر .بیروت)

(2)(الجواھروالدرر علی ھامش الابریز ۲۲۳)

(3)(فتاوی رضویہ اور دار الرضا لاہور کے نسخہ میں "المعنی "لفظ نہیں ہے)

وکذلك العبد اذا واظب علی الطاعات بلغ الی المقام الذي یقول الله تعالی کنت له سمعاً وبصراً فاذا صار نور جلال الله تعالی کنت له سمعا له سمع القریب والبعید واذا صار ذٰلك النور بصرًا له رای القریب والبعید واذا صار ذٰلك النور یدا له قدر علی التصرف في الصعب (1) والسهل والبعید والقریب.(2)

تک پہنچتا ہے جس کی نسبت رب عزوجل فرماتا ہے کہ وہاں میں خود اس کے کان آنکھ ہو جاتا ہوں تو جب جلال الٰہی کا نور اس کا کان ہو جاتا ہے، بندہ نزدیک و دور سب سُنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہو جاتا ہے بندہ نزدیک و دور سب دیکھتا ہے اور جب وہ نور اِس کا ہاتھ ہو جاتا ہے بندہ سہل و دشوار و نزدیک و دور میں تصرفات کرتا ہے۔

(103) حضرت مولوی معنوی قدس سرہ العلوی دفتر ثالث مثنوی شریف میں موزہ وعقاب کی حدیثِ مستطاب میں فرماتے ہیں، حضور پرنور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا:

"گر چہ ہر غیبے خدا مارا نمود دِل دراں لحظہ بخود مشغول بود(3)

اگرچہ ہر غیب خدا نے ہم کو دکھایا ہے لیکن دل اُس وقت اپنی ذات میں مشغول تھا۔

(104) مولانا بحر العلوم ملک العلماء قدس سرہ شرح میں فرماتے ہیں:

محمد رضا گفته اے فکر تن نداشت واز جهت استغراق بعغے

---

(1)(دار الرضا کے نسخہ میں کتابت کی غلطی سے "المتعب" لکھا گیا ہے)

(2)(مفاتیح الغیب، تفسیر کبیر، الکهف، ۴۳۶/۲۱، دار احیاء التراث العربی)

(3)(مثنوی، معنوی، دفتر ثالث ۸۱، نورانی کتب خانہ پشاور)

مغیبات بر انبیاء مستور شو ند انتهی، معنی بیت این چنیں ست که دل بخود مشغول بود که دل نفس دل را مشاهده می کرد وذات باحدیت جمیع اسماء در دل ست پس بسبب استغراق دریں مشاهدات توجه بسوئے اکوان نبود پس بعض اکوان مغفول عنه ماند وایں وجه وجیه است.

یعنی محمد رضا کہتا ہے(1) دل کو بدن کی فکر نہ تھی اور استغراق کی وجہ سے بعض غیوب انبیاء سے چھپ جاتے ہیں انتہی، شعر کے معنی یہ ہیں کہ دل ذات دل کا مشاہدہ کر رہا تھا، اور ذات احدیت تمام اسماء کے ساتھ دل میں ہے، پس اس مشاہدہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے توجہ عالم کی طرف نہ تھی اس لئے بعض حالات پوشیدہ رہے یہ بہترین توجیہہ ہے۔(2)

(105 تا 108) امام قرطبی شارح صحیح مسلم، پھر امام عینی بدر محمود، پھر امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری، پھر علامہ علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ حدیث" خمس لا یعلمهن الا الله" کی شرح میں فرماتے ہیں:

فمن ادعى علم شيء منها غير مسند الى رسول الله ﷺ كان كاذبا في دعواه.(3)

یعنی تو جو کوئی قیامت وغیرہ خمس سے کسی شئے کے علم کا اِدّعا کرے اور اسے رسول اللہ کی طرف نسبت نہ کرے کہ حضور کے بتائے سے مجھے یہ علم آیا وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

---

(1) (دارالرضا لاہور کے نسخہ میں فارسی اور ترجمہ میں یہ عبارت موجود نہیں ہے)

(2)(--------)

(3)(المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم ١/٧٠،فتح الباري شرح صحيح بخاري ١/١٢٤،،دار المعرفة ،وفي نسخة ٤/٣٠٧،بيت الأفكار الدولية ، عمدة القاري ==

صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ان پانچوں غیبوں کا جانتے ہیں اور اس میں سے جو چاہیں اپنے جس غلام کو چاہیں بتا سکتے ہیں، جب تو جو حضور کی تعلیم سے اُن کے علم کا دعویٰ کرے اس کی تکذیب نہ ہوگی۔

(109) ''روض النضیر شرح جامع صغیر'' امام کبیر جلال الملۃ والدین سیوطی سے اس حدیث کے متعلق ہے:

أما قوله ﷺ: [لا يعلمها الا هو] ففسر (1) بأنه لا يعلمها أحد بذاته ومن ذاته الا هو لكن قد تعلم باعلام الله تعالى فان ثمة من يعلمها وقد وجدنا ذلك لغير واحد كما رأينا (2) جماعة علموا متى يموتون وعلموا ما في الأرحام حال حمل المرأة بل وقبله .(3)

نبی ﷺ نے یہ جو فرمایا کہ ان پانچوں غیبوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس کے یہ معنی ہیں کہ بذاتِ خود اپنی ذات سے انہیں اللہ ہی جانتا ہے، مگر خدا کے بتائے سے کبھی ان کو بھی ان کا علم ملتا ہے، بیشک یہاں ایسے موجود ہیں جو ان غیبوں کو جانتے ہیں اور ہم نے متعدد اشخاص ان کے جاننے والے پائے ایک جماعت کو ہم نے دیکھا کہ ان کو معلوم تھا کب

= = شرح صحيح البخاري ١/٢٩٠، دار احياء التراث العربي ،ارشاد الساري لشرح صحيح البخاري ١/١٤١، المطبعة الكبرى الأميرية ،مصر ، مرقاة المفاتيح ١/٦٦،دار الفكر ، وفي نسخة ١٢٨/t، دار الكتب العلمية ، مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ٥/٢٠٠، الجامعة السلفية ،بنارس الهند)

(1) (دارالرضا لاہور کے نسخہ میں کتابت کی غلطی سے ''فنشر'' لکھا گیا ہے)

(2) (دارالرضا کے نسخہ میں کتابت کی غلطی سے ''أراينا'' لکھا گیا ہے)

(3) (فیض القدیر ٥/٥٢٤.٥٢٥. اسی کے مقدمہ میں ہے کہ:''سميته :فيض القدير بشرح =

مریں گے اور انہوں نے عورت کے حمل کے زمانہ میں بلکہ حمل سے بھی پہلے جان لیا کہ پیٹ میں کیا ہے۔

(110) شیخ محقق قدس سرہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

المراد لا تعلم بدون تعليم الله تعالى(1)

مراد یہ ہے کہ قیامت وغیرہ غیب بے خدا کے بتائے معلوم نہیں ہوتے۔

(111) علامہ بیجوری شرح بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

لم يخرج ﷺ من الدنيا الا بعد ان أعلمه الله تعالى بهذه الأمور أي الخمسة .(2)

نبی ﷺ دنیا سے تشریف نہ لے گے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ان پانچوں غیبوں کا علم دے دیا۔

(112) علامہ شنوانی نے "شرح جمع النہایۃ" میں اسے بطور حدیث بیان کیا کہ:

قد ورد ان الله تعالى لم يخرج النبي ﷺ حتى أطلعه على كل شيء .(3)

بیشک وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو دنیا سے نہ لے گیا جب تک کہ حضور کو تمام اشیاء کا علم عطا نہ فرمایا۔

= = الجامع الصغير .ويحسن أن يترجم بمصابيح التنوير على الجامع الصغير ويليق أن يدعى :بالبدر المنير في شرح الجامع الصغير ويناسب أن يترجم :بالروض النضير في شرح الجامع الصغير)

(1)(لمعات التنقيح شرح مشكوة المصابيح ١/٧٣،المعارف العلمية ،لاهور)

(2)(حاشية الباجوري على البردة ٩٢، بحواله فتاوى رضويه ٢٩/٤٧٣)

(3)(شرح جمع النهاية في بدء الخير والغاية لابن أبي حمزة .....)

(113) حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزمان سید شریف عبدالعزیز مسعود حسنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

هو ﷺ لا يخفى شيء من الخمس المذكورة في الآية الشريفة وكيف يخفى عليه ذلك والأقطاب السبعة من أمته الشريفة يعلمونها وهم دون الغوث فكيف بالغوث فكيف بسيد الاولين والاخرين الذي هو سبب كل شيء ومنه كل شيء.

یعنی قیامت کب آئے گی، مینہ کب اور کہاں اور کتنا برسے گا، مادہ کے پیٹ میں کیا ہے، کل کیا ہوگا، فلاں کہاں مرے گا، یہ پانچوں غیب جو آیہ کریمہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز رسول ﷺ پر مخفی نہیں، اور کیونکر یہ چیزیں حضور ﷺ سے پوشیدہ ہیں، حالانکہ حضور کی اُمت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں اور ان کا مرتبہ غوث سے نیچے ہے، غوث کا کیا کہنا پھر ان کا کیا پوچھنا جو سب اگلوں پچھلوں سارے جہان کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں اور ہر شئے انہی سے ہے۔

(114) نیز ابریز عزیز میں فرمایا:

قلت للشيخ رضي الله تعالى عنه ان علماء الظاهر من المحدثين و غيرهم اختلفوا في النبي ﷺ هل كان يعلم الخمس فقال رضي الله تعالى عنه

یعنی میں نے حضرت شیخ رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ علماء ظاہر محدثین مسئلہ خمس میں باہم اختلاف رکھتے ہیں، علماء کا ایک گروہ کہتا ہے نبی ﷺ کو ان کا علم تھا، دوسرا انکار کرتا

كيف يخفى أمر الخمس عليه ﷺ والواحد أهل التصرف من أمته الشريفة لا يمكنه التصرف الا بمعرفة هذه الخمس .(1)

ہے، اس میں حق کیا ہے؟ فرمایا: (جو نبی ﷺ کو پانچوں غیبوں کا علم مانتے ہیں وہ حق پر ہیں) حضور سے یہ غیب کیونکر چھپے رہیں گے حالانکہ حضور کی اُمت شریفہ میں اولیائے کرام اہل تصرف ہیں (کہ عالم میں تصرف فرماتے ہیں) وہ جب تک ان پانچوں غیبوں کو جان نہ لیں تصرف نہیں کر سکتے۔

(115) تفسیر کبیر میں زیر آیہ کریمہ ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾[الجن:٢٦.٢٧] فرمایا:

"أي وقت وقوع القيمة من غيب الذي لا يظهره الله لأحد ... فان قيل فاذا حملتم ذلك على القيامة فكيف قال الا من ارتضى من رسول مع أنه لا يظهر هذا الغيب لأحد ... قلنا بل يظهره عند قرب القيامة.(2)

یعنی قیامت کے واقع ہونے کا وقت اس غیب میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ اگر کہا جائے کہ جب تم نے آیت کو علم قیامت پر محمول کیا تو کیسے اللہ نے فرمایا: ﴿اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مَنْ رَّسُوْلٍ﴾ باوجود یہ کہ یہ غیب اللہ کسی پر ظاہر نہیں کرے گا، ہم جواب دیں گے کہ قیامت کے قریب ظاہر کرے گا۔

---

(1)(الابریز ١٦٧.١٦٨)

(2)(مفاتيح الغيب (تفسير كبير)٣٠/٦٧٨،دار احياء التراث العربي ،بيروت)

اس نفیس تفسیر نے صاف صاف معنے آیت یہ ٹھہرائے کہ اللہ عالم الغیب ہے، وہ وقتِ قیامت کا علم کسی کو نہیں دیتا سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(117) علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں فرقہ باطلہ معتزلہ خذلہم اللہ تعالٰی کے کرامات اولیاء سے انکار اوران کے شبہات فاسدہ کے ذکر وابطال میں فرماتے ہیں:

الخامس وهو الأخبار بالمغيبات قوله تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه أحدا الا من ارتضى من رسول خص الرسل بالاطلاع على الغيب فلا يطلع غيرهم وان كانوا أولياء مرتضين،الجواب ان الغيب هٰهنا ليس للعموم بل مطلق أو معين هو وقت وقوع القيامة بقرينة السابق ولا يبعد ان يطلع عليه بعض الرسل من الملٰئكة أو البشر فصح الاستثناء.(1)

یعنی معتزلہ کی پانچویں دلیل خاص علم غیب کے بارے میں ہے کہ وہ گمراہ کہتے ہیں کہ اولیاء کو غیب کا علم نہیں ہوسکتا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ”غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو“ جب غیب پر اطلاع رسولوں کے ساتھ خاص ہے تو اولیاء کیونکر غیب جان سکتے ہیں۔ ائمہ اہلِ سنت (ف) نے جواب دیا کہ یہاں غیب عام نہیں جس کے معنے یہ ہوں کہ کوئی غیب رسولوں کے سوا کسی کو نہیں بتاتا جس سے مطلقاً اولیاء کے علوم غیب کی نفی ہو سکے) بلکہ

(ف)[اس نفیس عبارت کتاب عقائد اہلسنت سے ثابت ہوا کہ وہابیہ معتزلہ سے بھی بہت خبیث تر ہیں۔ معتزلہ کو صرف اولیاء کرام کے علوم غیب میں کلام تھا، انبیاء کے لیے مانتے تھے۔ یہ خبیث خود انبیاء سے منکر ہو گئے، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ائمہ اہلسنت انبیاء واولیاء سب کے لیے مانتے ہیں وللہ الحمد ۱۲ منہ]

(1)(شرح المقاصد ،المبحث الثامن الولى هو المعارف بالله تعالى ۲/۲۰۴.۲۰۵، دار المعارف النعمانية، لاهور)

یہ تو مطلق ہے (یعنی کچھ غیب ایسے ہیں کہ غیر رسول کو نہیں معلوم ہوتے) یا خاص وقت وقوع قیامت مراد ہے (کہ خاص اس غیب کی اطلاع رسولوں کے سوا اوروں کو نہیں دیتے) اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں غیب قیامت ہی کا ذکر ہے (تو آیت سے صرف اتنا نکلا کہ بعض غیبوں یا خاص وقت قیامت کی تعین پر اولیاء کو اطلاع نہیں ہوتی، نہ یہ کہ اولیاء کوئی غیب نہیں جانتے، اس پر اگر شبہ کیجئے کہ اللہ تو رسولوں کا استثناء فرما رہا ہے کہ ان غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں جن کو اور لوگ نہیں جانتے، اب اگر اس سے تعیین وقت قیامت لیجئے تو رسولوں کا بھی استثناء نہ رہے گا کہ یہ تو ان کو بھی نہیں بتایا جاتا۔ اس کا جواب یہ فرمایا کہ ملائکہ یا بشر سے بعض رسولوں کو تعیین وقت قیامت کا علم ملنا کچھ بعید نہیں تو استثناء کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ضرور صحیح ہے۔

(117) امام قسطلانی شرح بخاری تفسیر سورۂ رعد میں فرماتے ہیں:

" لا يعلم متى تقوم الساعة "أحد "الا الله" الا من ارتضى من رسول فانه يطلعه على ما يشاء من غيبه والولي التابع له يأخذ عنه .(1)

کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی سوا اس کے پسندیدہ رسولوں کے کہ انہیں اپنے جس غیب پر چاہے اطلاع دیتا ہے (یعنی وقت قیامت کا علم بھی ان پر بند نہیں رہے اولیاء وہ رسولوں کے تابع ہیں ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔

یہاں اس خاص غیب کے علم میں بھی اولیاء کے لیے راہ رکھی، مگر یوں کہ اصالۃً انبیاء کو ہے اور ان کو ان سے ملتا ہے، اور حق یہی ہے کہ آیہ کریمہ غیر رسل سے علم غیوب میں اصالت کی نفی فرماتی ہے نہ کہ مطلق علم کی۔

---

(1) (ارشاد الساري لشرح صحيح البخاري ۷/۱۸۶)

(118.119) علامہ حسن بن علی مدابغی حا شیة فتح المبين، امام ابن حجر مکی اور فاضل ابن عطیہ فتوحات وهبيه شرح اربعين امام نووی میں نبی ﷺ کو علم قیامت عطا ہونے کے باب میں فرماتے ہیں:

الحق كما قال جمع ان الله سبحانه وتعالى لم يقبض نبيبا حتى أطلعه على كل ما أبهمه عنه الا انه أمر بكتم بعض والاعلام ببعض. (1)

یعنی حق مذہب وہ ہے جو ایک جماعت علماء نے فرمایا کہ اللہ عز وجل ہمارے نبی ﷺ کو دنیا سے نہ لے گیا یہاں تک کہ جو کچھ حضور سے مخفی رہا تھا اس سب کا علم حضور ﷺ کو عطا فرما دیا، ہاں بعض علوم کی نسبت حضور کو حکم دیا کہ کسی کو نہ بتائیں اور بعض کے بتانے کا حکم کیا۔

(120) علامہ عشماوی کتاب مستطاب عجب العجاب شرح صلاۃ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں:

قيل انه ﷺ أوتى علمها (أي الخمس) في أخر الأمر لكنه أمر فيها بالكتمان وهذا القيل هو الصحيح. (2)

یعنی کہا گیا کہ نبی ﷺ کو آخر میں ان پانچوں غیبوں کا بھی علم عطا ہو گیا مگر ان کے چھپانے کا حکم تھا اور یہی قول صحیح ہے۔

---

(1) (ذكره الشيخ داود بن سليمان الشافعي في نحت حديد الباطل وبرده بأدلة الحق الذابة عن صاحب البردة ٣٦ وعزاه الى المدابغي وابن حجر)

(2)((.........)

تنبیہ جلیل

الحمد للہ ! یہ بطور نمونہ ایک سوبیس عبارات قاہرہ ہیں جن سے وہابیت کی پوچ (1) ذلیل عمارت نہ صرف منہدم ہوئی بلکہ قارون اور اس کے گھر کی طرح بفضلہٖ تعالیٰ تحت الثریٰ پہنچتی ہے، اور بحمدہٖ تعالیٰ یہ کل سے جز ہیں، ایسے ہی صدہا نصوص جلیلہ وعظیمہ دیکھنا ہوں تو فقیر کی کتاب " مالئ الجیب بعلوم الغیب " ورسالہ " اللؤ لؤ المکنون في علم البشیر ما کان ومایکون " ملاحظہ ہوں کہ نصوص کے دریا ہیں چھلکتے، اور حبِّ مصطفیٰ ﷺ کے چاند چمکتے، اور تعظیمِ حضور کے سورج دمکتے، اور نورِ ایمان کے تارے جھلکتے اور حق کے باغ لہکتے، اور تحقیق کے پھول مہکتے، اور ہدایت کے بلبل چہکتے، اور نجدیت کے کوے سسکتے، اور وہابیت کے بوم (2) بلکتے، اور مذبوح گستاخ پھڑکتے، والحمد للہ رب العلمین۔

وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ ان نصوص قاہرہ کے مقابل اِدھراُدھر سے کچھ عبارات دربارۂ تخصیص غیوب نقل کرلاتے اور بغلیں بجاتے ہیں حالانکہ یہ محض جہالت، کج فہمی بلکہ صریح مکاری اور ہٹ دھرمی ہے۔ انصافاً وہ ہمارے ہی بیان کا دوسرا پہلو دکھاتے ہیں۔

فقیر گزارش کرچکا کہ مسئلہ عموم وخصوص اُن اجماعات بعد کے امر چہارم میں معروض ہوئے علمائے اہل سنت کا خلافیہ (اختلافی) ہے، عامۂ اولیاء کرام وبکثرت علمائے عظام جانبِ تعمیم (3) ہیں اور یہی ظاہر نصوص قرآن عظیم ومفادِ احادیثِ حضور پرنور علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم ہے۔

---

(1) (پوچ: لغو، بیہودہ، مہمل۔ ذلیل، حقیر، کمینہ۔ ہرزہ سرا، یاوہ گو)

(2) (بوم: اُلّو، بے وقوف، منحوس)

(3) (تعمیم: عام کرنا، ہر ایک کو شامل کرنا، عمومیت، کلیت)

اور بہت اہلِ رسوم (1) جانب خصوص گئے ان میں بھی شاید نرے متقشفوں (2) کا یہ خیال ہو ورنہ ان کے لیے اس پر ایک باعث ہے جس کا بیان مع چند نظائر نفیسہ فقیر کے رسالے "انباء الحي ان کلام المصون تبیان لکل شيء" میں مشرح (3) ہے تو ایسی عبارات سے ہمیں کیا ضرر، ہم نے کیا دعوائے اجماع کیا تھا کہ خلاف دکھاؤ۔

وہاں تم اپنی جہالت سے مدعی اجماع (4) تھے یہاں تک کہ مخالف کی تکفیر کر بیٹھے۔ تو ہر طرح تم پر قہر کی مار ہے ایجابِ جزئی سے موجبہ کلیہ کا ثبوت چاہنا مجنون کا شعار (5) ہے۔

تم دس عبارتیں خصوص میں لاؤ! ہم سو نصوص عموم میں دکھائیں گے، پھر ظواہر (6) قرآن وحدیث و عامہ اولیائے قدیم وحدیث ہمارے ساتھ ہیں۔ اور اسی میں ہمارے محبوب ﷺ کی فضیلت کی ترقی اور خود اسی بارے میں اُن کا رب فرما چکا کہ

﴿عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾ (7) سکھا دیا تمہیں جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل تم پر بڑا ہے۔

جسے اللہ بڑا کہے اسے گھٹائے کیونکر بنے، معہذا اگر بغرض باطل خدا کا فضل عظیم چھوٹا اور مختصر ہی ہو مگر ہم نے ظواہر قرآن وحدیث وتصریحات صدہا ائمہ ظاہر و باطن کے اتباع سے محمد رسول اللہ

---

(1) (مراد علماء ظاہر [ت])

(2) (تنگ نظروں [ت])

(3) (مشرح: تشریح کیا گیا، تفصیل کیا گیا، صاف مفصل، واضح)

(4) (اجماع کے دعویدار)

(5) (پہچان، علامت، نشانی)

(6) (یہ ترجیحات قائلاں خصوص کے مقابل ہیں وہابیہ تو اجماعیات کے منکر ہیں [ت])

(7) [النساء :۱۱۳]

ﷺ کی زیادہ رفعت وشان چاہ کر اُسے بڑا مانا تو بحمد اللہ تعالیٰ اللہ کے فضل اور اس کے حبیب کی تعظیم ہی کی۔

اور اگر واقع میں وہ فضل الٰہی ویسا ہی بڑا ہے اور تم نے برخلاف ِظواہر نصوصِ قرآن وحدیث اسے ہلکا اور چھوٹا جانا تو تمہارا معاملہ معکوس (1) ہوا،

﴿فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ﴾(2) خیال کرلو کون سا فریق زیادہ مستحق امن ہے

غرض یہاں چند پریشان عبارات خصوص کا سنانا محض جہل ہے یا سخت مکر، کلام تو اس میں ہے کہ تم اقوال عموم بمعنی مرقوم بلکہ اس سے بھی لاکھوں درجے ہلکے پر حکم شرک وکفر جڑ رہے ہو۔

گنگوہی جی کی قاطعہ براہین دیکھو صرف اتنی بات کو کہ جہاں مجلس میلاد مبارک ہو حضورِ اقدس ﷺ کو اطلاع ہو جائے، علم محیط زمین ٹھہرا دیا۔ پھر اسے خدا کا خاصہ اور ساتھ ہی اپنے معبود ابلیس کی صفت بتا کر صاف حکم شرک پھٹا دیا اور شرک بھی کیسا جس میں کوئی حصہ ایمان کا نہیں۔

پھر عرش تا فرش کا علم تو زمین کے علم محیط سے کروڑہا کروڑ درجوں بڑا ہے، پھر ما کان وما یکون کا تو کیا ہی کہنا ہے۔

اسی طرح اور تعمیمات کہ کلام ائمہ دین وعلمائے معتمدین میں گزریں، اس کا ماننے والا اگر معاذ اللہ ایک حصہ کافر تھا تو ان کا ماننے والا تو پدموں، سنکھوں کافروں کے برابر ایک کافر ہو گیا۔

یونہی تمہارا امام علیہ ما علیہ تقویۃ الایمان میں بعطائے الٰہی بھی غیب کی بات کا علم ماننے کو شرک کہہ چکا، پھر گنگوہی جی کا شرک تو مجالس میلاد مبارک کی اطلاع پر اُچھلا تھا، ان امام جی نے ایک پیڑ کے پتے ہی جاننے پر شرک اُگل دیا۔

---

(1) (معکوس: اُلٹا، اُوندھا، ٹیڑھا)

(2) (الأنعام ۸۱)

تمام علماء، اولیاء، صحابہ، انبیاء وہابیوں کی تکفیر کا نشانہ

اب دیکھئے کہ گنگوہی، اسمٰعیل و وہابیہ نے معاذ اللہ کن کن ائمہ، علماء، ومحدثین وفقہاء، ومفسرین ومتکلمین، واولیاء وصحابہ، وانبیاء علیہم الصلوۃ والثناء کو کافر بنادیا۔

انہیں کو گنئے جن کے اقوال وارشادات اس مختصر میں گزرے:

(1) شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی (1)

(2) مولانا ملک العلماء بحر العلوم

(3) علامہ شامی (صاحبِ ردالمختار) (2)

(4) ائمہ اہلِ سنت ومصنفان عقائد

(5) شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی (3)

---

(1)(هو: أحمد بن عبد الرحيم بن وجيه الدين المعروف بشاه ولي الله الدهلوي ،وتوفى سنة ١١٧٦،له من التآليف :حجة الله البالغة ،والانصاف في بيان سبب الاختلاف ، وعقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد ،والفوز الكبير في أصول التفسير ،وغيرهم . (وانظر : معجم المؤلفين ١/٢٧٢)

(2)(هو: محمد امين بن عمر بن عبد العزيز المعروف بابن عابدين الشامي ،وتوفى سنة ١٢٥٢، وله من التآليف :رد المختار على الدر المحتار ،ونسمات الاسحار على شرح المنار، والعقود الدريه في تنقيح الفتاوى الحامدية ،والعلم الظاهر في نسب الطاهر ، وتنبيه الغافل والوسنان على احكام هلال رمضان ، وغيرهم (وانظر :خزانة التراث فهرس مخطوطات وغيره)

(3)(هو :عبد الحق بن سيف الدين بن سعد الله أبو محمد الدهلوي المحدث ،وتوفى سنة ١٠٥٢، له من التآليف :اخبار الاخيار ،وجذب القلوب ،وزبدة الآثار ، وشرح سفر السعادة، وفتح المنان ،واشعة اللمعات في شرح المشكاة ،ما ثبت بالسنة وغيرهم .

(6)علامہ شہاب الدین خفاجی (1)

(7)امام فخر الدین رازی (2)

(8)علامہ سید شریف جرجانی (3)

---

(1)(هو: أحمد بن محمد بن عمر الأديب ، المصري ،توفى سنة ١٠٦٩،من تصانيفه :عناية القاضي وكفاية الراضي حاشية على تفسير البيضاوي ،نسيم الرياض في شرح الشفاء للقاضي عياض ،عتاب الزمان في سبب حجب حرمان بنى الاعيان ،ريحانة الالباء وزهرة الحياة الدنيا ، شرح درة الغواص للحريري ، شفاء الغليل فيما في كلام العرب من الدخيل ،الرسائل الأربعون ،طراز المجالس في الادب والنوادر وغير ذلك .
(وانظر :هدية العارفين ١/١٦٠.١٦١)

(2)(هو محمد بن عمر بن الحسين بن الحسن بن علي التميمي البكري الطبرستاني الرازي فخر الدين الشافعي ولد بالرى سنة ٥٤٣وتوفى بهراة سنة ٦٠٦له من التصانيف مفاتيح الغيب في تفسير القرآن ،هذا التفسير من أكبر كتب التفسير بالرأى ،يكثر من المسائل الكلامية والعلوم الكونية ويعرض أقوقل الفلاسفة، ويرد عليها، منتصرا للأشاعرة،ومفاتيح العلوم في تفسير الفاتحة ، البرهان في قراء ة القرآن ، عصمة الأنبياء ، رسالة المحمدية، فضائل الأصحاب ،احكام الأحكام ،الأربعين في أصول الدين ،شرح الوجيز للغزالي ،المحصل في اصول الفقه ،المحصول في علم الاصول ،كتاب الملل والنحل ،مناقب الامام الشافعي وغيرهم .(وانظر :هدية العارفين ٢/١٠٧.١٠٨،وابجد العلوم ٦٣٠)

(3)(هو علي بن محمد بن علي الحنفي الجرجاني ،أبو الحسن ولد بجرجان سنة ٧٤٠ و توفى بشيراز سنة ٨١٦ له من التصانيف تفسير الزهراوين اعني سورة البقرة وآل عمران ،حاشية على انوار التنزيل للبيضاوي ،حاشية على الكشاف ،رسالة في تفسير قوله تعالى سنريهم آياتنا،حاشية على خلاصة الطيبي في الحديث ،حاشية على مشكاة =

(9)علامہ سعدالدین تفتازانی (1)

(10)علی قاری مکی (2)

= المصابيح ، شرح المواقف ،حاشية على تشييد القواعد شرح تجريد العقائد للاصبهاني ،شرح الهداية للمرغيناني ،شرح كنز الدقائق ،حاشية على المطول للتفتازاني في المعاني والبيان، حاشية على اوائل التلويح للتفتازاني ،الشريفية في شرح الكافية لابن الحاجب فارسي ،وغير ذلك .(وانظر هدية العارفين ١/٧٢٨.٧٢٩)

(1)(هو:مسعود بن عمر بن عبد الله الهروي الخراساني العلامة الفقيه الحنفي ولد سنة ٧٢٢وتوفى بسمرقند في المحرم سنة ٧٩٢وله من التصانيف :كشف الاسرار وعدة الابرار في تفسير القرآن [فارسى]، حاشية على الكشاف للزمخشري الى سورة ،شرح حديث الأربعين ، شرح العقائد النسفية ،مقاصد الطالبين في علم أصول الدين ،التلويح في كشف حقائق التنقيح في الاصول ، فتاوى الحنفية ،مفتاح الفقه ، قوانين الصرف وغيرهم . (وانظر هدية العارفين ٢/٤٢٩. ٤٣٠،وفهارس علوم القرآن الكريم لمخطوطات دار الكتب الظاهرية ٣/٢٨٠)

(2)(هو:علي بن سلطان ،نور الدين محمد القاري الهروي ،الحنفي ،نزيل مكة المتوفى بها سنة ١٠١٤ه من التصانيف :كتاب في التوحيد ،انوار القرآن واسرار الفرقان في التفسير،(تفسير القرآن الكريم)حاشية على تفسير الجلالين سماه الجمالين ،العلامات البينات في فضائل بعض الآيات،البينات في تباين بعض الآيات التائبيةفي شرح التائيةلابن المقري، الأحاديث القدسية ،أربعون حديثا في فضائل القرآن ،الاسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة في الحديث ،رسالة المصنوع في معرفة الموضوع من الحديث ، اعراب القاري على اول باب البخاري ،تعليقات القاري على ثلاثيات البخاري ،شرح الجامع الصغير للسيوطي، شرح صحيح مسلم ،شرح الشفاء للقاضي عياض ،مبين المعين في شرح الأربعين ،المرقاة على المشكاة فيشرح مشكاة المصابيح ،جمع = =

(11) امام ابن حجر مکی (1)

(12) علامہ محمد زرقانی (2)

(13) علامہ عبدالرؤف مناوی (3)

= الوسائل في شرح الشمائل ،مصطلحات أهل الأثر على نخبة الفكر لابن حجر ، الدرة المضية في زيارة المصطفوية ، السيرة النبوية ، ضوء المعالي لبدء الامالي،فر العون ممن يدعي ايمان فرعون ، شرح رسالة بدر الرشيد في الفاظ الكفر،فوائد القلائد على احاديث شرح العقائد ، قوام الصوام للقيام بالصيام وغير ذلك (وانظر هدية العارفين ١/٧٥١)

(1)(هو:احمد بن محمد بن محمد بن علي بن حجر الهيتمي المكي الشافعي ولد سنة ٨٩٩وتوفى سنة ٩٧٤من تصانيفه اسعاف الابرار شرح مشكاة الأنوار في الحديث ، زوائد على سنن ابن ماجه ،فتح المبين في شرح الأربعين للنووي ،اربعين العدلية ،اشرف الوسائل الى فهم الشمائل ،اتمام النعمة الكبرى على العالم بمولد سيد ولد آدم ﷺ، تحفة الزوارالى قبر النبي المختار ﷺ، الجوهر المنظم في زيارة قبر النبي المكرم ﷺ الدر المنضود في الصلاة على صاحب اللواء المعقود ﷺ ،الخيرات الحسان في مناقب الامام أبي حنيفة النعمان ، معدن اليواقيت الملتمعة في مناقب الائمة الأربعة ، وغير ذلك من الحواشي والرسائل .(وانظر هدية العارفين ١/١٣٥.١٣٦)

(2)(هو محمد بن عبد الباقي بن يوسف بن أحمدبن علوان الأزهري المصري المالكي الشهير بالزرقاني المتوفي سنة ١١٢٢من تصانيفه :شرح موطأ مالك في الحديث، مختصر المقاصد الحسنة ، شرح الزرقاني على المواهب اللدنية في السيرة النبوية ، شرح الزرقاني على مختصر خليل في فقه مالك ،شرح الزرقاني على المقدمة العزية وغير ذلك. (وانظر هدية العارفين ٢/٣١١ ،معجم المطبوعات العربية ٢/٩٦٧)

(3)(هو:محمد زين الدين المدعو بعبد الرؤوف المناويبن تاج العارفين بن علي الشافعي ،المصري، الحدادي ولد سنة ٩٢٤وتوفى سنة ١٠٣١من تصانيفه :تفسير =

(14) علامہ احمد قسطلانی (1)

(15) امام قرطبی (2)

= = سورة الفاتحة وبعض سورة البقرة ،الاتحافات السنية بالأحاديث القدسية ،التيسير مختصرشرح الجامع الصغيرفي الحديث ،فيض القدير في شرح الجامع الصغير للسيوطي ،فردوس الجنان في مناقب الأنبياء المذكورين فيالقرآن ،الفتح السماوي بتخريج أحاديث البيضاوي ،الفائق في حديث خاتمة رسل الخلائق ،ارغام أولياء الشيطان بذكر مناقب أولياء الرحمن ،الكواكب الدرية في مناقب السادة الصوفية في مجلد كبير ،نتيجة الفكر في شرح نخبةالفكر في أصول الحديث لابن حجر العسقلاني ، نخبة الكنوز في سر الرموز فيالحديث ،اليواقيت والدررفي شرح نخبة الفكر وغير ذلك .(وانظر هدية العارفين ١/٥١٠.٥١١)

(1)(هو أحمد بن محمد القسطلاني ،المصري ،الخطيب ،الشافعي ولد سنة ٨٥١ و توفى سنة ٩٢٣، له من التصانيف لطائف الاشارات بفنون القرآت ، العقود السنية في شرح مقدمة الجزرية في القرآت ،الكنز في وقف حمزة وهشام على الهمز ، ارشاد الساري في شرح الجامع الصحيح البخاري ،تحفة السامع والقاري بختم صحيح البخاري ،منهاج الابتهاج لشرح الجامع الصحيح لمسلم بن الحجاج ،المواهب اللدنية بالمنح المحمدية في السيرة النبوية ،مراصد الصلات في مقاصد الصلاة (مسالك الحنفاء الى مشارع الصلاة على النبي المصطفى ﷺ)، الروض الزاهر في مناقب الشيخ عبد القادر ، الاسعاد في تلخيص الارشاد من فروع الشافعية لشرف الدين المقري ، فتح الداني شرح جرز الاماني للشاطبي وغير ذلك .(وانظر :هدية العارفين ١/١٣٩)

(2) (هو:أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي القرطبي المالكي المتوفى بنية ابن خصيب سنة ٦٧١له من الكتب جامع احكام القرآن والمبين لما تضمنه من السنة وآى الفرقان (تفسير القرطبي)، الاسنى في شرح اسماء الله = =

(16) امام بدرالدین عینی (1)

(17) امام بغوی (صاحبِ تفسیر معالم) (2)

(18) شیخ علاؤالدین علی بغدادی (صاحب تفسیر خازن) (3)

= = الحسنى ،التذكرة في أحوال الموتى والآخرة ،الاعلام بما في دين النصارى واظهار محاسن دين الاسلام التذكار في فضل الاذكار ،قمع الحرص بالزهد والقناعة ورد ذل السؤال بالكتب والشفاعة وغير ذلك .(وانظر هدية العارفين ١٢٩/٢)

(1)(هو :محمود بن احمد بن موسى بن احمد العيني ثم المصري، الحنفي ولد سنة ٧٦٢ وتوفى ٨٥٥ ، له من الكتب عمدة القاري في شرح الجامع الصحيح للبخاري ، شرح سنن أبي داود، نخب الافكار في تنقيح مباني الاخبارشرح معاني الآثار ، مغاني الاخبار في رجال معاني الآثار ،عقد الجمان في تاريخ أهل الزمان ،طبقات الحنفية ،العلم الهيب في شرح الكلم الطيب لابن تيمية ، المستجمع في شرح المجمع لابن الساعاتي ، المقاصد النحوية في شرح شواهد شروح الالفية ،البناية في شرح الهداية للمرغيناني ، رمز الحقائق في شرح كنز الدقائق ، المسائل البدرية المنتخب من فتاوى الظهيرية ، ميزان النصوص في علم العروض وغير ذلك.(وانظر :هدية العارفين ٤٢٠/٢،٤٢١)

(2)(هو :محي السنة ،أبي محمد حسين بن مسعودبن محمد الفراء البغوي ، الشافعي توفى ٥١٦ ، من تصانيفه بمعالم التنزيل في تفسير القرآن ،الكفاية في القراءة،شرح السنة في الحديث ، الجمع بين الصحيحين البخاري ومسلم ،مصابيح السنة ،معجم الشيوخ، الكفاية في الفقه ،ترجمة الاحكام في الفروع وغير ذلك . (وانظر :هدية العارفين ٣١٢/١)

(3)(هو :علي بن محمد بن ابراهيم بن عمر المعروف بالخازن، توفى سنة ٧٤١ ، الفقيه الشافعي، مفسر ، محدث ،مؤرخ . له الروض والحدائق في تهذيب سيرة خير الخلائق ، ومقبول المنقول من علمي الجدل والاصول في الحديث عشر مجلدات ،وشرح = =

(19)علامہ بیضاوی(1)

(20)علامہ نظام الدین نیشاپوری(صاحب تفسیر غرائب القرآن)(2)

(21)علامہ جمل(شارح جلالین)(3)

= = العمدة وغير ذلك .(وانظر : هدية العارفين ١/١٨/٧، والدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة ٣/٩٧.٩٨،ومعجم المؤلفين ٧/١٧٧.١٧٨)

(1)(هو:قاضي ناصر الدين ، أبي سعيد عبد الله بن عمر بن محمد بن علي الشيرازي ثم البيضاوي الشافعي ،توفى ٦٩١وقيل ٦٩٦،وقيل ٦٨٥من تصانيفه :أنوار التنزيل في اسرار التأويل في تفسير القرآن ،تحفة الابرار في شرح المصابيح تذكرة في الفروع رسالة في موضوعات العلوم وتعاريفها شرح مصابيح السنة للبغوي ، شرح الفصول لنصير الطوسي غاية الفصوى في دراية الفتوى ، لب الالباب في علم الاعراب مختصر الكافية في النحو ،طوالع الانوار في علم الكلام ،مرصاد الافهام الى مبادى الاحكام ، وغير ذلك . (وانظر : هدية العارفين ١/٤٦٢.٤٦٣)

(2)(هو:حسن بن محمد بن حسين الخراساني، القمي النيسابوري المعروف بنظام الأعرج ، نظام الدين ،توفى٧٢٧ من تصانيفه : تفسير القرآن كبير،غرائب القرآن ورغائب الفرقان في التفسير ،شرح مفتاح العلوم للسكاكي ،شرح الشمسية في المنطق، تعبير التحرير في شرح المجسطي ، توضيح التذكرة النصيرية في الهيئة ، كشف الحقائق في شرح الزيج الايلخاني فارسى .(وانظر:هدية العارفين ١/٢٨٣)

(3)(هو:سليمان بن عمر بن منصور الشافعي الأزهري المعروف بالجمل ، توفى سنة ١٢٠٤،من تصانيفه :المواهب المحمدية بشرح لشمائل الترمذية ،وفتوحات الوهاب حاشية على شرح المنهاج ، والفتوحات الأحمدية بالمنح المحمدية على متن الهمزية ، والمنح الالهيات بشرح دلائل الخيرات ، وغير ذلك .(وانظر بحلية البشر في تاريخ القرن الثالث عشر ١/٦٩٢، والأعلام للزركلي ٣/١٣١، وهدية العارفين ١/٤٠٦)

(22) امام ابوبکر رازی (صاحب تفسیر انموذج جلیل) (1)

(23) امام قاضی عیاض (2)

(24) امام زین الدین عراقی (استاد امام ابن حجر عسقلانی) (3)

---

(1) (هو: محمد بن أبي بكر بن عبد القادر الرازي، وتوفى سنة ٦٦٦، من فقهاء الحنفية، له علم بالتفسير والأدب. وله من التآليف: روضة الفصاحة في غريب القرآن، وكنز الحكمة في الحديث، وزهر الربيع من ربيع الأبرار، وحدائق الحقائق، ومختار الصحاح في اللغة، وغيرذلك. (وانظر الأعلام للزركلي ٥٥/٦، ومعجم المؤلفين ١١٢/٩، وهدية العارفين ١٢٧/٢)

(2) (هو: عياض بن موسى بن عياض بن عمربن موسى القاضي أبو الفضل اليحصبي السبتي المراكشي، ولد سنة ٤٧٦، وتوفى بمراكش سنة ٥٤٤، من تصانيفه قصيدة في أسماء سورة القرآن، قصيدة عن الآية السابعة من سورة الطارق، اكمال المعلم بفوائد كتاب مسلم، بغية الرائد فيما ورد في حديث أم زرع من الفوائد، شرح مشكلات الصحيحين، شرح مشكل الحديث (منهاج العوارف الى روح المعارف)، مشارق الأنوار على صحاح الآثار، رسالة كتبها عند القبر المقدس، رسالة في مولد النبي ﷺ (رسالة في بيان مولد النبي ﷺ ومعراجه وبعض معجزاته) قصيدة في مدح النبي ﷺ، قصيدة في التوسل الى اللّٰه تعالى، الشفاء في تعريف حقوق المصطفى ﷺ، ترتيب المدارك وتقريب المسالك لمعرفة مذهب الامام مالك، مطامح الافهام في شرح الاحكام، جامع التاريخ، أخبار القرطبين وغير ذلك. (هدية العارفين ٨٠٥/١، خزانة التراث)

(3) (هو: عبد الرحيم بن الحسين بن عبد الرحمن بن أبي بكر الكردي ثم المصري، الشافعي، ولد سنة ٧٢٥ وتوفى سنة ٨٠٦، له من الكتب الانصاف في كشف الكشاف، العدد المعتبر في الأوجه التي بين السور، الفية العراقي في غريب القرآن، الأحاديث العشاريات، الأمالي العراقي، جزء النبل، الأحاديث الموضوعة في مسند الامام ==

(25)حافظ الحدیث احمد سجلماسی(1)

(26)ابن قتیبہ(2)

= = أحمد ،طرح التثريب في شرح التقريب له في الحديث ،نظم الاقتراح للمفلوطي في الحديث ،المغني عن حمل الاسفار في تخريج ما في الاحياء من الأخبار، شرح سنن الترمذي ،تحفة التحصيل في ذكر رواة المراسيل ،الدرر السنية في نظم السيرة النبوية، المورد الهني في مولد السني (المولد النبوي ﷺ)، تقريب الاسانيد وترتيب المسانيد، المستفاد من مبهمات المتن والاسناد،ذيل تاريخ الاسلام للذهبي ،قرة العين بالمبرة لوفاء الوالدين ، الألفية في أصول الحديث ،التقييد والايضاح لما أطلق وأغلق من كتاب ابن الصلاح ،فتح المغيث بشرح ألفية الحديث ،نظم منهاج الوصول الى علم الأصول للبيضاوي ، شرح الصدر بذكر ليلة القدر ،المبهمات على المهمات وغير ذلك . (وانظر : هدية العارفين ١/٥٦٢،خزانة التراث،فهرس المخطوطات)

(1)(هو أحمد بن المبارك بن محمد السجلماسي اللمطي المالكي ، عارف بالحديث والتفسير .وتوفى سنة ١١٥٦،من تصانيفه الذهب الأبريز من كلام سيدي عبد العزيز، وشرح المحلى على جمع الجوامع كشف اللبس عن المسائل الخمس، وانارة الافهام بسماع ما قيل في دلالة العام ، ورد التسديد في مسألة التقليد ، وغير ذلك . (وانظر : الأعلام للزركلي ١/٢٠١.٢٠٢، وهدية العارفين ١/١٧٤ ،وايضاح المكنون ٣/٨٤، و ٥٤٤، وخزانة التراث فهرس مخطوطات، الرقم التسلسلي ٤٤٩١١)

(2)(هو أبو محمد عبد الله بن مسلم ،المعروف :بابن قتيبة النحوي ،الدينوري ،ولد سنة ٢١٣وتوفى ٢٧٦ ، له من التصانيف :غريب القرآن ،مشكلات القرآن ، كتاب معاني القرآن، اعراب القرآن ،غريب القرآن ،تفسير سورة النور ، تأويل مختلف الحديث ، غريب الحديث ،اصطلاح الغلط في غريب الحديث لأبي عبيد ،اختلاف الحديث والسنن، كتاب الأشربة ،كتاب أدب الكاتب ،آداب القراءة ،كتاب اعلام = =

(27) ابن خلکان (1)

(28) امام کمال الدین دمیری (2)

(29) علامہ ابراہیم بیجوری (3)

= = النبوة ، دلائل النبوة ، عيون الأخبار ، تاريخ الخلفاء ، كتاب المعارف في التاريخ ، حكم الامثال ، الامامة والسياسة ، تلقين المتعلم في النحو ، الجراثيم في اللغة وغير ذلك. (وانظر :هدية العارفين ۱/۴۴۱، خزانة التراث ،فهرس المخطوطات)

(1)(هو شمس الدين أحمد بن محمد بن ابراهيم بن خلكان البرمكي ،الشافعي ،ولد باربل سنة ۶۰۸ وتوفى سنة ۶۸۱ صنف وفيات الأعيان في انباء ابناء الزمان في التاريخ والتراجم . (هدية العارفين ۱/۹۹)

(2)(هو محمد بن موسى بن عيسى بن علي الدميري ،أبو البقاء المصري الشافعي ،ولد سنة ۷۴۲ وتوفى سنة ۸۰۸ ،له من التصانيف الجوهر الفريد في علم التوحيد، ديباجه في شرح سنن ابن ماجه ،النجم الوهاج لشرح المنهاج للنووي ،غاية الأرب في كلام حكماء العرب،حياة الحيوان صغرى وكبرى،التذكرة ، شرح غاية الأرب، وغير ذلك . (وانظر : هدية العارفين ۲/۱۷۸)

(3)(هو :ابراهيم بن محمد بن احمد الباجوري المصري الشافعي ولد سنة ۱۱۹۸ و توفى سنة ۱۲۷۶ له من التصانيف :تحفة البشر على مولد ابن حجر ،التحفة الخيرية على الفوائد الشنشورية في الفرائض ،تحفة المريد على جوهرة التوحيد للقاني في علم الكلام ،تحقيق المقام على كفاية العوام فيما يجب عليهم من علم الكلام ،حاشية على أم البراهين للسنوسي في العقائد ، حاشية على بانت سعاد، حاشية على البردة الشريفة ، حاشية على السلم المنورق في المنطق ، حاشية على متن السمرقندية ، المواهب اللدنية على الشمائل المحمدية للترمذي ، الدرر الحسان على فتح الرحمن فيما يحصل به الاسلام والايمان وغير ذلك . (وانظر :هدية العارفين ۱/۴۱.۴۲)

(30) علامہ شنوانی (1)

(31) علامہ مدابغی (2)

(32) علامہ ابن عطیہ (3)

---

(1)(هو :محمد بن علي بن منصور الشنواني ،توفى سنة١٢٣٣،له من التصانيف :شرح اسماء الله الحسنى ،الجواهر السنية في مولد خير البرية ﷺ(حاشية الشنواني على مولد المدابغي)،حاشية الشنواني على شرح عبد السلام اللقاني على جوهرة التوحيد(حاشية الشنواني على اتحاف المريد)، الدرر السنية في ما علا من الاسانيد الشنوانية ،الصلاة في فقه الشافعي وغير ذلك .(خزانة التراث ،فهرس المخطوطات ، الرقم التسلسلي ٢٠٦،٣١٩٩، ٥٠١٢٢،٥٩٢٦٠،٦٠١٣٧، ٧٣٢٣٨،٧٧٧٢٥)

(2)(هو:حسن بن علي بن احمد بن عبد الله الشافعي الأزهري الشهير بالمدابغي ،توفى بمصر سنة ١١٧٠، له من التصانيف :كفاية اللبيب في حل شرح أبي شجاع للخطيب ، مختصر المولد الشريف ، مختصر قصة الاسراء والمعراج للغيطي ،حاشية على موصل الطلاب للأزهري ،شرح حزب النووي ، فتح القدير بشرح حزب الشاذلي الكبير،حاشية على شرح الأجرومية ،حاشية المدابغي على شرح الجزرية ،حاشية على التحرير في فقه الشافعي ، فضائل ليلة النصف من شعبان ، استجلاب المسرات بشرح دلائل الخيرات ، حاشية على شرح الأربعين النووية ،طبع بهامش الفتح المبين في شرح الأربعين لابن حجر الهيتمي (مصر)وغير ذلك . (وانظر :هدية العارفين ٢٩٨١.٢٩٩،خزانة التراث فهرس المخطوطات)

(3)(هو:أبو محمد عبد الحق بن غالب بن عبد الرحمن بن عطية المحاربي الغرناطي الأندلسي المالكي،توفى سنة ٥٤٦، وهو صاحب التفسير ،المسمى المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز .

(33)علامہ عشماوی

(34)امام ناصر الدین سرقندی (صاحب ملتقط)(1)

(35)علامہ بدر الدین محمود بن اسرئیل (صاحب جامع الفصولین)(2)

(36)شیخ عالم بن صاحب تارتاخنیہ(3)

(37)امام فقہیہ صاحب فتاوی حجہ

(38)امام عبدالوہاب شعرانی(4)

---

(1)(هو :أبو القاسم محمد بن يوسف بن محمد الحسيني السمرقندي توفى ٥٥٦ من تصانيفه:فتح الغلق في التوحيد ،الاحقاق في التفسير ،النافع في الفقه ، الجامع الكبير في الفتاوى ، ملتقط في الفقه ،كشف ما اشتبة على السامعين من الآي والأخبار مما يحتج به أهل الزيغ على أهل السنة ،خلاصة المفتى في الفروع ،مصابيح السبل في الفروع ، بيان رياضة اخلاق النفس في التصوف ،أسئلة و أجوبة ،بلوغ الأرب من تحقيق استعارات العرب وغير ذلك .(وانظر :هدية العارفين ٢/٩٣،خزانة التراث فهرس المخطوطات)

(2)(هو :بدرالدين محمود بن اسرائيل ،الشهير بابن قاضي سماوة الحنفي توفى ٨٢٣، من تصانيفه :تفسير بدر الدين ،جامع الفصولين في الفروع ،تسهيل لطائف الاشارات ، مسرة القلوب في التصوف ، الواردات ، حقيقة الحقائق في شرح كشف اسرار القائق ، عنقود الجواهر وغير ذلك . (الفوائد البهية في تراجم الحنفية ١٢٧،كشف الظنون)

(3)(هو :فريد الدين عالم بن علاء الفقيه ،الحنفي ، الأندرپتي،صنف من الكتب زاد المسافر في الفتاوى مشهور بتاتارخانية ،وقال عبد الحيى اللكنوي في نزهة الخواطر ٢/١٧٠:وأنت تعلم ما ذكرنا من سنة وفاته لعله التبس عليه عدد السبع بالاثنين لأنهما متقاربان في الشكل ، فالمظنون أنه توفى سنة ست وثمانين وسبع مئة .

(4)(هو :عبد الوهاب بن أحمد بن علي التلسماني الفقيه المحدث الشعراني = =

(39)امام یافعی(1)

(40)امام اوحد ابوالحسن شطنوفی(2)

= = المصري الصوفي الشافعي ، توفى في جمادي الأولى من سنة ۹۷۳من تصانيفه : كشف الغمة عن جميع الأمة في الحديث ،السراج المنير في غرائب أحاديث البشير والنذير ،الأنوار القدسية في ملزمة آداب العبودية ،طهارة الجسم والفؤاد من سوء الظن بالله تعالى والعباد ،كتاب المنن والاخلاق في بيان وجوب التحديث بنعمة الله ، مشارق الأنوار القدسية في بيان العهود المحمدية ،اليواقيت والجواهر في بيان عقائد الأكابر ، الميزان الشعرانية المدخلة لجميع أقوال الأئمة المجتهدين ومقلديهم في الشريعة المحمدية ، تنبيه المغترين في القرن العاشر على ما خالفوا فيه سلفهم الطاهر ، شرح جمع الجوامع للسبكي في الفروع وغير ذلك . (وانظر :هدية العارفين ۱/۶۴۱)

(1)(هو:أبو محمد عبد الله بن أسعد بن علي بن سليمان بن فلاح اليافعي اليمني الشافعي ولد سنة ۶۹۸وتوفى سنة ۷۶۸ ،من تصانيفه :الارشاد والتطريز في فضل الله سبحانه وتعالى وتلاوة كتابه العزيز ، الدر النظيم في فضائل القرآن العظيم ، الأنوار اللائحة في اسرار الفاتحة ،عالى الرفعة في حديث السبعة ،الدرة المستحسنة في تكرير العمرة في السنة ، شمس الايمان وتوحيد الرحمن في عقيدة أهل الحق والاتقان ، بهجة البدور في وصف الحور ،الشهد الشفا في مدح المصطفى ﷺ ، خلاصة المفاخر في أخبار الشيخ عبد القادر ، اسنى المفاخر بمناقب الشيخ عبد القادر الجيلي اطراف التواريخ ،روض الرياحين في حكايات الصالحين وغير ذلك . (وانظر :هدية العارفين ۱/۴۶۵.۴۶۶)

(2)(هو:علي بن يوسف بن حريز بن الفضل ابن معضاد اللخمي الشطنوفي المصري توفى سنة ۷۱۳صنف بهجة الاسرار ومعدن الأنوار في مناقب السادة الأخيار من المشايخ الأبرار،وألقاب المد (هدية العارفين ۱/۷۱۶،خزانة التراث)

(41)امام ابن حاج مکی(1)

(42)امام محمد صاحب مدحیہ بردہ شریف(2)

(43)حضرت مولانا جامی(3)

---

(1)(هو:أبو عبد الله محمد بن محمد بن محمد العبدري الفاسي، المكي المعروف بابن الحاج ،توفى ٧٣٧من تصانيفه بمدخل الشرع الشريف على المذاهب الأربعة ،شموس الأنوار وكنوز الاسرار ،خواص الدمياطية ،الازهار الطيبات النشر فيما يتعلق ببعض العلوم من المبادىء العشر ،شرح منظومة في الحكمة ،رسالة في السيميا .(هدية العارفين ١٤٩/٢،خزانة التراث ،فهرس المخطوطات)

(2)(هو :أبو عبد الله ،شرف الدين محمد بن سعيد بن حماد بن محسن بن عبد الله الصنهاجي الدلاصي البوصيري توفى ٦٩٥من تصانيفه :ذخر المعاد في معارضة بانت سعاد ،القصيدة الهمزية في المدائح النبوية ﷺ المسماة بأم القرى ، الكوكب الدرية في مدح خير البرية المشهور بقصيدة البردة ،الكلمة الطيبة والديمة الصيبة ، القصيدة اللامية ،منظومة البوصيري في الرد على أهل الكفر ،القصيدة المضرية في الصلاة على خير البرية، القصيدة المحمدية ،التوسل بالقرآن قصيدة في الرد على التعاليم المسيحية واليهودية ،الأنوار والشفا بمدح محمد المصطفى ،استغفار البوصيري ،قصيدة في مدح أبي العباس المرسي وغير ذلك من القصائد (هدية العارفين ١٣٨/٢،خزانة التراث)

(3)(هو:نور الدين عبد الرحمن بن احمد الهروي الصوفي ولد سنة ٨١٧ وتوفى سنة ٨٩٨.له من الكتب :تفسير القرآن ،شرح حديث ابن ذر العقيلي ، شرح حديث اربعين فارسي ،مناسك الحج، شواهد النبوة ، نفحات الأنس من حضرات القدس في طبقات المشايخ ،شرح فصوص الحكم للشيخ الأكبر ،شرح النقاية في الفروع فارسي ،الفوائد الضيائية في شرح الكافية لابن الحاجب ،سلسلة الذهب في ذم الروافض ،تاريخ هراة وغير ذلك (هدية العارفين ٥٣٤/١)

(44) حضرت مولوی معنوی (1)

(45) حضرت سید عبد العزیز دباغ (2)

(46) حضرت سید علی خواص (3)

(47) حضرت خواجہ بہاء الحق والدین (4)

(48) حضرت خواجہ عزیزان رامتینی (5)

(49) حضرت شیخ اکبر (6)

---

(1)(هو: محمد بن محمد بن الحسين بن أحمد البكري البلخي ثم القونوي مولانا جلال الدين الرومي ولد ببلخ سنة ۶۰۴ وتوفى بقونية سنة ۶۷۲ من تصانيفه: اسرار نامه في التصوف، كتاب المثنوي منظوم فارسي مشهور في الحكم والامثال والحقائق، لب اللباب، المعنوي منظوم وغير ذلك (هدية العارفين ۲/۱۳۰)

(2)(هو: أبو فارس عبد العزيز بن مسعود المعروف بالدباغ الصوفي متصوف من الأشراف الحسنيين مولده ووفاته بفاس ولد سنة ۱۰۹۵ وتوفى ۱۱۳۲ (الأعلام ۴/۲۸)

(3)(هو: على الخواص البرلسي توفى سنة ۹۴۵ (طبقات الكبرى شعراني ۶۷۸.۲/۱۶)

(4)(هو: بهاء الدين النقشبندي محمد بن أحمد الظهوري الفاروقي العارف بالله الشيخ الصوفي ولد سنة ۷۲۸ وتوفى سنة ۷۹۱ من تصانيفه الاوراد البهائية، سلك الانوار، هدية السالكين و تحفة الطالبين. (هدية العارفين ۲/۱۷۳)

(5)(هو: علي الرامتيني المعروف بعزيزان ولد سنة ۵۹۱ وتوفى ۷۲۱. (تاريخ مشايخ نقشبند، اردو ۱۳۶)

(6)(هو: محمد بن علي بن محمد بن أحمد بن محمد بن عبد الله بن العربي الطائي الحاتمي محي الدين المعروف بابن عربي الشهير بالشيخ الأكبر ولد سنة ۵۶۰ وتوفى سنة ۶۳۸ له من التصانيف اشارات القرآن في عالم الانسان، ايجار البيان في الترجمة =

(50) حضرت سیدی علی وفا (1)

(51) حضرت سیدی رسلان دمشقی (2)

(52) حضرت سیدی ابوعبداللہ شیرازی (3)

(53) حضرت سید ابوسلیمان دارانی (4)

= عن القرآن ،ترجمان الاشواق تفسير القرآن ،الغايات فيما ورد من الغيب في تفسير بعض الآيات، كشف الاسرار وهتك الاستار في التفسيرعلى طريق المفسرين،مختصر صحيح البخاري في الحديث، مختصر صحيح مسلم ، مختصر صحيح الترمذي،رياض الفردوسية في الأحاديث القدسية ،فصوص الحكم ،فتوحات المكية وغير ذلك . (وانظر: هدية العارفين ۲/۱۱۴.۱۲۱)

(1)(هو:علي وفا بن محمد وفا بن محمد أبو الحسن السكندري المصري المالكي الشاذلي ،ولد سنة ۷۵۹وتوفى سنة ۸۰۷مفاتيح الخزائن العالية وغير ذلك في التصوف .(ايضاح المكنون ۴/۵۲۰،هدية العارفين ۱/۷۲۷)

(2)(هو:رسلان بن يعقوب بن عبد الرحمن الجعبري ثم الدمشقي الزاهد المشهور توفى بدمشق سنة ۵۴۰صنف رسالة التوحيد (كشف الظنون ۱/۸۶۷)

(3)(هو:محمد بن خفيف بن اسفكشاد الشيرازي أبوعبد الله الصوفي المتوفى ۳۷۱، من تصانيفه :كتاب الفضائل وجامع الدعوات والأذكار ،كتاب اللوامع ، كتاب المعتقد الصغير ، كتاب المعتقد الكبير ،كتاب المعراج ،اختلاف الناس في الروح ، آداب المريدين ،الجمع والتفريق ،مسائل علي بن سهل وغير ذلك .(هدية العارفين ۲/۴۹)

(4)(هو:عبد الرحمن بن أحمد بن عطية العنبسي الداراني الزاهد المشهورأحد رجال الطريقة، المتوفى سنة ۲۰۵وقيل ۲۱۵ ،له حكايات كثيرة يرويها عند أحمد بن أبي الحواري الدمشقي .

(54) حضرت قطب کبیر سید احمد رفاعی (1)

(55) حضرت قطب الاقطاب سیدنا غوث اعظم (2)

(56) حضرت امام علی رضا (3)

(57) حضرت امام جعفر صادق (4)

(58) حضرت عالیہ دیگر ائمہ اطہار

(59) امام مجاہد (5)

---

(1)(هو: عز الدين أحمد بن عبد الرحيم بن عثمان بن حسن الحسيني الصيادي الرفاعي المتوفى سنة ٦٧٠، له من الكتب: المعارف المحمدية في الوظائف الأحمدية. (معجم المطبوعات العربية المعربة ٣٩١/٢)

(2)(هو: عبد القادر بن أبي صالح جنكى دوست موسى بن أبي عبد الله بن يحيى الزاهد الشيخ الامام العالم الزاهد العارف القدوة شيخ العصر وقدوة العارفين وصاحب المقامات والكرامات، انتهى اليه التقدم في الوعظ والكلام على الخواطر ولد سنة ٤٧١ وقيل ٤٩١ وتوفى سنة ٥٦١ من تصانيفه: تفسير القرآن الكريم (مسك الختام) فتوح الغيب مولا النبى ﷺ وغير ذلك.

(3)(هو: علي بن موسى بن جعفر بن محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب، أبو الحسن، الملقب بالرضا، الهاشمي العلوي الحسيني، أحد الأعلاسم، ولد بمدينة النبي ﷺ في سنة ١٤٨ وقيل ١٥٣ وتوفى سنة ٢٠١ وقيل ٢١٠.

(4)(هو: جعفر بن محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب المعروف بالصادق أبو عبد الله الهاشمى العلوي الحسيني أخرج له أصحاب السنن والبخاري في الأدب المفرد، ولد سنة الجحاف سنة ٨٠ وتوفى سنة ١٤٨.

(5)(هو: مجاهد بن جبر أبو الحجاج المخزومي مولاهم المكي امام في التفسير = =

(60) حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس (1)

(61) حضور سیدنا امیر امومنین علی المرتضٰی (2)

(62) عامہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

(63) حضرت خضر (3)

(64) حضرت موسیٰ علیہ السلام

(65) بلکہ (خاک بہ دہن دشمنان) خود حضور سید الانبیا ﷺ۔

(66) بلکہ (لعنة الله على الظلمين) خود رب العالمین۔

ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم ﴿وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلون﴾.

= = وفي العلم مات سنة احدى أو اثنتين أو أربع ومائة .

(1)(هو: عبد الله بن عباس بن عبد المطلب بن هاشم ،أبو العباس الهاشمي ،ابن عم النبي ﷺ له صحبة ،ولد قبل هجرة النبي ﷺ بأربع سنين قال له النبي ﷺ اللهم علمه الحكمة وتأويل الكتاب مات سنة ثمان وستين بالطائف وقيل سنة سبعين وصلى عليه محمد بن الحنفية وقبره بالطائف مشهور يزار .

(2)(هو: علي بن أبي طالب واسم أبي طالب عبد مناف بن عبد المطلب واسمه شيبة بن هاشم ،أمير المؤمنين أبو الحسن القرشي الهاشمي ،ابن عم النبي ﷺ ،قال له النبي ﷺ أما ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى الا أنه لا نبي بعدي .وتوفى سنة ٤٠ .

(3)(مختلف في اسمه كما في تهذيب الأسماء واللغات للنووي (١/١٧٦)وفي تفسير ابن كثير (٣/٩٩)وفي الفتح لابن حجر (٦/٣٠٩)والذي اختاره النووي، وعليه الجمهور أنه بليا بن ملكان بن فالغ بن عابر بن شالخ بن أرفخشد بن سام بن نوح عليه السلام . والخضر لقبه ،هو العبد الصالح الذي ذهب موسى عليه السلام يطلبه ومعه فتاه .

نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے خدا کی طرف سے۔ عنقریب ظالم جانیں گے کس لوٹنے کی جگہ لوٹتے ہیں۔

یہ گنتی میں تو چھیاسٹھ ہیں اور ان میں ائمہ اہلسنت، مصنفان عقائد جن کا حوالہ علامہ شامی نے دیا، اور ائمہ اطہار جن کا حوالہ علامہ سید شریف نے اور تمام صحابہ کرام جن کا حوالہ امام قسطلانی وعلامہ زرقانی نے دیا سب خود جماعتیں ہیں۔

اور ہے یہ کہ جب اللہ ورسول [جلا وجلالہ و ﷺ] تک نوبت ہے تو اگلے پچھلے جن وانس وملک تمام مومنین سب ہی وہابیہ کی تکفیر میں آ گئے۔

ان بے دینوں کا تماشہ دیکھو! محمد رسول ﷺ کے بدگویوں کی جو تکفیر ہوئی اس پر کیا کیا روئے ہیں، کہ ہائے سارے جہان کو کافر کہہ دیا (گویا جہاں انہیں ڈھائی نفروں سے عبارت ہے) ہائے اسلا کا دائرہ تنگ کر دیا (گویا اسلام ان بے دینوں کے قافیہ کا نام ہے اُن کا قافیہ تنگ ہوا تو اسلام ہی کا دائرہ تنگ ہو گیا)۔

اور خود یہ حالت کہ اشقیاء نہ علماء کو چھوڑیں، نہ اولیاء کو، نہ صحابہ کو، نہ مصطفی ﷺ کو، نہ جناب کبریا (عز جلالہ) کو۔ سب پر حکم کفر لگائیں اور خود ہٹے کٹے مسلمانوں کے بچے بنے رہیں، الا لعنة الله على الظلمين. "خبردار! ظالموں پر خدا کی لعنت ہے"۔

ہاں ہاں وہابیو! گنگوہیو! دیو بندیو! تھانویوں! امرتسریو! بات کے پکے اور قول کے سچے ہو تو آنکھیں بند کر کے منہ کھول کر صاف کہہ ڈالو کہ ہاں ہاں شاہ ولی اللہ سے لے کر فقہاء، محدثین، مفسرین، متکلمین، اکابر علماء، اکابر علماء سے لے کر اولیاء، اولیاء سے لے کر ائمہ اطہار، ائمہ اطہار سے لے کر انبیاء عظام، انبیاء عظام سے لیکر سید الانبیاء، سید الانبیا ﷺ سے لے کر واحد قہار تک تمہارے دھرم میں سب کافر ہیں۔ اس کی بحث ہے اس میں کلام ہے۔ دو چار، دس بیس عبارات

تخصیص دکھانے، کروٹیں بدلنے، کہنے، مکرنے، اُڑے اُڑے پھرنے سے کام نہیں چلتا۔

یہ کہنا آسان تھا کہ احمد رضا رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کا قائل ہو گیا اور یہ عقیدہ کفر کا ہے، مگر نہ دیکھا کہ احمد رضا کی جان کن کن پاک دامنوں سے وابستہ ہے، احمد رضا کا سلسلہ اعتقاد علماء، اولیاء، ائمہ، صحابہ سے محمد رسول اللہ ﷺ اور محمد رسول اللہ ﷺ سے اللہ رب العالمین تک مسلسل ملا ہوا ہے والحمد للہ رب العالمین

ع گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ پر اللہ عزوجل کی بے شمار رحمتیں، کیا خوب فرمایا ہے:

رومی سخن کفر نگفتست ونگوید، منکر مشویدش

کافر شود آنکس کہ بانکار برآمد، مردود جہاں شد

(رومی نے کفر کی بات نہیں کہی ہے اور نہ کہے گا، اس کے منکر مت ہو۔ کافر وہ شخص ہوتا ہے جس نے انکار ظاہر کیا مردودِ جہاں ہو گیا)

اب اپنا ہی حال سوجھو کہ تمہاری آگ کالوکا کہاں تک پہنچا جس نے علماء، اولیاء وائمہ وصحابہ وانبیاء ومصطفیٰ ﷺ وحضرت کبریا جل وعلا سب پر معاذ اللہ وہی ملعون حکم لگا دیا اور "کافر شود مردود جہاں شد" کا تمغہ لیا۔

پھر کیا تمہاری یہ آگ اللہ ورسول (جل وعلا و ﷺ) کو ضرر پہنچائے گی؟

حاش للہ! بلکہ تمہیں کو جلائے گی، اور بے توبہ مرے تو ان شاء اللہ القہار ابدالآباد تک "ذق انك انت الاشراف الرشید" "اس کا مزہ چکھ بے شک تو اشرف رشید ہے" کا مزہ چکھائے گی۔

پھر بھی ہم کہیں گے انصاف ہی کی۔ تمام ائمہ واولیاء ومحبوبان خدا کو تم کافر کہو تو جائے شکایت نہیں، انہوں نے قصور ہی ایسا کیا ہے، ابلیس کی وسعتِ علم مانی تمہارے کلیجے کا سکھ آنکھوں کی ٹھنڈک ہوئی، براہین قاطعہ میں جس کا گیت گایا ہے، انہوں نے یہ تو کہا نہیں، لے کر چلے وسعت علم تمہارے دشمن محمد رسول اللہ اور ان کے غلاموں کی، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم۔ پھر ان پر کیوں نہ یہ حکم جڑو کہ کون سا ایمان کا حصہ ہے۔

یہاں تک تو تم پر آسانی تھی مگر ذرا خدا کی تکفیر ٹیڑھی کھیر ہو گی، کاذب تو کہہ دیا کافر کہتے کچھ تو آنکھ جھپکے گی، اور سب سے بڑھ کر پتھر کے تلے دامن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا معاملہ ہے جسے

وہابیہ کے لئے سانپ کے منہ کی چھچھوندر کہیے تو بجا ہے، نہ اُگلتے بنتی ہے نہ نگلتے۔ وہ کہہ کر چل بسے کہ محمد رسول اللہ ﷺ، ان کے غلاموں عارفوں پر ہر چیز روشن ہوتی ہے، وہ ہر علم ہر حال کی حقیقت کو پہنچے ہوتے ہیں، وفات تک جو کچھ آنے والا ہے ہر حال کی اس وقت خبر رکھتے ہیں۔ کہاں تو وہ مجالس میلاد پر اطلاع ماننے سے گنگوہی بہادر کا نکھنڈ شرک بلکہ اوندھی سمجھ میں ایک ہی نکاح کی خبر ماننے سے وہ فتاوی حنفیہ کی تکفیریں اور کہاں یہ ولی اللہی بڑے بول جو کھال لگی رکھیں نہ ڈھول۔

اب انہیں کافر نہیں کہتے تو غریب سنیوں کی تکفیر کیسے بن پڑے، اور وہابیت کی مٹی پلید ہووہ الگ۔ اور اگر دل کڑا کر کے ان پر بھی کفر جڑ دی تو وہابیت بیچاری کا ٹھم ناٹھ ہوگیا۔ ان کے کافر ہوتے ہی اسمٰعیل جی کہ انہیں کے گیت گائیں، انہیں کو امام ومقتدا و پیر و پیشوا و حکیم اُمت و صاحب وحی وعصمت مانیں۔ کافر در کافر، کافروں کے بچے، کافروں کے چیلے ہوئے اور تم سب کہ اسمٰعیل جی کے، شاہ صاحب کے معتقد ومداح بنتے تھے۔ تو ساتھ لگے گیہوں کے گھن تم سب کے سب کافران کہن۔ اللہ اللہ کفر کو بھی تم سے کیا محبت ہے کہ کسی پہلو چلو، کوئی رُوپ بدلو وہ ہر پھر کر تمہارے ہی گلے کا ہار ہوتا ہے۔

گر بر اند نرود ور برود باز آید   مگس کفر بود خال رُخ وھابی

اگر بھگائے تو نہیں جاتی اور اگر جائے تو لوٹ آتی ہے کفر کی مکھی وہابی کے چہرہ کا تل ہے۔

﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ .وصلی اللہ تعالی علی سیدنا ومولٰنا محمد والہ وصحبہ أجمعین ،والحمد للہ رب العلمین .

فقیر احمد رضا خاں قادری عفی عنہ

از بریلی ۱۴ ربیع الاول شریف روز شنبہ ۱۳۲۸ھ رسالہ خالص الاعتقاد ختم ہوا۔

تخریج و تسھیل

أحقر العباد محمد ارشد مسعود عفی عنہ

15\06\2011

0300-6522335

ہمارے ادارے کی دیگر مطبوعات

دلکش طباعت تحقیقی اور منفرد موضوعات معیار اور جدت کی علامت

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ

اُردو بازار ۰ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795